نمبر ۱ ۔

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر اول لغایت چہارم — جلد دہم

معہ

ضمیمہ ملخص من مسائل مذہب مجتہدین اہل السنۃ

بابت ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۷ء

اصول ضوابط و شرح قیمت رسالہ و ضمیمہ

(۱) یہ رسالہ اور اسکا ضمیمہ دونو ماہواری ہین (۲) ضمیمہ اکثر رسالہ سے علیحدہ شائع ہوتا ہی (۳) ضمیمہ بے رسالہ اسکی علیحدہ فروخت نہین ہوتا۔ رسالہ بدون ضمیمہ مل سکتا ہی (۴) رسالہ کی اصول اغراض یہ ہین

(الف) اصول اسلام اور اسکی فروع عظام سے خصوصاً جو متعلق معاشرت ہون بحث کرنا۔

(ب) اہل اسلام کے مختلف فرقون کی باہمی اتحاد و اتفاق مین کوشش کرنا۔

(ج) مسلمانون کی دنیاوی ترقی کے مضامین شائع کرنا۔

(د) پولیٹیکل مضامین [illegible]

پیش کرنا اور گورنمنٹ کی حقوق سے جنکی مذہب مین ہدایت ہی قوم کو آگاہ کرنا۔

(۵) ضمیمہ کا فرض صرف مسائل فرعیہ مذہب محدثین سے بحث کرنا ہے۔

(۶) قیمت رسالہ عموماً عہ سالانہ ہے خواص (روساء اہل اسلام) بنظر اعانت للعہ عنایت فرماتے ہین بعض اشخاص سے جنکی آمدنی چالیس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہین رعایۃً ے روپیہ لیے جاتے ہین جنکی آمدنی دس روپیہ سے زیادہ نہین ان سے ہ روپیہ جو دس روپیہ ماہواری آمدنی نہین رکھتے مگر علمی بضاعت رکھتے ہین اور اس رسالہ کی اشاعۃ کرتے ہین انسے دعا خیر۔ ضمیمہ کی عام قیمت تین روپیہ ہے خاص چھ روپیہ رعایتی عہ ادنیٰ ۱۲ اور آخری ثواب آخرت

(۷) ان مراتب حسنہ کا تصفیہ دفتری خریدارون کے بیان یا ایمان پر ہے۔

(۸) خط کتابت و ارسال زر مہتمم کے پورے نام و خطاب سے حسب نشان ذیل ہوجا ہیے۔

(۹) سبیل ارسال زر بجز منی آرڈر یا ہنڈوی اور کوئی نہو ورنہ مہتمم ذمہ وار نہوگا۔

ابو سعید محمد حسین مہتمم رسالہ اشاعۃ السنہ لاہور۔

فہرست مضامین

نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴

(۱) معروضات متفرقہ

اعتذار - التماس -

اعتذار - مژدہ -

(۲) کیفیت سالانہ

جسمین طاعنین اشاعۃ السنۃ کا جواب ہے

(لائق ملاحظہ اعیان گروہ اہلحدیث)

(۳) اقسام طہارت

(لائق ملاحظہ ترقی خواہان قوم)

اشتہار

رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد کا ترجمہ انگریزی زبان مین عمدگی کے ساتھ ہوا اور آب و تاب سے چھپ چکا ہے جو بقیمت ۸ مہتمم سررشتہ اشاعۃ السنۃ سے ملسکتا ہے جیسا کہ اصل رسالہ اردو ہر کس

فالقو ودورو

... مطبع ... عام مین طبع ہوا

ضرور ملاحظہ فرمایئن

معذرت خادم القوم (ایڈیٹر) آخر جون ۱۸۹۶ء مین باقیماندہ رسالجات ۱۸۹۶ء ہدیہ خدمت ناظرین کرکے ماہ جولائی مین طبع و مقابلہ ترجمہ انگریزی رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد مین مصروف رہکے اگست و ستمبر مین سملہ وغیرہ کے سفر مین (جو محض قومی خدمات کی غرض سے تہا جسکا ظہور اپنے وقت پر ہوگا) ۲ اکتوبر مین مضمون لکہنا شروع ہوگیا جو ساتھہ کا ساتھہ چہپتا گیا جسکا نتیجہ یہ چار نمبر ہین جو ہین باقیماندہ آٹھہ بہی کل نہین تو اکثر انشاء اللہ تعالے انہی دو مہینون مین ہدیہ ناظرین ہونگی خریداران معاونین اور اہل تبادلہ معاصرین قصور توقف و التوا کو دامن عفو سے ڈہانک لین العفو عند کرام الناس محبوب۔

التماس جن حضرات خریدارون کے نام اکثر سبز رنگ اور کبہتر بیڈ اور اقل قلیل رجسٹرڈ خطوط متضمن طالبہ چندہ کئی دفعہ روانہ ہوئی ہین وہ چندہ ارسال کرین۔ یا جواب خطوط دین۔ ورنہ پرچہ آیندہ مین فہرست باقیدار [illegible] نہ سمجہین ۔

اعتذار۔ رسالہ نمبر ۴ کے صفحہ ۱۵ سطر ۱۴ مین جو فقرہ مینے لکہا ہے وہ پرچون کے ذریعہ سے ہمارے عزیز دوست مولوی عبد الجبار صاحب عمرپوری کے ملاحظہ سے گذرا تو انہون نے ہمین بذریعہ خط بالفاظ ذیل عذر [illegible]

"عاجز نے اپنی رائے مین کوئی لفظ بے ادبی و بد تہذیبی کا جناب کی نسبت نہین لکہا + + + شاید مجہسے غلطی ہوئی ہو۔ اگر فی الواقع گستاخی ہے تو تقصیر معاف فرمادین"۔

مین اپنے پیارے مولوی صاحب کو اس معذرت پر دلی جوش و مسرت کی ساتھہ مرحبا کہتا ہون اور ساتھہ اقرار کرتا ہون کہ جو کچہ شحنہ ہند کی سطر ۱۴ کالم (۱) مین انکی قلم سے نکل گیا ہے وہ بے ساختہ و نادانستہ نکل گیا ہے خدا تعالے انکو اور خاکسار کو عفو سے ڈہانک لے اور ہماری گروہ مین انس و اتحاد و حسن ظنی عنایت فرماوے۔

اس عذر کے مقابلہ مین ایک عذر خاکسار کیطرف سے بہی مناسب ہے۔ وہ یہ کہ مولوی صاحب کا ایک مضمون اسی پرچہ شحنہ مین بعنوان [illegible] درج تہا جسمین ہمارے مضمون "جمع سبلی" کے بغیر کسی مخالفت کی تائید تہی خاکسار نے اسکی عنوان مین بحث مضمون کے [illegible] اشارہ نہ پایا تو حسب عادت خود (جو بملاحظہ اخبارات آیندہ معتاد ہوا) اسکو غیر متعلق سمجہکر نہ پڑہا۔ مولوی صاحب کی نامہ معذرت مین اسکا ذکر پایا

نمبر اول جلد دہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

کیفیت سالانہ

۱۸۸۶ء مین بھی اس رسالہ کی وہی حالت رہی جو ۱۸۸۵ء مین تھی وہی اسکی مالی حالت وہی خریدارون کی تغیر وتبدل کے بعد تعداد۔ وہی انکی کیفیت معاونت۔

اس حالت کی **اصلاح** وترقی وفلاح اس رسالہ کے اخص **معاونین** کی جو اُسکی دلی ہمدردی کا دعوے کرتے ہین اور اسکی تعریف وتوصیف مین رطب اللسان رہتے ہین (جنکے نام مواضع سکونت کے حاشیہ مین درج ہین) [illegible] ہے۔ وہ حضرات تجاویز معروضہ* سابق پر (جنمین معمولی چندہ کے علاوہ کچھ گرہ سے نکالنا پڑتا ہے) عمل نہین کر سکتے تو تجویز معروضہ ذیل پر (جسپر بجز وقت کچھ نہین لگتا) عمل کرین اور اپنی ہمدردی کو پورا اور سچا کرکے دکھائین وہ **تجویز** یہ ہے کہ وہ حضرات اپنے دوستون اور دوستونکے دوستون کو جو اہل وسعت ہون اور اس رسالہ سے بےخبر وقتاً فوقتاً اس رسالہ کے مضامین مفید مذہب و معاشرت سناوین اور خریداری رسالہ کی رغبت دلاوین اور جو لوگ باوصف اہل وسعت

انبالہ چھاونی۔ آرہ۔ بھوپال۔ بنگلور۔ بمبئی۔ پٹیالہ۔ پشاور۔ جبل پور۔ جمون۔ چھپرہ۔ حیدرآباد دکن۔ دہلی۔ ڈیرہ دون۔ ڈیانوان۔ راولپنڈی۔ [illegible]۔ سیالکوٹ۔ شاہ پور۔ علی گڈہ۔ غازی پور۔ قادیان۔ کرنول۔ کراچی۔ کہوری۔ کہاڑہ۔ گجرات پنجاب۔ گلبرگہ۔ لودیانہ۔ لاہور۔ مدراس۔ منظفرگڈہ۔ مردان۔ نابہ۔ ناگپور۔ وزیرآباد۔ ہشیارپور۔ وغیرہ۔

* دیکھو نمبر ۹ جلد ۸ صفحہ ۲۳۶ نمبر ۱ جلد ۹ صفحہ ۳ نمبر ۴ جلد ۹ صفحہ ۹۶ نمبر ۷ جلد ۹ صفحہ ۱۹۳ نمبر ۱۰ جلد ۹ صفحہ ۲۹۲ وغیرہ وغیرہ۔ پرچہ اشاعۃ السنۃ

وصاحب شوق ہونیکے اسکے خریدار نہین اُنہی حضرات سے یہہ رسالہ مستعار لیکر اپنا شوق پورا کر لیتے ہین - انکو یہہ رسالہ ہرگز نہ دکہائین - اور اُنکے شوق اور وسعت کو خریداری رسالہ کیطرف منعطف کرین -

یہہ بات تجربہ* ومشاہدہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ قلت خریداری اخبارات ورسائل کی غالباً یہی دو وسائل ہین - اکثر اہل وسعت اخبار ورسائل کے مذاق (ذوق) بلکہ نام سے آشنا نہین اور بہت سے اہل ذوق مفت کام چلا لیتے ہین - لہذا ہمارے معاونون نے ہماری تجویز پر عمل کیا اور اُن وسائل مانع ترقی کو قطع کر دیا تو امید ہے کہ کہ ہر ایک معاون ہر ہفتہ یا ہر مہینے نہین تو ہر سال دو چار خریدار تو ضرور بہم پہنچا سکے گا -

اوائل زمانہ اجرار رسالہ مین بعض معاونین کا اس تجویز پر عمل رہا تو اُنہون نے بہت سے احباب کو [illegible] خریدار [illegible] تو موجودہ خریدارون مین اکثر وہی لوگ خریدار ہین جو اُن حضرات کی ابتدا سعی سے خریدار بنے ہوئی ہین - یہہ معلوم نہین دو چار سال گذرنے کے بعد اُن معاونون کو کیا ہو گیا کہ انہون نے اس ترغیب وتشویق کو بالکل ترک کر دیا باوجودیکہ اُنکو سالہا سال سے ماہواری یا سہ ماہی شکایات رسالہ کے سننے دیکھنے کا اتفاق ہوتا رہتا ہے -

حق تو یہہ ہے کہ اب اُنکا دعوے ہمدردی ویسا سچا اور دلی نہین رہا جیسا کہ پہلے تہا

* جزیرہ پورٹ بلیر سے ایک تازہ خریدار رسالہ پیدا ہوئے ہین اور وہ اپنی خریداری کی یہی وجہ لکہتے ہین کہ اس سے پیشتر ہم فلانے ڈاکٹر صاحب کا رسالہ (اشاعۃ السنۃ) دیکہہ لیا کرتے تہے اب انکی تبدیلی ہو گئی ہے لہذا ہم خواستگار ہین کہ ہمارا نام بہی رسالہ کے خریدارون مین درج کرین اور ہمارے پاس رسالہ بہیجا کرین - ایسے ہی اور واقعات دیکہنے سننے مین آئے ہین - جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ترقی اخبار ورسائل کے یہی موانع ہین -

ورنہ ممکن نہ تھا کہ یہہ رسالہ (بحسب اعتراف ان حضرات کے) اپنی معنوی حالت اعمدگی
مضامین مین حد کمال تک ترقی کرکے مالی حالتمین تنزل ہو جاتا حتیٰ کہ اسکے بند ہوجانیکا خوف
ہمکو صورت دکھاتا ۔

مدعیان حمیت وہمدردی رسالہ اب بھی اپنے دعوے کو سچا کر دکھائین اور اسکی ترقی کے
لیے تجویز معروضہ بالا کو عمل مین لائین ۔ معنوی حالت مین اس رسالہ کی ترقی اہلحدیث مین
مسلم ہے ۔ اور جو اسحالت کے عمدہ اور بحق اہل اسلام علے الخصوص اہلحدیث *مفید نتایج ظاہر
ہوئے ہین وہ بھی محل نزاع اہلحدیث نہین ہین ۔

منجملہ ان نتایج کے جو ۱۸۸۶ء مین ظاہر ہوئے ہین ایک عمدہ نتیجہ یہہ ہے کہ اس رسالہ نے گروہ
اہلحدیث کی وفاداری گورنمنٹ پر ثابت کردی اور انکے حق مین لفظ "وہابی" کا (جو
نافہمون کے خیال مین انکی وفاداری مین شبہ انداز تھا) استعمال حکما موقوف کرا دیا ۔ جسپر
نہ صرف اہلحدیث بلکہ اعیان دیگر فرقہاے اہل اسلام بلکہ ارکان مذاہب غیر اسلام
نے اسکی ثنا وتحسین کی چنانچہ نمبر ۷ و ۸ و ۱۱ جلد ۹ مین اس تحسین وثنا کی بجنسہ تفصیل
ہوچکی ہے ۔

مگر افسوس ان سب اہل تحسین کے مقابلہ مین ایک شخص (جو درحقیقت گروہ اہلحدیث
سے نہین ہے ۔ صرف دنیاوی غرض سے اہل حدیث کہلاتا ۔ اور انکی تائید مین جو در
حقیقت تنزیف ہے خامہ فرسائی کیا کرتا ہے) کبھی م ۔ ق سورتی کی صورت بنا کر
کبھی ظہیر الاسلام رامپوری کے لباس مین اگر کبھی م ۔ ج سراوی بنکر ان نتایج کی
مذمت اور اشاعۃ السنہ کے کارنامون کی منقصت کے درپے ہو رہا ہے اور اخبار
شحنہ ہند میرٹھ کو اپنا مورچہ بنا کر اسکی آڑ مین حاسدانہ تیر چلا رہا ۔ اور معاندانہ گولے
برسا رہا ہے شحنہ ہند[1] یکم جولائی ۱۸۸۶ء کی آڑ مین اس نے یہ زہر آلود تیر چلایا ہے
رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۲ تمام وکمال لغاست وتملق اور خلاف واقعہ مدح سرائی مین

* اہل اسلام پر باہمی اتفاق کا بیج بونا ۔ اور انکو دنیاوی حالت کی اصلاح کیطرف متوجہ کرنا ۔ انکو مغربی علوم وغیرہ وسائل ترقی معاشرت کیطرف توجہ دلانا ۔ گروہ اہلحدیث کا بغض عام لوگون کے دل سے ہٹانا یا گھٹانا گورنمنٹ کی نظر مین انکی وقعت جمانا اور انکی وفاداری کا ثبوت پہچانا وغیرہ وغیرہ

طاعن اشاعۃ السنہ کا طعن اور اسکا جواب

ڈوبا ہوا ہے بجاجت اور مدح سرائی اور خوشامد کے ساتھہ ہمارا زمین پر لیٹنا لنڈن کی جانب جھکنا - فرش پر فرش ہو کر خاک ہو جانا بالکل لغو اور فضول ہی نہین بلکہ معزز گروہ اہلحدیث کی تحقیر کا خصوصًا اور مسلمانان ہند اور خود مذہب اسلام کی تذلیل کا عمومًا باعث ہو - مولنا ابو سعید محمد حسین صاحب لاہوری گروہ اہلحدیث کے ایک معزز رکن اور بڑے زبردست فاضل فرد ہین کیا یہ تعجب کا مقام نہین کہ انہون نے رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ کے صفحہ ۲۲۸ مین "اہل اسلام کی مسرت موقعہ جیوبلی پر شریعت کی شہادت" جلی قلم سے لکھہ کر پانچ قسمین تحریر فرمائی ہین اور دوسری قسم کی تفصیل صفحہ ۲۳۲ مین سومی عیسائیون پر مجوس کا غالب آنا اور کفار مکہ کا خوش ہونا اور پھر کفار مکہ کے پاس حضرت صدیق اکبر کا تشریف لیجانا اور یہ فرمانا کہ "تم خوش مت ہو - بخدا رومی فارسیون پر غالب آئین گے" اور جب اسکی موافق روم کو فارس پر فتح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جمیع مسلمانون کا خوشی منانا برٹش سلطنت کی فتح بر ہمایہ* محمول کر کے موقعہ جیوبلی پر اظہار مسرت کرنا مسلمانون کے لیے لازم لکھا ہے - بلکہ تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص موقع جیوبلی پر خوشی نہ منائے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع نہین اور صفحہ ۲۳۰ مین امر اول کی شہادت پر لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو عظیم روم اور کسرے کو عظیم فارس اور مقوقس کو عظیم القبطہ تحریر فرمایا ہے پس اس لحاظ سے ملکہ وکٹوریہ کو معظمہ کہنا عین اتباع شریعت ہو" اب مین التماس کرتا ہون کہ اس مذہبی شہادت کی کیا ضرورت تھی - عظیم روم اور عظیم فارس سے مراد سردار روم اور سردار فارس ہے نکہ مذہبی عظمت کیا آپ اس امر کو تسلیم کر سکتے ہین کہ مذہب کی رو سے جیسا رسول معظم کہنا باعث سعادت ہے ایسا ہی ملکہ وکٹوریا کو بھی معظمہ کہنا باعث نجات اور اپنے آسمانی باپ کی بادشاہی مین داخل ہو جانا ہے جناب باری نے سورہ دخان مین فرمایا ہے ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ کیا اس سے حقیقی عزت و مکرمت والا مراد ہے کیونکہ ذکر تو بدبخت دوزخیون کے مکافات کا ہی

* محض دروغ ہے - علی قائلہا ما یستحقہ - کہ لعن اللہ قائلہا و معتقدہا -

کہ کہولتا ہوا پانی اون کے سر پر ٹپکایا جائیگا اور کہا جائیگا کہ تو اُس کو چکہہ تحقیق تو بڑا عزت والا مکرمت والا (سردار) ہتا۔ ملکہ معظمہ قیصر ہند بیشک پولیٹیکل عظمت کو مستحق ہین نہ کہ مذہبی عظمت کی"۔

شحنہ ہند ۲۷ جولائی کی آڑ مین اُس نے یہ عناد کا بہرا ہوا گولہ چلایا ہے۔ "اب تک گورنمنٹ پر یہ امر مشتبہ تہا کہ مسلمانون مین کونسا گروہ وہابی ہے کیونکہ کوئی شناخت اس امر کی نہتی کہ وہابی کے سر پر سینگ ہوتے ہین یا اس کے تین سر اور پانچ ٹانگین ہوتی ہین لیکن ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ نے گورنمنٹ مین تحریک کر کے ثابت کر دیا کہ جن لوگون کو وہابی کہا جاتا ہے وہ ہمین تو ہین اور اگر سکرٹری گورنمنٹ پنجاب یا کسی افسر نے ایڈیٹر صاحب کو اپنی چٹھی مین وہابی لکھا تہا تو کیونکر معلوم ہوا کہ وہابی سے اسکی مراد باغی کی تہی ملکہ گورنمنٹ کو تو ابتک یہ معلوم تہا کہ جس طرح مسلمانون مین سُنی شیعہ وغیرہ فرقے ہین اسی طرح ایک فرقہ وہابی بہی ہے جن میں [illegible] گورنمنٹ [illegible] عملداری ہین باغی اور بدخواہ کا اگر کہین ٹہکانا ہے تو رنگون کے ٹاپو مین ہے"۔

شحنہ ہند ۱۶ ستمبر ۱۸۹۶ء کی آڑ مین یہ طوفان سراپا بہتان کا بہرا ہوا گولہ چلایا ہے کہ مولینا محمد حسین صاحب کہلم کہلا اور آپ (اپنے دوسرے مخاطب خانصاحب محمد یونس خان رئیس دتاولی کو مراد رکہتے ہین) در پردہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہین کہ ملکہ معظمہ مذہبی تعظیم کے مستحق ہین + + + ایسے معزز رکن اور زبردست فاضل (خاکسار کو مراد رکہتے ہین) نے لکہا ہے کہ جو کوئی جوبلی پر خوشی نہ مناوے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع نہین + + + مولانا (خاکسار کو کہتے ہین) صدہا ہزار ہا روپیہ صرف کرین اور اس تقریب کو عین دین قرار دین اور اس مین شریک نہونے والے کو بالکل دین سی خارج بتا دین۔ اور اپنے دعاوی پر چون تون کر کے آیات و احادیث کو جما دین الخ۔

ان تیرون اور گولون کے ٹیفینس (جواب یا مدافعت) مین ہم ایسی لفظی (قال اقول) لی

بجست قائم کرنا نہین چاہتے۔ جس سے ہمارے غنیم کو اور بہی گولہ باری کا موقعہ ملے اور وسعت میدان کارزار کیطرف راہ نکل آوے نہ یہ ہماری عادت ہی اور نہ ایسی شیر بہادری (جو جنگ جوئی مین اپنی نظیر نہین رکہتا اور اس کے ہاتہ سی اور اس کی زبان کے نوایجاد لفظون اور خود تراشیدہ محاورہ کی پہبتیون سے کوئی نہین بچ سکا) مبارزت و مقاومت کی ہم مین طاقت ہی لہذا ہم مختصر جواب پر جس سی ہمارہ معذور و بے قصور ہونا ان ناظرین پر (جو شاید غنیم کی بوچہاڑون سی خوف یا شک و تردد مین پڑ گئے ہون) ثابت ہو۔

اسکی دوسرے فئیر کے جواب مین ہم یہ عذر (یا سپر) پیش کرتے ہین کہ یہہ قصور جو ہم سے ہوا ہے کہ ہم نے ایک مقدس و معزز خطاب (''وہابی'') کو گروہ اہلحدیث سی اٹہوا دیا ہے اسپر ہم سے پہلے ''محمدن نیشنل ڈیفینس کمیٹی'' (یعنے مسلمانون کی قومی محافظت یا مدفعت کی مجلس) [illegible] اور اسکی تائید و توصیف ضمیمہ شحنۂ ہند* نمبر ۱۶ جلد ۴ مطبوعہ ۲۴ اپریل ۱۸۸۶ء مین ہے مامور کیا پہر دوران مقدمہ کی عین اثنا مین گروہ اہلحدیث مختلف صوبجات ہند (پنجاب ممالک مغرب و شمال

* قوم کے سچے ہمدرد مولانا **ابوسعید محمد حسین** لاہوری ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنۃ کی مدبرانہ حکیمانہ مصلحانہ۔ ہمدردانہ کارروائیون کا تمام اہلحدیث کو ممنون ہونا چاہیے جنہون نے اہلحدیث کی دامن سے الزام اور اتہام کا ایک بہت بڑا دہبا اٹہا دیا انہون نے اپنی خالص ہمدردی کا اثر ڈالکر ایک سوسائٹی قائم کر لی۔ اس سی زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ پنجاب سی ایک سرکلر جاری کرا دیا کہ اہلحدیث کو وہابی کہنا لائبل (مزیل حیثیت) ہی خود گورنمنٹ پنجاب اور اسکی اعلے حکام نے اپنی چٹہیون مین اعتراف کیا ہے کہ اہلحدیث برٹش گورنمنٹ کی بدخواہ نہین ہین بلکہ خیرخواہ ہین۔ اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ - ۱۰ - ۱۱ مین مفصل کیفیت درج ہے۔ اخبار مسلم ہرلڈ مدراس و شمس الاخبار

ممالک متوسط - مدراس بمبی - بنگال) کے تین ہزار سے زائد اعیان و اشخاص نے اپنے دستخطون اور مہرون کے ذریعہ سے جن مین حضور پرنور غنیم لائق تعظیم کا دستخط بھی موجود ہے خاکسار کی درخواست سے اتفاق ظاہر کیا اور اس لفظ "وہابی" سے جسکو اب مقدس بنایا گیا ہے تنفر و انکار کا اظہار فرمایا - وہ دستخط گورنمنٹ مین پیش ہوئے اور وہان سے بعد ملاحظہ و حکم اخیر خاکسار کو واپس ملے ہین (جو* صاحب ہمارے بیان مین شک رکھتے ہون وہ ان دستخطون کو ملاحظہ فرما سکتے ہین) وہ دستخط گورنمنٹ مین پیش نہ ہوتے تو خاکسار کی درخواست پر کچھ توجہ نہ ہوتی اور یہ ملامت کی سیاہی اہلحدیث کی پیشانی سے دور نہ ہوتی اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ جو کچھ اس مقدس لفظ کے ہٹانے مین کوشش ہوئی ہے قوم ہی سے ہوئی ہے وسعہذا مین اس قصور کو اپنے ذمہ لیتا ہون اور افسوس کرتا ہون کہ مین نے ایسی قوم کی جسمین اس خیال کے لوگ بھی موجود ہین اور اس قوم کی اخبارون مین انکے ایسے مفسدانہ خیالات شائع ہوتے ہین اور یہ قوم ان خیالات کی اشاعت کو

مدراس - علیم الاخبار کلکتہ - عالم تصویر کانپور - انگریزی اخبار سول ملٹری گزٹ لاہور پاینیر الہ آباد اودھ اخبار لکھنو - سراج الاخبار جہلم - اخبار چنار وغیرہ کو جنہون نے ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنۃ کو وہابی لکھا ستنبہ کیا گیا ہے - بلکہ انکو نوٹس دیا گیا ہے کہ یا تو معافی مانگین ورنہ ان پر نالشین دائر کیجائینگی اور اس قسم کے ضروری مصارف کے لیے فنڈ بھی فراہم ہو گیا ہی اہلحدیث نے ایک ایک ماہ کی تنخواہ یا آمدنی اس فنڈ مین دیدی ہی - یہ وہ صائب تدبیر ہی جس سے پنجاب کے اہلحدیث پر سے موجودہ اور آنے والے الزام اور حوادث رک گئے اور سچی ہمدردی اور رفاہیت اسکا نام ہے اس کارروائی کے پہلوؤن کو وہی لوگ خوب سمجھ سکتے ہین جو پولیٹیکل امور کے سمجھنے کا دماغ رکھتے ہین اور اپنی حالت سے واقف ہین اب ممالک مغربی و شمالی و ممالک متوسط مین بھی ایسی ہی سوسائٹی کے قائم ہونے اور ایسی ہی کارروائیون کی ضرورت ہی

* صاحب تحفہ بدریس اس پیرنتھیٹیکل کلاز (جملہ معترضہ) کو توجہ سے ملاحظہ فرماوین

مسدود کرانے پر قادر نہین ہے کیون وکالت کی - وبنا ٔ علیہ مین انکو آیندہ کے لیے یقین کے ساتھہ امید دلاتا ہون کہ مین یہ مقدس خطاب گورنمنٹ کی طرف سے پہر انکو دلا سکتا ہون حضرت غنیم باتکریم خاص اپنے لیے اسکو پسند فرماتے ہین تو اپنا نام نامی کہلا کہلا ظاہر کرین اور اپنی درخواست سر رشتہ اشاعۃ السنہ مین بہیجدین اور اگر تمام قوم کے لیے اس مقدس خطاب کا اعادہ پسند کرتے ہین تو گروہ اہلحدیث کے اسی قدر یا اس سے نصف یا عشر عشیر اعیان واشخاص کے جو اس لفظ سے تنفر ظاہر کر چکے ہین دستخط اپنی درخواست پر ثبت کرا کر ارسال فرماوین پہر دیکہین کس سرعت سے یہ نورانی ٹیکا ان کی پیشانیون پر لگتا ہے اس باب مین جو کچہ ابتک ہوا ہے وہ تو ہنوز پہلا مرحلہ ہے - اور جو آیندہ ہونا چاہیے وہ ہنوز دلّی دور ست کا مصداق ہے خاکسار خادم القوم انکے انصرام و اہتمام کے فکر مین ہے بلکہ اس سفر سملہ مین کچہ کر بہی چکا ہے مگر آئندہ اپنی قوم کے حامی انکی اتفاق کا اظہار کیا اور جبتک کہ قوم کے اعیان [illegible] ہند کے مورچہ کو اٹھا نہ دینگے اس کاروائی کو اختتام تک نہین پہنچا ئیگا خاکسار کو یہ خوف ہے کہ مبادا اس کارروائی مین بہی محل اعتراض ہو اور اسکی کارروائی مجری بر باد گناہ لازم کا مصداق بنے

اس کے **پہلے** اور **تیسرے** **فقرے** کے **جواب** مین ہم **عذرات** ذیل پیش کرتی ہین

(۱) ملکہ معظمہ کو مذہبی تعظیم کا مستحق ہمنے کہین نہین کہا - یہ محض افترا ہے بلا خفا

(۲) یہ بہی ہمنے کہین نہین کہا کہ جو کوئی موقع جوبلی پر خوشی نہ مناوے وہ آنحضرت صلعم کا متبع نہین ہے یہ بہی محض افترا بلا امترا ہے

(۳) جوبلی کی دعوت کو بہی ہمنے عین دین قرار نہین دیا اور نہ اسمین شریک نہونے والے کو خارج از دین قرار دیا ہے یہ بہی ایسا افترا ہے جس مین کچہ خفا نہین -

(۴) آیات و احادیث کی شہادت جو ہمنے پیش کی ہے اس شہادت سے ہم نے ان تینون دعاوی مین سے (جو ہمارے ذمہ لگائے گئے ہین) ایک دعوی بہی ثابت نہین کیا

یہ بہی محض افترا ہے کہ ہمنے جون تون کرکے آیات و احادیث سے ان دعاوی کا ثبوت بہم پہونچایا ہے۔

ہماری ہر ایک عذر پر (منجملہ اعذار اربعہ) ہماری اسی کلام مین (جو غنیم والامقام کا حملہ گاہ ہے) شہادت موجود ہے جسکو حضرت نے حسد و عناد کے سبب (جو آپ کے دل مین تمام ہمعصرون اور ہمجنسون سے عموماً اور گروہ اہل حدیث سے خصوصاً مخفی ہے) نہین پڑہا یا خوش فہمی سے اسکا مطلب نہین سمجہا۔

پہلے عذر پر شہادت

ہماری مضمون کے فقرات ذیل باواز بلند پکار رہے ہین کہ جو کچہہ ہمنے ملکہ معظمہ کے جوان تعظیم اور اس کی سلطنت کی تعریف اور اوس کے فتوحات پر مسرت کی تجویز (بیان) [illegible] ملحوظ و پیش نظر نہین رکہا۔ بلکہ برخلاف اس کے صاف کہدیا ہے کہ جو شخص اس تعظیم و توصیف و مسرت و دعا وغیرہ مین مذہب عیسائی کو پیش نظر رکہے وہ مسلمان نہین ہے۔

نمبر ۸ جلد ۹ (جس مین مضمون جوبلی مندرج ہے) کے صفحہ ۲۲۹ مین ہمنے کہا ہے "**ناواقفون** کے دماغ مین شاید یہ **خیال** پیدا ہو کہ ملکہ یا سلطنت کا عیسائی مذہب ہے لہذا اوس کی تعظیم وغیرہ امور مذکورہ مسلمانون کو جائز نہین ہین۔

اس خیال کے ابطال مین ہم ایسے دلائل کتاب و سنت سے پیش کرتے ہین جن مین غیر مذہب کے لوگون سے تعظیم وغیرہ امور کے ساتہہ پیش آنا صاحب شریعت سے ثابت ہے اور ساتہہ ہی اسکے یہ کہدینا بہی واجب سمجہتے ہین کہ ان امور مین ملکہ یا سلطنت کا مذہب عیسائی ہرگز پیش نظر نہین ہے بلکہ صرف سلطنت اور اس کے برکات اور فوائد امن آزادی وغیرہ ملحوظ ہین۔ دنیا مین ایسا مسلمان کوئی نہوگا جو اس سلطنت کی مذہب (عیسائی) کو اچہا سمجہتا ہو یا اس مذہب کی قیام و استحکام

کے لیے دعا کرتا ہو"۔

اور اس نمبر کے صفحہ ۲۳۳ مین ہم لکھہ چکے ہین - اُور اس اثنا حکومت پنجاہ سالہ مین قیصر ہند کو فتح ہوئی ہے (جیسا کہ برہما کی فتح) تو وہ بہی ویسی ہی فتح ہے جیسے روم کو فارس پر ہوئی تہی کیونکہ وہ اہل کتاب کے بت پرستون پر فتح ہے نہ کسی مسلمان سلطنت یا ریاست پر پہر مسلمان اوسپر کیون خوشیان نہ مناوین اور اپنے قرآن اور پیغمبر کی پیروی کیون نہ کرین -

آزادی مذہبی جو اس سلطنت مین مسلمانون کو حاصل ہے وہ بجاے خود ایک مستقل دلیل ہے۔ از مسرت ہی اس آزادی مذہبی کے نظر سے مسلمانون کو اس حکومت پر اسیقدر مسرت لازم ہے جسقدر ان کو اپنے مذہب کی مسرت و محبت ہو - خصوصاً گروہ اہلحدیث کو جن کو بجز اس سلطنت کے اور کہین ایسی آزادی حاصل نہین ہے **انحضرت** صلی اللہ علیہ وسلم نے سلطنت حبشہ مین (جو عیسائی تہی) اس آزادی مذہبی کا حال سُنا تو اپنے اصحاب کا مکہ معظمہ چہوڑکر اس سلطنت کے زیر سایہ رہنا پسند فرمایا (جسکا بیان شہادت امر چہارم مین آتا ہے) پہر اس آزادی مذہبی کی نظر سے مسلمان اس سلطنت کو (جس مین انکو آزادی حاصل ہے پسند نہ کرین اور اوس کی فتح و حکومت پر اس خوشی سے (جو انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانون کو فتح روم پر ہوی تہی) بڑہکر خوشی نہ کرین تو وہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو کیونکر کہلا سکتے ہین"۔

اور اسی نمبر کے صفحہ ۲۳۵ مین ہمنے کہا ہے - **اُطاعت** اور عقیدت سلطنت سے ہماری اور ہر مسلمان کی یہ مراد ہے کہ اس سلطنت کی بغاوت نہ کرین نہ یہ کہ اپنے مذہبی اور عقاید اسلامی مین سلطنت کی تابع ہو رہین - سو اس معنے کہ اطاعت و عقیدت سلطنت (غیر اسلامی کیون نہ ہو) کا حکم نصوص قرآن و حدیث

صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانون کو رومی عیسائیون کے فارسیون پر فتحیاب ہونے سے حاصل ہوئی تھی) بڑھکر خوشی نہ کرے ۔ چنانچہ عبارت **صفحہ ۲۳۳** (نمبر ۸ جلد ۹) جو اسی نمبر کے صفحہ (۱۴) مین منقول ہوئی ہے اسپر شاہد ہے اس سے بڑھکر ہمنے کچھ نہین کہا اور خاص موقع جوبلی پر خوشی نہ منانے والے کو اتباع یا پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج نہین کیا ۔

خاص موقعہ جوبلی پر مسرت کو ہم نے صرف جائز بتایا ہے اور اسی جواز کے ثبوت مین ادلہ شرعیہ آیات و احادیث کو پیش کیا ہے چنانچہ شروع مضمون مین **صفحہ ۲۲۸** (نمبر ۸ جلد ۹) ہم نے کہا ہے ۔ "جوبلی کے موقع پر اہلحدیث وغیرہ اہل اسلام رعایا برٹش گورنمنٹ نے جو خوشی کی ہے اور اپنی مہربان ملکہ قیصر کی ترقی عمر و استحکام سلطنت کے لیے دعا کی ہے اسکی جواز پر کتاب و سنت مین شہادت پائی جاتی ہے" ۔ پھر اس اجمال کی تفصیل مین **صفحہ** [illegible] مین کی گئی ہے [illegible] پر **اہلحدیث** نے کیا ہے وہ امور ذیل ہین ۔

(۱) ملکہ معظمہ کی تعظیم کرنا ۔ اور تعظیمی الفاظ سے اوسکو یاد کرنا ۔

(۲) ملکہ معظمہ کی حکومت پنجاہ سالہ پر خوشی کرنا اور اس خوشی مین مسلمانون کو کھانا کھلانا ۔

(۳) برٹش سلطنت کی اطاعت و عقیدت کو ظاہر کرنا اور اس کو فرض مذہبی بتانا ۔

(۴) اس سلطنت کی برکات و احسانات (امن آزادی وغیرہ) کا معترف ہونا اور اسپر ملکہ معظمہ اور سلطنت کی تعریف کرنا ۔ اور شکر گذار ہونا ۔

(۵) ملکہ معظمہ اور اسکی سلطنت کے لیے دعا سلامت و حفاظت و برکت کرنا وعلیٰ ہذا القیاس ان امور سے کوئی امر بھی ایسا نہین ہے جسکے جواز پر شریعت کی شہادت پائی نہ جاتی ہو

ایسا ہی ان عبارات مین جو صفحہ (۱۳ و ۱۴ و ۱۵) مین منقول ہوئی ہین اور تمام مضمون
مین جا بجا جائز و جواز کا لفظ موجود ہے اور یہی جواز ادلہ شرعیت سے ثابت کیا ہے اور
یہ بات غنیم باتکریم نے بہی تحت بند ۶ استمرشتہ مین تسلیم کر لی ہے کہ "امر جائز کے کرنے نہ
کرنے سے کوئی شخص مدح و ذم کا مستحق نہین ٹہرتا" چہ جائیکہ پیروی پیغمبر سے خارج ہو اور
اور اس کی تمثیل مین آپنے خاصہ لٹھہ پہننے اور شکرم و ریل کی سواری کا ذکر کیا ہے
پہر ان کلمات و عبارات کی موجود ہونے کے ساتھ غنیم باتکریم کا اس قول کو کہ "موقع جیوبلی
پر مسرت نکرنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع نہین" ہماری طرف منسوب کرنا طوفانی
گولہ نہین تو کیا ہے؟*

ہمارے اس عذر پر غنیم کو طیش یا غیرت آئے تو وہ ہمارا اصل کلام جسمین یہ فقرہ یا اس
کا مفہوم پایا جاتا ہے پیش کرے اور اسپر انعام لے جس کا ذکر ہم عذر سوم کی شہادت
مین کر آئے

تیسرے عذر پر شہادت

عبارت صفحہ ۲۲۹ (نمبر ۸ جلد ۹) جو عذر دوم کی شہادت مین ابہی منقول ہوئی
ہے صاف ناطق ہے کہ دعوت یا کہانا کہلانے کو ہمنے صرف جائز کہا ہے اور اس بابت
کی تسلیم غنیم باتکریم سے منقول ہو چکی ہے کہ امر جائز کے کرنے نہ کرنے پر کوئی شخص مستحق
ذم و مدح نہین ہوتا چہ جائے کہ اسکو نہ کرنے سے خارج از دین ہو با این ہمہ ہماری نسبت
یہ کہنا کہ ہمنے اس دعوت کو عین دین قرار دیا ہے اور جو اس مین شریک نہ ہو اسکو خارج
از دین کہا ہے طوفان سراپا بہتان نہین تو کیا ہے؟*

اے حضرت شراب حسد و عناد مین بے ہوش و بدمست جو امر دین ہو اور اس کا تارک خارج
از دین اسکا فرض واجب ہونا ضروری ہے - اور جس امر کو کوئی مسنون و مستحب بہی نہ کہے
صرف جائز قرار دے جسکی ترک اور فعل مین ہر شخص شرعاً مخیر ہے اسکو دین اور اس کے

* ان سوالون کا جواب ڈاکٹر فیض محمد خان - اور خانصاحب محمد یونس خان صاحب اور سید ابو محمد جمال الدین صاحبین -

تارک کو خارج از دین کون کہہ سکتا ہے*۔ آپ کو اپنے اس بہتان پر اب بھی اصرار ہو تو میں آپ کو حلف شرعی کے ساتھ وعدہ دیتا ہوں کہ آپ میری کلام میں کوئی ایسا فقرہ (جس میں میں نے خاص جوبلی پر خوشی نہ کرنے والے کو اتباع نبوی سے خارج کیا ہو اور دعوت جوبلی کو عین دین اور اس میں شریک نہ ہونیوالے کو خارج از دین کہا ہو) پیش کریں تو میں آپ کو ایک سَو روپیہ انعام دونگا۔

آپ کہیں تو یہ سو روپیہ میں پیشگی مطبع تحفۂ ہند میں بھیجدوں **مگر اس میں شرط یہ ہے** کہ آپ کسی معزز و معتبر گروہ اہل حدیث کی ضمانت دیں۔ اور یہ بھی اقرار کرلیں کہ اگر کوئی ایسا فقرہ ہماری کلام سے آپ نہ نکال سکے تو وہ روپیہ واپس دینگے اور آیندہ تحفۂ ہند سے مورچہ اٹھا کر ہم کو اپنے طوفانی گولوں سے امان بخشیں گے۔

اس انعام و شرط کے مقابلہ میں ہم آپ سے اور کچھ نہیں چاہتے صرف اپنی جان آپ سے چھڑانا چاہتے ہیں [illegible] احسان

چوتھے عذر پر شہادت

ہمنے وہ دعوے ہی نہیں کیے تو آیات و احادیث میں ہم کو جون تون کرنے کی کیا حاجت تھی ہمنے امور حسنہ کے صرف جواز کا دعوے کیا تہا سو ایسا ثابت و مدلل کر دکہایا کہ اسوقت تک آپ کو باوجود کثرت حسد و شدت عناد کے اس میں کلام کرنے کا موقع نہ ملا۔ ہمارے صرف ایک استدلال لفظ "عظیم الروم وغیرہ" پر جو آپ کو یہ شبہہ پیدا ہوا ہے کہ اس میں عظیم سے اس کے معنے حقیقی عزت و سرداری کے مراد نہیں ہیں بلکہ معنے مجازی ذلت و خواری مراد ہے۔ جیسا کہ "ذُق انک انت العزیز الکریم" میں عزیز سے ذلیل مراد ہے۔ اس کا جواب (علاوہ اس جواب کے جو آپکے نامہ نگار کراچی نے دیا ہے اور وہ عنقریب منقول ہوگا) یہ بھی ہے کہ باتفاق عقل و نقل ہر ایک لفظ سے وہی معنے مراد لیے جاتے ہیں جو اس کے حقیقی معنے ہوں اور لفظ کو سنتے ہی سمجھ میں آئیں۔ ایسی معنے کو ترک کرکے

* اس سوال کو ڈاکٹر صاحب عذر سے پڑھیں اور انصاف سے کہیں کہ کیا اصدرت میں دعوت جوبلی سوای ریل کی دستی نہیں تو خانصاحب دنا دلی نے اسکو ایسا کہا تو کیا گناہ کیا۔ افسوس ڈاکٹر صاحب باوصف مخلص اور سمجھدار ہونے کے اشاعۃ السنۃ کا مطلب نہیں سمجھے اور غنیم کے دہوکہ اور جبل کے جال میں پہنس گئے۔

مجازی معنی اس وقت مراد سمجھے جا سکتے ہیں جبکہ حقیقی معنے کے مراد نہ ہونے پر کوئی دلیل یا قرینہ پایا جائے ۔ جیسا کہ اس آیت مین جس سے آپ جا لپٹے ہین قرینہ عذاب جہنم موجود ہے یہ مسئلہ ایسا مشہور ہے کہ ادنی و اعلی اہلعلم کو معلوم - اور چھوٹے بڑے کتب اصول کو معقول مین مرقوم ہے اور جس حالت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطون مین جنمین آپنے اقوام غیر کے بادشاہون کو

علامۃ الحقیقۃ التبادر و العراء عن القرینۃ و علامۃ المجاز الاطلاق علے المستحیل (سُلّم)

عظیم کہا ہے ایسا کوئی قرینہ موجود نہین ہے جو لفظ عظیم کے حقیقی اور متبادر معنی سے رد کے تو اس سے حقیر اور ذلیل کے معنے مراد لینا کیونکر جائز ہے ۔ ؟

اس شہادت مین آپکے اس گولہ کا جواب نہ ملا جو پہلے فائیر مین آپنے چلایا - اور یہ فرمایا ہے کہ "مین التماس کرتا ہون کہ اس مذہبی شہادت کی کیا ضرورت تھی" سو یہ ہے کہ اس ضرورت کو ہم شروع مضمون مین بیان کر چکے ہین آپکے آنکھہ پر حسد و عناد کی پٹی بندہ رہی ہے اس لیے وہ آپ کو نظر نہین آئی - اب آپ کی خاطر اسکا اعادہ ہوتا ہے ۔

رسالہ نمبر ۸ جلد ۹ کے صفحہ ۲۲۸ مین ہم لکھہ چکے ہین "اس مضمون مین دلائل کتاب و سنت کا بیان **دو غرض** سے ہوتا ہے **ایک** یہ کہ گورنمنٹ کو یہ یقین ہو کہ اس موقعہ پر مسلمانون نے جو کچہ کیا ہے سچے دل سے کیا ہے اور اپنے مقدس مذہب کی ہدایت سے کیا ہے ۔ صرف ظاہرداری اور جھوٹی خوشامد سے کام نہین لیا **دوسری** یہ کہ ناواقف مسلمانون کو (جو کتاب اللہ و سنت مین نظر نہین رکھتے ۔ صرف بعض کتب فقہ کی بے سند روایتون یا سنی سنائی باتون پر اعتقاد رکھتے ہین) مسلمانون کے اس فعل مین عدم جواز اور مخالفت شریعت کا وہم و گمان پیدا نہ ہو"

تو یہ ہماری استدلال کی وجہ ہے - اب آپ فرمائے کہ آپ کو اس حاسدانہ نکتہ چینی کی کیا ضرورت تہی اور اس سے بجز اس بغاوت انگیز و تعصب خیز نتیجہ کے کہ آپ نے گورنمنٹ کو یہ جتایا ہے کہ جو اشاعۃ السنۃ مین اہلحدیث لاہور و عام مسلمانان ہندوستان کے اظہار مسرت جوبلی کا دلی ارادت اور اپنے مذہب (اسلام) کی ہدایت سے ہونا بیان کیا ہے یہ غلط و نادرست ہے اور حقیقت و نفس الامر مین جو کچہ اہلحدیث یا عام مسلمانون نے اس موقع پر کیا ہے صدق دل سے نہین کیا - صرف ظاہری اور منافقانہ طور پر کیا - اور گورنمنٹ کو دہوکہ دیا ہے - کیونکہ ان کا مذہب ان کو اس امر کی اجازت نہین دیتا پہر ایسے مسلمانون سے کیونکر ممکن و متصور ہے کہ جو کچہ انہون نے کیا ہو دل سے کیا ہو" اور کیا نتیجہ نکلتا ہے ؟ - کوئی ہے تو بیان فرمائین نہین تو انصاف سے کہین کہ اس صورت مین آپ کی حق مین خالف صاحب میں یون ظاہر ... بعض حامیان اہلحدیث" میں ... جو عنقریب منقول ہوگا یہ قول کہ "ایسے خیال کا آدمی اپنے واسطے ایک دوسری سلطنت تلاش کرے یا دلیپ سنگہ کی پاس سینٹ پیٹرس برگ کو چلا جائے اور روس کی ہمراہ ہندوستان پر چڑہائی کرے" کہا تو کیا بہس ملا دیا جسپر آپنے شحنہ ہند ۱۶ ستمبر ۱۸۸۷ء مین واویلا کیا ہے -

ان عذرات پر بہی ہمارے قصور کی معافی اور گولہ باری آیندہ سے ہماری مخلصی نہو تو ہم آئندہ کسی موقع اداے شکر و اظہار مسرت و عقیدت گورنمنٹ پر اس قوم کو (جس مین اس خیال کے آدمی ہنوز موجود ہین) اداے شکر و اظہار مسرت کی صلاح نہ دینگے - بلکہ ماتم کرنے کی وصیت کرین گے اور اس امر کا اظہار و عذر کر دینگے کہ اس قوم کے نزدیک غیر مذہب سلطنت کی مسرت دنیاوی مین شریک ہونا اور اس کے آگے اظہار اطاعت کرنا جائز نہین ہے - بشرطیکہ اس گروہ کے مقتدر و مسلم الثبوت مقتدا علماء و فضلاء اس تجویز سے اپنا اتفاق رای ظاہر کرین اور آپکے خیالات سے ہمدردی کا دم بہرین - صرف آپ جیسے ان پڑہون کے خیال کو ہم پبلک (تمام قوم کی رای نہین سمجہتے اور نہ صرف آپکے خیالات

مفسدانہ کی پیروی سے قوم کو معرض ہلاکت و ادبار مین ڈال سکتے ہین - والسلام مع الاکرام -

ان تیرون اور گولون کے جواب مین ہمسے پہلے ہمارے دوستون اور قوم کے خیرخواہون نے بہی ہاتہہ دکہائے ہین اس مقام مین ان کے سنان بیان کا چمکارا دکہانا بہی خالی از لطف نہ ہوگا -

سب سے پہلے ہمارے نوجوان اور باخبر دوست محمد یونس خانصاحب رئیس دتاولی نے غنیم کے پہلے فیر کے جواب مین قلم کا نیزہ اٹہایا اور یہہ فرمایا ہے جو شحنہ ہند ۲۴ جولائی سنہ ۹۶ مین چہپکر شایع ہوا ہے -

جیوبلی اور اہلحدیث

بخدمت - ایڈیٹر صاحب اخبار شحنہ ہند سلمہ

جناب من - مین ایک عرصہ سے اخبارات [illegible] قلم کو معطل [illegible] ہین کیا وجہ یہہ ہے کہ بہت سی خانگی جہگڑون نے ایسا گہیرا جنکو مین نے دین کے واسطے لازمی خیال کیا تہا جنکی وجہ سے بہت کم فارغ البالی اور فرصت نصیب ہوئی مگر یکم جولائی کے شحنہ ہند دیکہنے سے اس مضمون کے لکہنے کو قلم ہاتھ مین لینا پڑا - مین یہ نہین* کہتا کہ راقم مضمون ہم سرخی مضمون نے اپنا مضمون بدنیتی سے تحریر کیا ہے یا انکو ملکہ معظمہ کی سلطنت سے خیرخواہی نہین ہے تاہم اون کی رائے میرے نزدیک ہرگز قابل عمل نہین -

مین رسالہ **اشاعۃ السنۃ** سے جسمین جشن جیوبلی کی نسبت اظہار خوشی کیا گیا ہے حرف بحرف متفق ہون اگر کچہ مجہکو اختلاف طریق اظہار خوشی سے ہے تو یہ ہے کہ بہت زائد الفاظ اور مضمون اظہار جوش خیرخواہی کے واسطے صرف کرنی چاہیئے تہی جو کی گئی - یہ ہمارے دلی جوش کا تقاضا ہے جو کتنی ہی خوشی منانے پر بہی ہم کو برانگیختہ کرتا ہے کہ کاش اور زاید اظہار مسرت ہوتا حقیقت مین مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب اہلحدیث کے فرقہ مین پہلے وہ شخص ہین جو زمانہ کی رفتار سے واقف ہوئے ہین

* اس فقرہ سے ہمکو افسوس کے ساتھ اختلاف ہے جو مدلل ہوچکا ہے اور خاتمہ مضمون مین اور بہی مدلل ہوگا -

اور ہتھیہ اسلام کی رو سے ہمارا ہے اور گورنمنٹ ملکہ معظمہ کے تعلقات کو سمجھے ہیں اور انکو
ظاہر کیا ہے مگر رائے ایک ایسی چیز ہے جسمین اختلاف ہوتا ہے خدا ی تعالی کے وحدانیت
مین اوس کے پاک مذہب کی حقیقت مین اور بعد اس کے سنت کی پردے مین سب مین
ہی اختلاف ہوا ہے ان مین وہ کونسا قضیہ ہے جو ہر فرد بشر کا مسلمہ ہو؟ لہذا مین راقم
صاحب کو الزام مخالفت# کا نہین دیتا لیکن اس مین شک نہین کہ یہہ موقعہ ایسے اختلاف
کے اظہار کا ہرگز نہین جبکہ تمام ملکون اور تمام مذاہب کی رعایا حضور ملکہ معظمہ کی پنجاہ
سالہ جشن مین اظہار مسرت کر رہی ہین کیا صرف فرقہ اہلحدیث ہی ایسا ناسپاس اور خیرہ
ہو جاوے کہ اظہار خوشی سے سکوت اختیار کرے بہتر# ہے کہ ایسے خیال کا آدمی اپنے
واسطے ایک دوسری سلطنت تلاش کر لے یا دلیپ سنگہ کے پاس سنیٹ پیٹرزبرگ کو چلا جاوے
[illegible] اپنا خیال سست و محال
سست و جنون ۔ اگر در حقیقت تمہارے نزدیک ہندوستان دار الحرب# ہی تو اس مین کیون
رہتے ہو کیا کلام اللہ مین اون لوگون کی نسبت جو دار الحرب مین رہکر کسی ایک رکن اسلام
سے باز رہتے ہین مذمت نہین آئی ہے قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا
فیھا ۔ یعنے بعد مرگ فرشتہ اون لوگون سے دریافت کرین گے کہ کیا خدا کی زمین فراخ
نہ تھی کہ تم اوس مین کسی اور طرف چلے جاتے اور تمام ارکان ادا کرتے یا اگر آپ کے
دست و بازو مین قوت ہو جہاد# کیجیے مگر یاد رکہیے کہ ایسے صاحب کا ساتھہ دو ایک
خارج از عقل ہی دینگے اور مین اور میرے ساتھی تو ڈنکہ کی چوٹ بادشاہ وقت کا
ساتھہ دین گے گو ہم سے کچھ ہو سکے یا نہ ہو سکے مگر اپنی طاقت کے موافق باز نہین رہینگے
میرے نزدیک ایسے خیالات کی تمام آدمی خواہ اہلحدیث ہون یا مقلد سنی ہون یا شیعہ
ہندو ہون یا مسلمان مولوی ہون یا جاہل اپنا بوریا بدہنا لیکر ہندوستان سے
روس کو یا ملک عدم کو تشریف لیجاوین# ۔ اور ہندوستان گورنمنٹ ملکہ معظمہ اور اوس کے

اس مضمون مین بہی سخت غلطی ہے ۔
بہت ٹہیک کہا ہے ۔
یہ اس اخیر فقرہ کا لازوم ہے کہ مسرت فتوحات پنجاہ سالہ گورنمنٹ کے جواز پر مذہب اور شریعت کی شہادت کیون لائے جسکا مفہوم یہ ہے کہ اسپر مذہب کی شہادت پائی نہین جاتی اور یہ کہنا اس کہنے کے برابر ہے کہ ہندوستان دار الحرب ہے ۔
ڈاکٹر صاحب محاکم اور خمیم مضمون جیوبلی و اہلحدیث مندرجہ ضمیمہ ہند ہر اکتوبر ۱۸۸۷ء کے راقم اوسکو غور سے پڑہین ۔ مگر ساتھہ ہی اسکا مقصود [illegible]

خیرخواہون کے واسطے خالی کرجاوین چشم ماروشن دل ماشاد ورنہ ہمسے دو دو ہاتہہ کرلین ملکہ معظمہ کے خیرخواہون کو تو گزند پہونچ چکا البتہ وہی اپنی جان سے ہاتہہ دہو دینگے ۔ (حضرت مین پٹہان ہون معاف کیجیے اگر کوئی جنگ آوری کا لفظ سونہہ سے نکلجاوے قومی طبیعت سے مجبوری ہے اور سچ یہ ہے کہ اپنی ملکہ کی خیرخواہی کے واسطے جس کی سلطنت مین لکہو کہا فوائد ہم کو حاصل ہوئے ہین اپنی جان کہو دینے یا بدخواہ کی جان لینے کو اپنا فخر سمجہتے ہین) وہ لوگ اگرچہ ہمارے بزرگ یا قرابتی ہون بیوقوف اور نادان تہے جنہون نے ۵۷ء کے غدر کو برپا کیا تہا اصل بات یہ ہے کہ وہ ہماری طرح اس سلطنت کی فوائد سے واقف نہ تہے مگر منجملہ اور جاہلانہ خیالات کے یہ خیالات بہی اون کے ساتہہ قبرون مین دفن کردیے گیے یا مرگہٹون مین جلا دیے گیے ۔ جو شخص کبہی کسی اہلحدیث اور فرقون رعایاے ہندوستان سے خیرخواہی انگلش گورمنٹ کی تمام [illegible] مین اہلحدیث ہے اور فرضاً خیالات گورمنٹ ملکہ معظمہ کے خلاف رکہتا ہے تو وہ اہل حدیث کے حق مین کانٹے بوتا ہے اور دوستی کے گمان مین دشمنی کرتا ہے مجہکو بتلادے کہ دنیا مین وہ کون ملک ہی جس مین برٹش گورمنٹ کے طور پر آزادانہ اس فرقہ کی تعلیمون کو اشاعت ہی اور جس مین تمام رسوم مذہبی کے برتاؤ کی کہلے طور پر اجازت ہو بہتر ہے کہ وہ شخص اگر موجودہ زمانہ مین جہاد کو ضرور سمجہتا ہو اور ہندوستان کو دار الحرب قرار دیتا ہو تو پہلے دنیا سے جہاد کرکے برٹش گورمنٹ کو قصوروار قرار دی (حضرت اکیلا چنا بہاڑ کو نہین پہوڑتا) اگر بفرض محال ہندوستان دار الحرب ہی تو دنیا مین دار الاسلام کون ملک ہی ؟ مسلمانون کی دو تین ریاستین رہ گئی ہین جن مین وہ تو تو مین مین ہے کہ خدا کی پناہ اور وہ نفاق ہے کہ الامان اور ایک چراغ ہے کہ اب گل ہوا اب گل ہوا ۔ ایک جہاز کا تختہ رہگیا ہے جباب ڈوبا اب ڈوبا ۔ بڑا اسلام کا اگر آپ کو جوش ہے تو ان سلطنتون کو جاکر سنبہالیے

خانصاحب مین بہی آپ کے ساتہہ ہون چنانچہ رسالہ اقتصاد کے صفحہ (۳۳) مین بطور نوٹ اظہار کرچکا ہون

بقولے۔ "اول خویش بعدہٗ درویش"۔ بہتر ہے کہ وہ صاحب افغانستان مین سنت کی پیروی
کا وعظ کہین یا مکہ معظمہ مین حدود شرعی کو جاری کرین یا بخارا مین جو ایک مسلمانی ریاست
روس کے ماتحت ہے اپنے کو غیر مقلد ظاہر کرین حضرت اس صورت مین یا تو آپ کا ہاتھہ یا کان
یا ناک نہ ہوگا یا آپ خود نہ ہون گے برٹش گورنمنٹ ہی ہے جہان آپ کی ترنگی چلتی ہے اور
جگہہ کیا مجال جو آپ اپنی زبان تک ہلا سکین اخبار مین مضمون لکھنا چیز دیگر ہے گو دو
ایک سلطنتون مین مثل فرانس و امریکا برٹش گورنمنٹ کی سی آزادی ہے مگر یہ بات صرف
ان کے پایۂ تخت کی ملکون تک موقوف ہے اگر اُن کا برتاؤ مفتوحہ ممالک کی ساتھہ دیکھیں
جو غیر مذہب ہین تو برٹش گورنمنٹ پر بہولکر بہی اعتراض نہ کیجیے شاید بعض ناواقف
آدمی میرے اس بیان کو خلاف واقع سمجھین مگر جو لوگ واقفکار ہین وہ داد دین گے
ہم اپنی ملکہ مادر مہربان کی خوشی کے کیونکر نہ ساتھہ ہون۔ کون ملکہ؟ جسکو ہماری آزادی
اپنے دل اپنے عزیزون اور قریبون کی آزادی سے عزیز ہے۔ کون ملکہ؟ جس نے ہماری شوخ
چشمیون اور خیرہ سریون کو بالکل اپنے دل سے فراموش کر کے غدر ۱۸۵۷ء کی بعد
پھر ہم کو خط آزادی دیا اور جس نے اپنی ایک نگاہ عنایت اور ایک دستخطی فرمان سے ہمارے
ہزارہا گنہگارون کو معاف کیا ہماری جائدادین واپس دین جس نے ہم سے وعدہ کیا کہ مین تمام
مذاہب اور تمام اصولون کے رعایا کو ایک نگاہ سے دیکھون گی اور وہ ہم کو کر کے دکھا
دیا۔ وہ ملکہ جس نے ہمارے نزاعات کو انصاف کے ساتھہ رفع کیا اور روزمرہ کی گشت
وخون اور بدامنی اور ظلم و زیادتی کو پردہ ہندسے نابود کر دیا۔ وہ ملکہ جس کے سایۂ عاطفت
مین درحقیقت شیر بکری ایک گہاٹ پانی پیتے ہین۔ شیر کون ہے؟ قوم فاتحہ بکری کون
ہے؟ ہم ہندی۔ واقعی منشائی قانون کے نزدیک گوری کالے کا ایک درجہ ہے اور ہماری
ملکہ کے روبرو ہرگز عیسائی۔ مسلمان ہندو۔ یوریین۔ انڈین۔ افریکین مین فرق نہین
ہے۔ اگر تم کچہ فرق دیکھتے ہو تو یہ صرف ہمارے اعمال کی سزا ہے۔ کیا تم ایماندار ہی

سے کہ سکتے ہو کہ تم برٹش حکومت کے ایسے ہی خیر خواہ ہو جیسے ایک انگریز۔ شاید تم مین سے بہت سے لوگ ایسے ہون مگر کیا وہ معدودے چند نہین ہین۔ مین یہ نہین کہتا کہ تم سب بدخواہ ہو مگر تم مین بدخواہ بھی ہین اگرچہ وہ بہ نسبت خیر خواہون کے کمزور ہون۔ یا بے بسی کی وجہ سے اپنے خیالات کا اظہار نہ کر سکتے ہون اور اکثر لوگ بلاشبہ ایسے ہین جو اگرچہ بدخواہ نہین خیر خواہ بھی نہین وہ کہتے ہین کہ برٹش گورنمنٹ اور کسی اور گورنمنٹ مین ہمارے نزدیک کچھ فرق نہین۔ ہم کو کیا غرض جو بمقابلہ دشمن برٹش کا ساتھہ دین یا دشمن کا۔ ہمارے نزدیک دونون ایک سے ہین" جب تم مین سے اکثر کے یہ خیالات ہین اور بعض کے وہ تو پھر فرمایئے کہ آپ پر حکومت کیونکر اطمینان کرے؟ کیونکر تم کو فوجی عہدے دے کیونکر تم کو والنٹیری کا اعزاز عطا فرماوے؟ کیونکر ذمہ داری کے کاروبار تمہارے سپرد کرے؟ اصل بات یہ ہے ع رموز مملکت خویش خسروان دانند + گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش۔ اگر غور کامل کیا جاتا ہے تو یہ مضمون ٹھیک ثابت ہوتا ہے۔ درحقیقت ہمارے حکمرانون کے گرد ایسے اسباب جمع ہین جو وہ سوا اس کے جو کر رہے ہین کچھ کر نہین سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ سول سروس کے دروازے اب تک تمہارے واسطے بند کیے گئے ہین یہی وجہ ہے کہ تمکو کمانڈر انچیف نہین کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ کہ تم کلکٹر کمشنر لفٹنٹ گورنر نہین ہو سکتے۔ تم مین قابلیت نہین اور اب قابلیت پیدا ہونے لگی ہے تو کمیشن تحقیقات کے واسطے مقرر کیا گیا ہے۔

انگریزی گورنمنٹ تو ایک غیر قوم کی سلطنت ہے مین تم سے دریافت کرتا ہون کہ اپنی سلطنت کے ساتھہ تم نے کیا خیر خواہی کی؟ کیا تمہین مین سے بعض نمکحرامون نے وقتاً فوقتاً بادشاہ وقت سے بغاوت اختیار نہین کی تھی؟ کیا تمنے آپ اپنی سلطنت کو نہین کھویا ہے۔ یا اس مین کسی اور کا قصور ہے۔ مین تمہارا عیب ظاہر کرتا ہون مگر تم اسکو سنکر ناراض نہ ہونا ع کہ داروی تلخست دفع مرض۔ اصل بات یہ ہے کہ

تم مین خیر خواہی سلطنت وقت (خواہ وہ مسلمان ہو یا کوئی) اور اتفاق کی صفت پائی نہین گئی - ہمیشہ تم نے آپ ہی ایک سلطنت کی بنا ڈالی ہے اور پہر آپ ہی اوسکی جڑ کو ہلایا ہے اور اس مین تزلزل پیدا کیا ہے ہمنے ہی خلافت کی بنیاد ڈالی پہر ہمین نے اسکو سلطنت سے بیجا طور پر بدلا (مین اسوقت صرف مسلمانون کا تذکرہ کر رہا ہون مگر اہل ہنود کے حالات بہی قریب تر ایسے ہی ہین اگر کوئی انکار کرے گا تو مین اوسکو بہی ثابت کرونگا) مگر برائے نام خلافت کا نام رہا پہر ہماری طمع نے مروانیہ کو عباسیہ سے تبدیل کیا بعض لوگون نے گمان کیا کہ یہ تبدیلی اسلام اور مسلمانون کو مفید ہوگی مگر بہت جلد یہ گمان غلط ثابت ہوا اگر تاہم ایک صورت متحدہ سلطنت اسلام کے قائم تہی پہر مختلف ممالک کی خود غرض مالکون نے (دو تین ہی پشت عباسیہ سلطنت کو قائم ہوے ہوئین تہین) اپنے استقلال کا رفتہ رفتہ دعوی کرنا شروع کیا - خلیفہ مامون (جو عباسیہ مین ایک شاندار بادشاہ تہا اور ہارون رشید کا بیٹا تہا) کے ہی وقت مین یہ بات شروع ہوگئی اور رفتہ رفتہ شایع ہوتی گئی - یہان تک کہ آخر وقت مین بالکل خلافت برائے نام مثل بہادر شاہ کی سلطنت کی رہ گئی تہی - اور ترکون کے بادشاہ وقتاً فوقتاً مختلف طور پر اوسپر متصرف ہوتے رہے اور یکے بعد دیگرے خلیفون کو از خود عزل نصب کرتے رہتے تہے - اگرچہ برائے نام بعد ایک بادشاہ کے مرنے کے خلیفہ کیطرف سے اوسکے بیٹے یا بہائی کو ایوان خلافت سے فرمان ایالت عطا ہوتا تہا - پہر جب کبہی خلیفہ سے مخالفت ہوتی تہی فوراً باختیار خود انہین کے خاندان مین سے دوسرا خلیفہ قائم کر لیا جاتا تہا جو بدستور ایک فرمان حکومت بنام ترک بادشاہ کے صادر کرتا تہا (یہہ ترک بہی مسلمان ہی تہے اور ان کے بہت سے قصے اور واقعات اسلام کی تواریخ مین درج ہین) یہان تک کہ اسی باہمی اختلاف اور نزاع کی وجہ سے آخر زمانہ مین بت پرست مغل اونپر غالب آگئے اور خلافت کی دیوار کو بالکل گرا دیا - اور مدت تک چنگیز خان کا خاندان

اسلام کے ملکون پر متصرف رہا اور یہ پہلی بار تھی کہ کسی غیر مذہب قوم نے اسلام کے ممالک
کو فتح کیا ۔ مگر خدا تعالیٰ کے انعام کو جو مسلمانون پر تھا (اور جس کی مسلمانون نے
ہمیشہ ناشکری کی) دیکھیے کہ چنگیز خان کا پوتا اور اس کے ساتھ اوس کے بہت سی قوم
برغبت خود مسلمان ہوگئی اور اس طور پر پھر از سر نو سلطنت اور دبدبہ اسلام کا
ممالک مین قائم ہوا مگر آپس کی نااتفاقی کو ہمیشہ ترقی رہی یہان تک کہ وہ حال ہوا
جو ہم دیکھ رہے ہین ۔ اگر صرف ہندوستان کی مسلمانون کا دیکھیے جنکا ذکر ہے تو وہ اور
بھی بڑھکر ہین ۔ آٹھ سو برس مین کم و بیش چھپنٹھ بادشاہ صرف دہلی کے تخت پر بیٹھے
اور سات خاندان سے زاید تبدیل ہوکے جنمین نصف سے زاید باہمی لڑائی سے مارے
گئے ۔ اگر خانہ جنگیون کا حساب کیا جاوے جو صرف مسلمانون مین ہوئین تو چھوٹے
بڑے [illegible] کے مخالف ہوکے
سب مین پر امن عہد مغلیہ کا تھا اگر سلسلہ وار ان لڑائیون کو دیکھیے جو اون وقت
مین خاص مفتوحہ ممالک مین پیش آئین تو تعجب ہوتا ہے ۔ ہمایون کے بھائیون اور
اوس سے خون ریز لڑائیان ہوئین ۔ بیرم خان اکبر کے باپ کی معتمد سپہ سالار نے
آخر عمر مین اکبر سے بغاوت اختیار کی جہانگیر اکبر کا بیٹا اپنے باپ سے لڑا اور باغی
ہوکر الہ آباد اودہ بہار پر قبضہ کیا ۔ جہانگیر کے بادشاہ ہونے پر سب مین پہلے ان کے
بڑے بیٹے خسرو نے بغاوت اختیار کی جسکو جہانگیر نے گرفتار کرکے دائم الحبس
کردیا ۔ پھر آخر عہد جہانگیری مین اوس کے چھوٹے بیٹے شاہزادہ پرویز نے (جو بالآخر
شاہ جہان ہوا) بغاوت کی ۔ اور باپ کے تمام ارادون کو پست کردیا مختلف مواقع
مین اوس کے لشکر کو شکست دی یہانتک کہ جہانگیر بادشاہ نے دنیا سے کوچ کیا اور شاہ
جہان تخت پر قابض ہوا اور اپنے بھائیون کے ساتھ جس بیرحمی سے پیش آیا
وہ مشہور ہے اوسکی اخیر عمر مین اورنگ زیب نے اپنے بھائیون سے لڑائی

شروع کر کے اونپر فتح پائی اپنے بڑے بہائی کو قتل کیا۔ باپ اور دوسرے بہائیون اور
بہتیجون کو قید کیا جو اوسی مین تمام ہوئے اوس کے بیٹون نے بعد **عالمگیر** کے
دنیا سے کوچ کرنے کے موروثی طریقہ خانہ جنگی کا اختیار کیا اور ان کے بعد انکی اولاد
لڑتی رہی **محمد شاہ** کے وقت مین **نادر شاہ** ایک مسلمان بادشاہ نے دوسری
مسلمان سلطنت کو تاراج کیا پہر **احمد شاہ** ابدالی نے حملہ کیے۔ چند لوگون کو بادشاہان
دہلی نے صوبون پر عامل کیا تہا اونہون نے یکے بعد دیگرے خودسری اختیار کی اور
تمام سوابق احسانات کو فراموش کر دیا۔ بادشاہون نے لہو و لعب مین نوکرون پر
اطمینان کیا نوکرون نے نمک حرامی کا شیوہ اختیار کیا۔ غرض اسیطور پر یہ
بہی سلطنت کہو بیٹھے۔

اب انگریزون کی بابت [illegible] ایک خاندان مین شاہی
چلی آتی ہے کبہی تم ثابت نہ کر سکو گے کہ اون کے کسی ملازم نے دوسرے بادشاہ سے
رشوت لیکر اپنے ملک کو نقصان پہونچایا ہو۔ کبہی ملکہ معظمہ کو پرنس آف ویلز کیطرف
سے کسی قسم کا دغدغہ نہین نہ پرنس آف ویلز کو اپنے بہائیون سے بعد ملکہ معظمہ کسی قسم کا
خوف ہے نہ گورنمنٹ ملکہ معظمہ کو لارڈ دفرن گورنر جنرل ہند سے یہ اندیشہ ہو سکتا ہے
کہ وہ اپنے استقلال بادشاہت کا خیال بہی دل مین لاسکین گے۔ بہت کم بادشاہ انگلستان
مین ایسے ہوئے ہین جو معزول ہوئے ہون یا اپنی قوم کے ہاتہون مارے گئے ہون جب
مین نے تمہاری قومی طبیعت اور انگلستانیون کی قومی طبیعت کو نہایت شرح طور پر
بیان کیا پہر کہو کیون کر تم پر اطمینان کیا جاوے۔ مگر ہان اپنے عادات بدل لو اپنے خیالات
بدلو پہر دیکہو تم کو کیا کچہ نہین ملتا۔ اگر آج کے دن یورپین ہاتہون مین انتظام نہ ہوتا
تو ہرگز یہ صورت ہندوستان کی نہ ہوتی۔ مین یہ نہین کہتا کہ انگریزی حکومت مین
کوئی نقص* نہین ہے۔ نہین بہت سے نقائص اس سلطنت مین اصلاح طلب ہین مگر بمقابلہ اور

* شاید صحیح لفظ نقص ہے جو کاتب نے بدل دیا ہے ایسی ہی بہت اغلاط کاتب کی اس مضمون مین موجود ہین۔

سلطنتون کے بہت کم باوجود اسکے ہمارے واسطے دروازہ ہر قسم کی فریاد کرنے کو کہلے ہوئے
ہین - ہماری اخبارات آزاد ہین ہمکو عرائض بہیجنے کا اختیار دیا گیا ہے - نہایت باضابطہ
طور پہ ہماری ہر ایک التجا کا جواب ملائم الفاظ مین دیا جاتا ہے (خواہ وہ ہماری منشا
کے خلاف ہی ہو) ہمارا کام ہے کہ استقلال کے ساتھ اپنے اغراض کی پیروی کرین اور
سچے دل سے اپنی ملکہ اور اُسکی سلطنت کی خیر خواہ ہون ہمکو سب کچہ ملیگا خواہ آج ملے
یا کل یا پرسون اور اگر فرضا ایک دو ہماری خواہشات بالکل بجا ہین مگر گورنمنٹ مین
منظور نہین ہوتین اس مین ہماری مہربان ملکہ کا قصور نہین ہے بلکہ وہ تو اسوجہ سے
معرض التوا مین ہین کہ خود ہماری قوم مین اون کے بابت اتفاق نہین ہے یا دو ایک
منتظمون کا قصور ہوتا ہے جس کی ملکہ معظمہ ذمہ وار نہین ہو سکتین کیونکہ وہ تمام منتظمون
اور اپنے ملازمون کو [illegible] خیال کا نہین [illegible] سکتین تاہم عمدگی اصول سلطنت دیکہنا
چاہیے کہ کسطرف راجع ہے - کون ملکہ؟ جس کے دبدبہ اور سطوت سے کیا مجال جو کوئی حاسد
خواہ وہ پردہ دنیا کا بڑے سے بڑا بادشاہ ہی کیون نہ ہو مملکت ہند کیطرف آنکہہ اوٹہا کر
دیکہہ جائے - جس طرح ہماری اندرونی دشمنون سے ہم کو محفوظ رکہا ہے اسی طور بیرونی
دشمن کے واسطے بہی اپنے رعب کی سد سکندری قائم کر دی ہے - بحری راہ سے تو ایک مدت
مدید تک کسی دشمن کے حملہ کا خوف ہی نہین ہے کیونکہ ہماری گورنمنٹ کی بحری قوت بہت
مضبوط ہے خشکی کیطرف البتہ خرس روس کبہی ہاتہہ پانو ہلا کر آگے کو بڑہنا چاہتا ہے -
مگر جسوقت شیر انگلستان دہاڑتا ہے تو کان کہجاتے ہی بنتی ہے - گو اپنے مکر سے وہ کسیوقت
غافل نہین - پہر بہی ایک لفظ اپنے قصد کی اظہار مین مونہہ سے نہین نکال سکتا - اور
جس امر کی نسبت ہماری گورنمنٹ آمادگی ظاہر کرتی ہے اوسکو منظور ہی کرتے بنتی ہے
گو دفع الوقتی ہی ہو - اور خواہ کچہہ ہو ہماری گورنمنٹ دشمنون کے گمان کے موافق ہرگز
لقمہ چرب نہین ہے یہ وہ گورنمنٹ ہے جو دنیا کی بڑی بڑی جرار سلطنتون پر اپنی تدبیر و

سے غالب آئی ہے۔ گو موجودہ پالسی ہماری گورنمنٹ کی صلح کل ہو اور حتی المقدور کسی چھوٹے سے گروہ سے بگاڑنا پسند نہیں کرتی ہے مگر پھر بھی تلوار ہاتھ مین لیتی ہے تو بہت کم بدون کامیابی اُسکو نیام مین کرتی ہے۔ مین یہ نہیں کہتا کہ تمام جنگین برٹش گورنمنٹ کی حقیر ہوتی ہین۔ نہیں بلکہ ممکن ہے کہ منتظمون کے حماقت یا لالچ سے بلا وجہ کہیں اُسکو جنگ کرنا پڑتا ہو مگر تاہم مین دو ہزار سوقح تم کو ایسے و کہا سکتا ہون کہ اگر گورنمنٹ انہین طمع کو دخل دے تو بدون ایک پیسہ اور ایک جان کے نقصان کے بہت بڑے فوائد حاصل کرسکتی ہے مگر خود لاکھہ عمدہ صفتون مین ایک عیب بھی پا کہ بہت جلد اوسکو افشا کرنے پر آمادہ ہو جاوے گا اگرچہ* منصف ایسا نہیں کرسکتا۔

بیشک برٹش حکومت مین بہت سی خوبیان ہیں اور بہت معائب ہین مگر خوبیان اوسکی اُسکے معائب پر غالب ہین [illegible] جسے [illegible] کون خوبی [illegible] سمجھ [illegible] درحقیقت کثرت محاسن اور قلت معائب مین پردہ دنیا کی کوئی سلطنت برٹش گورنمنٹ سی بڑہکر نہیں ہے البتہ جبر مین کوئی نقص نہ ہو وہ صرف ایک بادشاہ ہون کا بادشاہ اور شاہنشاہ ہون کا شہنشاہ خداوند حق جل وعلا ہے سوائے اسکی ممکنات مین سے کوئی چیز ایسی نہین جس مین کچھ نقص نہ ہو پس اگر گورنمنٹ انگریزی بھی اس سے بری نہ ہو کیا تعجب ہے۔

وہ ملکہ کیسی ہے؟ وہ ملکہ ایسی ملکہ ہے جسکی سلطنت دہریہ۔ بت پرست۔ موحد۔ عیسائی ہندو۔ مسلمان۔ پارسی۔ یہودی۔ بودہ۔ انگریز ہندوستانی۔ اسٹریلین۔ امریکن افریقن۔ برہمن۔ چہتری۔ ویش شودر۔ شیخ۔ سید۔ مغل۔ پٹھان۔ اور دوسری قومین جو ان سے کم درجہ سمجھی جاتی ہین۔ نیچری کیچری۔ آریہ سماج۔ اور برہمو سماج۔ سنی اور شیعہ۔ نئے خیالات والے پرانے خیالات والے مقلد اور غیر مقلد۔ لبرل کنسرویٹو۔ پارنل کا فریق اور ہارٹنگٹن اور چیمبرلین کا گروہ۔ غرض تمام دنیا کے موافق اور مخالف گروہ اور فرقے یکسان اس سے اظہار اطاعت کرتے ہین اس کے ہاتھ سے

* ایسا ہی نسخہ میں ہے۔ مگر عبارت مین کچھ غلطی ہے جس سے مطلب مین خبط واقع ہے

کوئی ناامان نہیں اور نہ کسیکو تل رکہنے کی مجال تاکہ اس ذات ستودہ صفات پر حرف تک
خلاف کہہ سکے۔ گو اس کے اختیارات وسیع ہین۔ دم مین کسی قانون کو منسوخ کر سکتی ہے
ملک کے انتظام کو دگرگون کر سکتی ہے۔ کیساہی مجرم ہو او سکو رہا کر سکتی ہے پارلیمنٹ کو موقوف
کر سکتی ہے اوسکی خواہشون اور قوانین کے مسودون کو نامنظور کر سکتی ہے۔ وزارت
کو تبدیل کر سکتی ہے مگر باوجود ان سب اختیارات کے کبھی تمنے نہ سنا ہوگا کہ کسی اپنی کارروائی سے ملکہ نے
کسیکا دل دکھایا ہو۔ البتہ یہ سوبار سنا ہوگا کہ اپنی ادنی اپنی رعایا کے درد مین ہمدردی کرتی ہے اور اپنی ایک
ایک خدمتگار کی عیادت کو بذات خود تشریف لیجاتی ہے۔ اپنے اوپر گرے چلانے والے کے خطا معاف کرتی ہے کوئی آفت
زلزلہ کا خواہ آتش زدگی کا کسی ملک مین پیش آوے جس مین کسی جان کا ضرر ہوا ہو خواہ
وہ اس کے حدود ملک مین ہو یا خارج فوراً ہمدردی کی تار برقی بھیجتی ہے اور ایسا رنج
[illegible] جب ایسی شفیق ملکہ پروردگار نے ہماری
خوش قسمتی سے ہماری سلطنت کیواسطے بنائی ہے تو بتایئے کہ عقلاً و عرفاً و شرعاً کیون کر
ہم اوسکی خوشی کو اپنی خوشی نہ سمجھین اوس کے رنج کو اپنا رنج نہ تصور کرین اگر ہم ایسا
نہ کرین تو ہمپر نفرین ہے۔ **تعجب** ہے اے مسلمانون! کہ جب تم اپنے کو ایک بہت سچا
آسمانی مذہب کا پیرو فرقہ ظاہر کرتے ہو پھر ایسے ناشکر گذار بعض وقت بننا چاہتے ہو۔
کیا تمہارے علم و یقین کے موافق یہ خدا کا کلام نہین ہے هل جزآء الاحسان الا الاحسان
فبای الاء ربکما تکذبٰن (کیا ہے بدلا احسان کا؟ بجز احسان۔ پس تم کون سی ایک نعمت اسد
تعالےٰ کی جھٹلاتے ہو؟) اوس شخص نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے جسکو تم خدا کا پیغمبر
کہتے ہو من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (جس نے لوگون کا شکر نہ کیا اوس نے خدا کا
شکر نہ کیا) اور اس کے سوا خدا تعالےٰ کے بہت سے فرمان ہین جن سے افسوس ہے کہ تم غافل ہو
اور اسیوجہ سے تم روز بروز تنزل کی حالت مین ہو۔

علی الخصوص افسوس ہے تمہاری حالت پر اے وہ فرقہ جو اپنے کو اہلحدیث

ظاہر کرتے ہو کہ جس گورنمنٹ نے تم کو آزادی بخشی ہے جو روز بروز تم کو اپنے عقیدہ کے
اظہار کی ڈگریان دیتی ہے۔ تم کو اجازت دیتی ہے کہ تم کھلم کھلا اپنے طریقہ کو حق کہو۔ اور
اپنے حکمران کے مذہب کی تردید کرو۔ تم جہان چاہو آمین آواز سے کہو جب چاہو رفع یدین
کرو۔ اپنے کو اہلحدیث کہو۔ غیر مقلد کہو۔ شارع عام پر وعظ کھو اپنی تایید مین رسائل
واخبارات شائع کرو۔ گورنمنٹ کی حکمت عملی پر اعتراضات کرو تمہارے نام کو وہابی لکھنے
سے اپنے کاغذات مین ممانعت کرتی ہے۔ تمہارے قصورون کو معاف کرتی ہے
ان سب احسانات پر اگر تم اوسکی حقیقی خیر خواہی کے اظہار مین قاصر ہو تو تم کو
کیا کہا جاوے۔

صاحب مضمون مابہ البحث نے تحریر فرمایا ہے کہ جوبلی مین جو لاہور کے اہلحدیث
نے شرکت کی اور [illegible] ایڈریس تیار کرکے حضور ملکہ معظمہ مین ارسال
کیا یہہ بھی بدعت ہی اسکے نہایت ہنسی آتی ہے اور عام مسلمان خصوصًا اون مین مولویون
کی سمجھ کا اندازہ ہوتا ہے۔ بھلا کجا بدعت کجا جشن جوبلی؟ "این آسمان وآن از ریسمان"
بدعت مین قید فی امرنا ہذا کی بھی تو ہے نہ کہ مین بھی بدعت اور آپ بھی بدعت ہندوستان
کی سکونت بھی بدعت۔ ململ اور خاصہ کا پہننا۔ بگھی اور سٹکرم اور ایسی ہی سواری مین
بیٹھنا۔ علی الخصوص ریل مین یا دخانی جہاز مین سب بدعت ہو جاوین۔ پھر حضرت
اخبار مین مضمون لکھنا کب بدعت سی خارج ہو سکتا ہے ایسے امر مین ذرا تعمق سے نظر
چاہیے تاکہ فرق معلوم ہو ع ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ یہ کون کہتا ہے
کہ آپ ملکہ معظمہ کو خلیفہ اسلام کہیے یا مذہبی معظم سمجھیے مگر آپ فرمایے کہ آج کل آپ کسکو
خلیفہ اسلام کا خطاب دے سکتے ہین؟ جو بیچاری ملکہ انگلستان ہی اس سے مستثنا ہین
یا آپ ثابت کیجیے کہ بعد عمر ابن عبد العزیز کے ازروے آپکے اعتقاد کے خلافت کی شرائط
کا کون جامع ہوا ہے اور کیا یہ ضرور ہے کہ اگر کسی محسن کا شکریہ ادا کیا جاوے تو وہ خلیفہ

* علیم نے غیر کی تعمیر مین دعوت جیوبلی کا عین دین ہونا از خود بنا کر اسکو داخل بدعت کیا اور زبردستی احدثنا کا مصداق
بنادیا ہے ہمنے دعوت جیوبلی کو صرف جائز کہا ہے لہذا وہ امرنا مین داخل نہین اور نہ بدعت ہے۔ ان باتون کو ڈاکٹر
صاحب نے بھی نہین سمجھا۔

اسلام ہی ہو؟ کیا ہل جزاء الاحسان الا الاحسان عمومیت پر دلالت نہین کرتا یا معظم از روے لغت اسی کو کہین گے جس کی از روے مذہب تعظیم کی جاوے؟ معظم وہ ہے جسکی تعظیم کیگئی ہو خواہ مین ہون خواہ آپ یا کوئی ہندو یا ملحد پس کیا ہمارا خدا سچ کہنے مین ہمسے مواخذہ کرے گا۔ کیا ملکہ وکٹوریہ از روے لغت معظم نہین ہین۔

آخر مین مین حضرت ظہیر الاسلام محبوب **الٰہی صاحب** رامپوری سے معافی چاہتا ہون اسوجہ سے کہ یہ مضمون اون کے جواب مین لکھا گیا ہے۔ مگر واضح رہے کہ آپ اور تم کے خطاب مین میرے مخاطب حضرت موصوف نہین بلکہ تمام فرقہ کے لوگ ہین اس وجہ سے وہ یہ نہ خیال فرماوین کہ اس مضمون پر صرف میرے خیالات ہی پر حملہ کیا گیا ہے۔

آخر مین خدا تعالی سے دعا کرتا ہون کہ ہم سب کو ایسی آنکھین دے جو زمانہ کی رفتار کو دیکھین اور [illegible] اور اپنے محسن کا شکریہ دل وجان سے ادا کرین۔ آمین۔

مکرر اینکہ مینے اس خط مین واقعات کا صرف مجمل اشارہ کیا ہے اگر مفصل لکھنا چاہون تو خاص ان ہی مطالب پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ مسلمانون نے اپنی حالت سلطنت مین جو غلطیان کی ہین وہ کوئی مخفی امر نہین ہے دور کیون جایئے آج کل سب مین پہلے ترکی سلطنت کو دیکھیے بیچارے سلطان **عبد الحمید خان** کا کام ہے جو اسکو چلا رہا ہے ورنہ قطع نظر خارجی دقتون کی اندرونی سازشون اور مشکلات کی بھی کچھہ حد نہین کمبخت عمائد اور وزرا کا یہ حال ہے کہ ہر وقت اپنی نفس کیہی فائدہ کی طالب ہین سلطنت جائے یا رہے۔ جہان سلطان وقت سے اپنے حسب منشاء فائدہ نہ پہنچا فوراً معزول کرنے کی سازش ہوتی ہے۔ جب سے عبد الحمید خان تخت پر متمکن ہوئے ہین پانچ چھہ بار نہایت مستحکم سازشون کا افشا ہوا ہے اور وزرا ماخوذ ہو چکے ہین۔ کیا عبد الحمید خان سے زیادہ کوئی سلطان ملے گا؟ ہرگز نہین۔ مگر یہ بدمعاش امرا مطلق اسلام یا سلطنت

کا فائدہ بمقابلہ ذاتی نفع نہین چاہتے ۔ یہی حال کابل کا ہے امیر اور غلز ئی لڑ رہے
ہین خواہ کسیکا قصور ہو مگر کیا طرفین مسلمان نہین ہین ؟ ایران مین بھی کافی انتظام
نہین ۔ مصر مین کل کا ذکر ہے کہ ایک طرف عربی پاشا تھے دوسری طرف خدیو ۔ علی ہذا
جنگ فرانس و طونس مین ایک طرف مسلمان والی طونس تھا ایک طرف رعایا ۔ مراکو
مین شاہ کو سوای بیبیان جمع کرنے کے کچھ کام نہین ۔ عربون مین ایک بھی سلطان کا
پورا خیر خواہ نہین رہین خود عرب مین تین سال رہا ہون اور میری پیدایش بھی خاص
طائف کی ہے جو حجاز کا مشہور شہر ہے) ہندوستان مین حیدر آباد ۔ بھوپال ۔ رامپور
کا حال آپ پر مخفی نہین ۔ سوڈان سے باہمی جنگ کی خبرین آئی ہین ۔ مہدی کے
مرتے ہی ترکی تمام ۔ میرے نزدیک ایک مدت تک مسلمانی حکومت مین کامیابی ہونا نہایت
دشوار ہے [illegible] ضروری امر اور [illegible] لکھا گیا

راقم آپکا سچا خیر خواہ محمد یونس خان افغان شروانی از دتاولی ضلع علیگڈھ مورخہ ۸ شوال ۱۳۰۷

ان کے بعد ایک **نامہ نگار شحنہ ہند** نے اسکے پہلے نمبر کے **جواب** مین مضمون
ذیل لکھا ہے جو اسی پرچہ شحنہ ہند مطبوعہ ۲۴ جولای مین درج ہے ۔ شحنہ ہند فرماتی ہین
ایک فاضل نامہ نگار لکھتا ہے کہ مضمون نزرگ رامپوری غایت جوش دلی و خلوص
باطنی سے نکلا ہے مگر بفہم ناقص پہلے مخاطب سے ہی بذریعہ مراسلت تصفیہ کر لیا ہوتا ۔
اس مسئلہ کی صورت یون ہی کہ اہل اسلام کو غیر اہل اسلام کی تعظیم و شکر گذاری جائز ہے
یا نہین نہ یہ کہ فلان شخص خلیفہ اسلام ہے یا نہین یہ تو بالکل غلط بحث ہی اسباب مین نص
عظیم الروم کو تہکم پر حمل کرنا تحریف و استہزا ٹھہرتا ہے یا نہین جس سے یہ مطلب نکلتا ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) اپنے خلق عظیم کے برخلاف محل ہدایت و دعوت
حسنہ مین استہزا سے کام لیا کرتے تھے اور مکر سے اختلاف کا اٹھانا بھی لا یزالون مختلفون
ولذلک خلقہم کے سراسر خلاف ہی امید کہ راقم ابو المکارم قبل از احقاق مذکور واپس لینگے

بلکہ نامہ نگار کا یہ کہنا بطور تہکم و ارادہ تنقیض نہین تو اسپر بھی وہی افسوس ہے جو پہلی صاحب نمبر ہوا ہے ۔

اور وادویں گے۔ راقم موصوف نے جن باتوں کو برا سمجھا ہے خود ان کا ارتکاب کیا ہے۔ یعنی الفاظ تعظیم جابجا مرقوم ہیں ویسے ہی ضمیمہ نصرۃ السنۃ نمبر ۱۔ سال رواں میں خاطر خواہ فیصلہ پرچہ کی تعریف و تکریم شکر و دعا موجود ہے۔ چنانچہ مطالب اشاعۃ السنۃ کے عین موافق ہے"۔

راقم ایک لوہارو کا رہنے والا محب محبوب اہلحدیث

ان کے بعد ایک معزز اہلحدیث ضلع دہلی؟ نے غنیم کے دوسرے فیر کے جواب میں مضمون ذیل لکھا ہے جو اسی پرچہ شحنہ ہند میں منقول ہے۔

جناب مولانا مکرم دام عنایتہ۔ السلام علیکم۔ شحنہ ہند مورخہ ۸ جون میں جن صاحب نے نسبت اشاعۃ السنۃ کے اعتراض کیا ہے کہ وہابی کہنے سے کچھ نقصان کسی کو نتھا پس یہ فعل مہتمم اشاعۃ السنہ نے فضول کیا یہ سمجھ ان صاحب کی بباعث عدم واقفیت ہے ان کو اصلیت اسکی معلوم نہیں۔ ڈاکٹر ہنٹر نے ایک کتاب انگریزی میں بطور دستور العمل کے لکھی ہے کہ جمیع حکام کو یہ کتاب دیکھنا چاہیے اور اس پر عمل ہونا چاہیے اور جن اشخاص کی یہ صفت معلوم ہو ان کو باغی سرکار سمجھنا اور ان کا قلع و قمع کرنا چاہیے اور نشانی اونکی یہ ہے کہ وہ لوگ تقلید کسی امام کی نہیں کرتے ہیں اور اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہیں اور کرتہ و پائجامہ ٹخنہ سے اوپر پہنتے ہیں اور ڈاڑہی انکی لنبی ہوتی ہے۔ مونچہ مونڈی ہوتی ہے اس قسم کے لوگ وہابی ہیں اور سرکار سے جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں اور جب کتاب ہنٹر صاحب کی کل حکام کے پاس پہونچی تب کل حکام اس قسم کے لوگوں کی تلاش میں ہوئے یہانتک نوبت پہونچی کہ جب میاں صاحب دہلی سے کسیطرف تشریف لیجاتے تمام اضلاع میں چٹھی خانگی کل حکام کے نام سے جاری ہوتی کہ مولوی نذیر حسین کہاں کہاں جاتے ہیں اور کیا کام کرتے ہیں حتے کہ جب ہماری یہاں آئے یہاں کے حکام کے نام چٹھی اس امر کی آئی اور تحقیقات یہاں کے حکام نے کی علے ہذا حافظ ابراہیم صاحب اروی وغیرہ پر نگرانی ہوتی رہی بلکہ اکثر ہمکو

* اس شہر کا لقب ہے گروہ اہلحدیث میں شیخنا و شیخ الکل سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی ۱۲ ایڈیٹر

خود اتفاق ہوا کہ جب کسی حکام کی ملاقات کو گئے اور انہون نے شکل ولباس ہمارا دیکھا
تب یہی کہا کہ آپ وہابی ہین چنانچہ حکام نے مولوی محمد حسین صاحب سے پوچھا کہ تمہارے
مذہب مین سرکار سے جہاد درست ہے یا نہین تب اونہون نے ایک کتاب لکھی اور بہت
علماء سے دستخط کرا کے بھیجی کہ ہم لوگ اہلحدیث کے مذہب مین بادشاہ سے جس کے امن
مین رہتے ہین جہاد حرام ہے اور تمام اخبار والے اسی کتاب ہنٹر کی کل بنیاد پر اہلحدیث
کو وہابی لکھتے ہین چنانچہ بہت سے لوگون نے اپنے کو اہل حدیث ظاہر کرنا چھوڑ دیا بلکہ
بخوف سرکار جب ان سے استفسار ہوتا تب یہ بیان کرتے کہ ہم مقلد ہین پس ایسی حالت
مین جو جان فشانی مہتمم اشاعۃ السنۃ نے کر کے سرکار کے ذہن مین یہ امر ثابت کر دیا کہ
اہلحدیث باغی سرکار نہین ہین اور نہ اون کے مذہب مین سرکار سے جہاد درست
ہے تب لفظ وہابی کے یک قلم موقوف کرنے کا کاغذات سرکار سے حکم کر دیا گیا پس
ایسے امر اہم کو بے فائدہ کہنا کیسی بے انصافی ہے آپ نامہ نگار صاحب کو لکھین کہ
ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب ملاحظہ کرین تب انکو معلوم ہو جائیگا کہ لفظ وہابی سے یہ مراد
جمیع حکام کی تھی یا نہین کہ یہ باغی سرکار ہین اور انکے مذہب مین جہاد سرکار سے
درست ہے۔

ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے جو اہلحدیث کو وہابی لکھا ہے اور مقلدین جو اہلحدیث کو وہابی کہتے
تھے اونکی اصل غرض یہ تھی کہ سرکار کو یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ عبد الوہاب اپنے کو
اہل حدیث کہتا تھا اور اس نے باوجود رعایا ہونے کے بادشاہ سے جہاد کیا پس یہ لوگ
بھی اوسی عبد الوہاب کے ہم عقیدہ ہین چنانچہ سید احمد نے اولاً ہنٹر صاحب کی کتاب کا
جواب لکھا اور اس مین اس امر کو ثابت کیا کہ ہندوستان کے اہل حدیث باغی سرکار
نہین ہین اور نہ ہم عقیدہ عبد الوہاب ہین علی ہذا مہتمم اشاعۃ السنۃ بھی اکثر اپنے پرچہ
مین عرصہ چار پانچ سال سے اس امر کو لکھتے آئے کہ اہلحدیث ہم عقیدہ عبد الوہاب نہین ہین

بلکہ خلاف اسکے ہین پس چونکہ سرکار اور مقلدین کسی شخص کو ہم عقیدہ عبد الوہاب سمجھکر وہابی کہتے تھے اور باغی سرکار سمجھتے تھے پس اس لفظ کو اہل حدیث کی ذات سے چھڑانا ضرور تھا - کوئی شخص جسپر مصیبت نہین پڑی اپنے گھر مین میٹھے بیٹھے کسی امر کو بے فائدہ سمجھے وہ قابل اعتبار نہین بلکہ دل شکنی و نفاق ڈالنا با خود ہے - بلکہ میاں صاحب سے اگر مقتضائے رائے ہو تو اس خط کو بھیجکر استصواب رائے کیجیگا - **راقم**[*] ازدربنگہ

ان کے بعد ہمارے محب صمیم و رفیق سلیم **منشی محمد حسین** صاحب تاجر دہلوی نے **غنیم** کے پہلے اور دوسرے فقیرون کے جواب مین مضمون ذیل لکھا ہے جو **شحنہ ہند** (۱۶) اگست ۱۸۸۷ء مین شایع ہوا ہے -

صاحب ایڈیٹر **شحنہ ہند** - ۸ جولائی ۱۸۸۷ء کے اخبار مین کسی پردہ دار نے سورت سے [illegible] لفظ [illegible] حقیقت نہین) طبع کرایا - مین نے ناہیہ مین دیکھا - مجھکو حیرت ہے کہ ایسے مضامین شحنہ ہند جیسے اخبار مین جو اہل حدیث کا خیر خواہ دلی ہے کیون طبع ہوئے - یہ مضامین بحق الحدیث سخت ضررناک ہین - شحنہ ہند سا اخبار تمیز نہ کرسکا کہ یہ مضمون الحدیث کے حق مین کانٹے بوتے ہین کیونکر ایسے معترضین کو اہل حدیث خیال کیا جاسکے - حضرت ظہیر الاسلام صاحب کا جواب تو جو کچھ اسلام کے سچے خیر خواہ مولانا محمد یونس خان صاحب رئیس اعظم دتاولی نے براہ قومی ہمدردی بوضاحت تمام دیا ہے اس سے اس خاکسار کو حرفاً حرفاً لفظاً لفظاً اتفاق ہے عام الحدیث کا بھی یہی خیال ہے اس سے زیادہ کیا جواب ہوگا امید ہے کہ اس جواب سے ظہیر الاسلام صاحب کی تشفی ہو گئی ہوگی دوسرے گمنام بزرگوار سورتی کا بجز اسکے کیا جواب ہے کہ تمام الحدیث وہابی کہلانے کو مزیل حیثیت جانتے ہین - ریمارک اخبار شحنہ ہند مطبوعہ یکم فروری ۱۸۸۷ء بھی ملاحظہ فرمائین - باقی جو کچھ گمنام صاحب نے لکھا خلاف واقعہ ہے اصلیت سے آگاہی نہین ہے اگر یہ بزرگوار اشاعۃ السنہ کو ابتدا سے ملاحظہ فرماتے

[*] راقم مضمون کا نام اخبار مین صاف نہین چھپا منشی محمد حسین صاحب دہلوی کے مضمون آیندہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حاجی احمد اللہ صاحب رئیس رحیم آباد ضلع دربھنگا ہین -

تو بحالت اہلحدیث ہونے کی ہرگز ہرگز انکی قلم سے فوارہ صفت الفاظ خلاف تہذیب بحق ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ سرزد ہوتے مجھکو
قوی امید ہے کہ اگر وہ اب بھی اشاعۃ السنۃ کو ملاحظہ فرمالیں آیندہ اعتراضات سے باز رہیں اور اشاعۃ السنۃ
کی کارروائی کو بازیچہ اطفال خیال نہ فرماویں بلکہ قومی خیرخواہی میں جو اشاعۃ السنۃ
کامیاب ہوا ہے دل سے حسد و بغض نکالکر اسکی داد تحسین فرماویں - اے حضرت گمنام
صاحب سالہا اشاعۃ السنۃ نے گورنمنٹ میں اہلحدیث کی وقعت کو جمادیا اور انکی
وفاداری کا پورا ثبوت دیکر داغ بغاوت جو دراصل ان کے دشمنوں کا اختراع تھا
مٹادیا اور لفظ وہابی کے استعمال کو حکما موقوف کرادیا جسپر نہ صرف ہزارہا اہلحدیث بلکہ اشخاص
و اعیان دیگر فرقہ ہاے اہل اسلام بلکہ ارکان مذاہب غیر اسلام نے اسکی ثناء
و تحسین کی نمبر ۷ و ۵ و ۱۱ جلد ۹ کو ملاحظہ فرمانا چاہیے مگر افسوس صد افسوس
سب اہل تحسین کے مقابلہ میں ایک شخص نے (جو درحقیقت گروہ اہلحدیث سے نہیں معلوم
ہوتا) اخبار [illegible] میں یہ اعتراض شائع فرمایا ہے کہ اب تک گورنمنٹ پر یہ امر مشتبہ
تھا کہ مسلمانوں میں کون سا گروہ وہابی ہے کیونکہ کوئی شناخت اس امر کی نہ تھی کہ وہابیوں
کے سر پر سینگ ہوتے ہیں یا اس کے تین سر اور پانچ ٹانگیں ہوتی ہیں - لیکن ایڈیٹر
اشاعۃ السنۃ نے تحریک کر کے گورنمنٹ میں ثابت کردیا کہ جن لوگوں کو وہابی کہا جاتا
ہے وہ ہمیں تو ہیں - اور اگر سکرٹری گورنمنٹ پنجاب یا کسی افسر نے ایڈیٹر صاحب کو
اپنی چٹھی میں وہابی لکھا تھا تو کیونکر معلوم ہوا کہ وہابی سے اسکی مراد باغی کی تھی بلکہ
گورنمنٹ کو تو اب تک یہ معلوم تھا کہ جس طرح مسلمانوں میں سنی شیعہ وغیرہ فرقہ ہیں اسی
طرح سے ایک فرقہ وہابی بھی ہے جن میں سے گورنمنٹ کا کوئی باغی و بدخواہ نہیں کیونکہ
انگلش عملداری میں باغی اور بدخواہ کا اگر کہیں ٹھکانا ہے تو رنگون کے ٹاپوں میں ہے
اس اعتراض کا مفصل جواب دینے سے معترض صاحب کی تیز زبانی اور مقفا و مسلسل تبرا
خوانی سے ہم ڈرتے ہیں اور بجز اس اجمالی جواب کے کچھ کہنا پسند نہیں کرتے - کہ اگر

ڈاکٹر ہنٹر وغیرہ اعیان کی پولٹیکل اصطلاح مین وہابی کے معنے باغی کے نہ تہے اور حکم گورنمنٹ کی صدور سی پہلے پنجاب و ہندوستان کے وہابیون کی فہرستین لکھی جاتی تہین اور ان فہرستون مین آپ کا نام درج نہ ہوا تہا اور پولیس اس گروہ کی نگرانی کے لیے متعین نہ تہا تو وکیل القوم ایڈیٹر اشاعة السنة سی بہت بڑا قصور ہوا کہ بوجوہ مذکورہ بالا گورنمنٹ سے اسکا ازالہ چاہا اور آپ جیسے بزرگون کی نسبت ایسے مقدس و مطہر خطاب "وہابی" کے استعمال کو موقوف کرایا اس گناہ کا کفارہ اور اس نقصان کا جبر ایڈیٹر اشاعة السنة کو یہ کرنا چاہیے کہ اس حکم سے معترض صاحب کو مستثنی کرا دین اور انکو وہی مبارک و مقدس خطاب "وہابی و نجدی" دلوا دین بشرطیکہ معترض صاحب نقاب چہرہ سے اٹہا دین اور اپنا اصلی نام و صورت ظاہر فرما کر دفتر مین اشاعة السنة کے درخواست ارسال فرما دین ... اشاعة السنة سفارش کرا کر خطاب وہابی کے نام سے معترض صاحب کو نامزد کرایا جاوے گا - مگر یہ ہوس یا امید دل مین نہ رکہین کہ یہ حکم کلیۃ منسوخ ہو جائے اور بجز آپ کے یا آپ کے بعض احباب در پردہ کے کوئی وہابی کہلائے - عام اہلحدیث وہابی کہلانے کو فریل حیثیت جانتے ہین - کیونکہ بغاوت گورنمنٹ سے ان کے مذہب مین حرام ہے اور تعظیم اور تکریم صاحب سلطنت ان کا مسلمہ مسئلہ ہے -

میرے اس مضمون سے اخی المکرم ڈاکٹر **فیض محمد خانصاحب** افسر الاطباء ریاست نابہہ کو بہی اتفاق ہے مین آجکل نابہہ سے ہی واپس آکر آپکو یہ نیاز نامہ روانہ کرتا ہون امید کہ آپ حرف بحرف طبع فرما کر مشکور فرمائین گے - آخر مین جناب **رئیس الموحدین حاجی احمد اللہ** صاحب رئیس اعظم رحیم آباد سے اتفاق کر کے وہی بات لکہتا ہون جو اونہون نے لکہی ہے کہ ایسے مضامین سے جو سورتی صاحب نے لکہے ہین موجب شقاق و نفاق ہے جسکا ثمرہ بجز نقصان اور کچہ نہین امید کہ آئندہ آپکے اخبار گرامی مین ایسے مضامین

پر قلم نہ اٹھایا جائے کیونکہ یہ اخبار الجدیث کا ہے اس مین خیر خواہی الجدیث ہونی چاہیئے
نہ کہ پردہ مین الجدیث کی بدخواہی" بیشک تمام الجدیث کا اسپر اتفاق ہے جیسا کہ
خان ذیشان مولانا محمد یونس خانصاحب نے لکھا - والسلام -

راقم عاجز محمد حسین عافاہ اللہ فی الدارین - دہلی بازار فتحپوری - ۱۲ اگست ۱۸۹۶ء

اس دوست نے ایک مضمون ان دونون فیرون کے **جواب** مین لکھا ہے جو شحنہ ہند
۸ ستمبر ۱۸۹۶ء مین شائع ہوا ہے - اور وہ یہ ہے -

اخی المکرم مولانا **احمد حسن صاحب** شوکت سلمہ اللہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ -
افسوس میرا خط شحنہ ہند مین حرف بحرف طبع نہین ہوا - اس سے تو بہتر تہا کہ آپ میرا
مضمون طبع ہی نہ فرماتے اگر عمداً ایسا کیا ہے تو سخت افسوس ہی - کاتب سے اسقدر غلطی
کا ہونا ممکن نہین - آپکا اعتراض خلاف واقعہ ہے اگر سچ سچ ہندوستان
اور پنجاب مین وہابیون (گورنمنٹ کے باغیون) کا کوئی گروہ موجود تہا میری رای
مین تو معزز نامہ نگار کا محض حسن ظن ہے کہ ہندوستان مین وہابی موجود تہے اور اب
بہی موجود ہین" اے حضرت یہ اعتراض جب صحیح ہوتا کہ میرے خط مین آپ یہ لکھا پاتے
مین نے تو وضاحت لکہدیا ہے کہ اشاعۃ السنہ نے گورنمنٹ مین الجدیث کی وقعت
کو جما دیا اور انکی وفاداری کا ثبوت دیکر داغ بغاوت جو در اصل اون کے دشمنون کا
اختراع* تہا مٹا دیا الخ اور اخیر خط مین **حاجی احمد اللہ** صاحب کی تحریر سے
بہی اتفاق کیا تہا - کیا حضرت میان صاحب قبلہ مدظلہ العالی وہابی اور باغی تہے جو انکی
نگرانی کیجاتی تہی - یہ تو مشہور اور معروف بات تہی کہ حضرت **میان صاحب**
الجدیث ہندوستان کے مقتدا اور پیشوا ہین پہر وہابی سمجہکر ان کے ساتہہ کیون ایسا
عمل ہوتا تہا - جیسا کہ حاجی احمد اللہ صاحب کی تحریر سے ظاہر ہے - پہر ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ
نے کونسا کبیرہ گناہ کیا جو ایسی تکالیف لایعنی کو قوم سے دور کر دکہایا - اور اسپیر

* انکا پہلا مضمون اس نمبر کے صفحہ ۳ مین ملاحظہ ہو -

بقول آپکے اصلی اہلحدیث* اخباروں مین نکتہ چینی کرین اور رسمی اہلحدیث سی بلکہ آپ سے بھی بدرجہا اچھے ہون - مین سچ کہتا ہون یہ اہل حدیث ویسے ہی ہین جیسے مین خط سابق مین لکھہ چکا ہون کہ "یہ ایک شخص شکل بشکل اہلحدیث ہے اور انکی ظاہری شکل برائے اکل کی مصداق ہے" اور مین انکو انکے لب ولہجہ سے ایسا ہی پہچانتا ہون جیسا وہ اپنے آپ کو وغیرہ" اس عبارت کو برعایت سورتی صاحب آپنے طبع نہین فرمایا اگر یہہ واقعی اہلحدیث ہوتے تو بمقتضائے اخوت اسلامی اڈیٹر اشاعۃ السنۃ سی براہ راست اپنے سب اعتراضات کا جواب حاصل کرتے نہ کہ بے اصل نکتہ چینی فرماکر اپنا عزیز وقت ضائع کرکے باہم اہلحدیث مین تفرقہ دلوانے کی بنیاد ڈالتے جن کو آپ بھی خیر خواہانہ نکتہ چینی کا مجرم اپنی رائے مین تحریر فرماتے ہین - کیا خوب بزعم جناب یہ تو خیر خواہانہ نکتہ چینی کا حال ہے کہ سقدر عظیم الشان کارروائی کو بازیچہ اطفال قرار دیا ہے آیندہ دیکھیے بدخواہانہ نکتہ چینی کی کہان تک انتہا ہوتی ہے یہ خوش فہمی ہے اگر یہ صاحب بقول آپ کی واقعی اہلحدیث ہین تو اب تک قرآن وحدیث شریف نے انپر اپنا اثر نہین کیا ورنہ ایسے ناجائز اعتراضات خلاف تہذیب شایع فرماکر اہل حدیث کی مخالفون کو نہ ہنساتے - میری رائے مین اڈیٹر صاحب اشاعۃ السنۃ اہل حدیث کی دلی خیر خواہ ہین اور ۹ برس سے قومی خیر خواہی مین ثابت قدم ہین - ۳۱ - مارچ ۱۸۸۷ء کے سارٹیفکیٹ مین سر چارلس ایچیسن صاحب بہادر سابق نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب لکھتے ہین کہ "ابوسعید محمد حسین فرقہ اہلحدیث کے ایک سرگرم مولوی اور فرقہ اسلام کے وفادار اور ثابت قدم وکیل ہین - ان کی علمی کوششین لیاقت سی ممتاز ہین وہ نیز ملکہ معظمہ کی وفادار رعایا مین سے ہین" - بیشک اہل حدیث بہت جلد قومی ترقی حاصل کرسکتے ہین اگر انکی رائے کا اتباع کیا جائے اڈیٹر صاحب اشاعۃ السنۃ نے جملہ حالات ماوقع لکھنے کے بعد جو نتیجہ تجویز بحق اہلحدیث نکالا ہے وہ بہت عمدہ ہی دیکھو اپریل فول اہلحدیث" اور اہل

* یہ خطاب راقم مضمون کو اڈیٹر شحنہ ہند نے دیے ہین -

حدیث کو لیے ترقی کی تحدیث" (نمبر ۱۱ جلد ۹۔ اشاعۃ السنۃ) اس تجویز سے اکثر اہلحدیث کو جو اتفاق کے طالب ہین متفق پایا ہے۔ آپ ہی ایمان سے فرمائین رفق و ملاطفت اور اتفاق اچھا ہے یا نفاق و شقاق۔ حضرت من اتفاق سی بہتر کوئی بات نہین۔ مین امید کرتا ہون کہ تہوڑے زمانہ مین آپکے خیالات کی بہی اصلاح ہو جائیگی۔ اول اول ایڈیٹر صاحب اشاعۃ السنۃ نے بہی ایسے ہی زور شور سے "ہل من مبارز" کا نقارہ بجا رکہا تہا جیسی آجکل آپ کی اخبار کی حالت ہے۔ مگر ای حضرت باہمی مجادلہ و معرکا یہ بند ہونا چاہیے۔ لو حضرت۔ آپ اور آپکے معترضین اصلی اہلحدیث رہی اور ہم بقول آپ کی رسمی ہی سہی۔ اپنے گہر مین مخالفت کر کے کیون مخالفین کے ضحک کی باعث ہوئے هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی اللہ تعالی شقاق و نفاق سی بچائے مین معافی مانگتا ہون جو کچہ آپ کو اور آپکے معترضین کو میری تحریر سے رنج ہوا ہے۔ ضمیمہ شحنہ ہند ۱۶ اگست مین رفیقی مولانا محمد حنیف خان صاحب امام مسجد رجبین بازار میرٹھ نے مشیر قیصر کا جواب کافی تحریر فرمایا ہے اوس کے دیکھنے سے موجب مشکوری امام صاحب ہی جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء جواب اسکو کہتے ہین حدیث و قرآن کی تائید اسکا نام ہے مرحبا جزاک۔ والسلام و نیاز ۱۹ اگست ۱۸۸۶ء

راقم بندہ محمد حسین عافاہ اللہ فی الدارین۔ از دہلی۔ بازار فتحپوری

ان کے بعد ایک اور صاحب نے غنیم کے دوسرے فقیر کے جواب مین مضمون ذیل لکہا ہے جو شحنہ ہند یکم ستمبر ۱۸۸۶ء مین شائع ہوا۔

جناب من۔ اخبار شحنہ ہند مطبوعہ ۱۶ اگست ۱۸۸۶ء مین ایک مراسلہ منجانب مولوی محمد حسین صاحب دہلوی فتحپوری طبع ہوا ہے جسمین م۔ ق۔ صاحب کے مراسلہ کا جواب دیا گیا ہے (جس کے انطباع کی تاریخ مجہکو یاد نہین ہے اور نہ مین بحالت سفر اوسکو تحقیق کر سکتا ہون اسوجہ سی مین ناظرین سے معافی چاہتا ہون۔ مگر

جو لوگ شحنۂ ہند کے دیکھنے والے ہین انکو اوسکا ماحصل ضرور یاد ہوگا) اور اوسپر آپکا (ایڈیٹر صاحب شحنۂ ہند کا) ایک حاشیہ اور بعد اختتام مراسلہ ایک ریمارک بھی مندرج ہے ۔ مین اپنا اتفاق رائے مولوی محمد حسین صاحب مراسلہ نویس ثانی سے اور اختلاف م ۔ ق ۔ صاحب سے ظاہر کرنا چاہتا ہون جو میرا اور ہر سچے خیر خواہ اہلحدیث کا فرض ہے مین یتسلیم کرتا ہون کہ حسب بیان شحنۂ ہند م ۔ ق ۔ صاحب سورتی وہابی اپنے زعم مین فرقہ اہل حدیث کی (جو یک زبان ہوکر اپنے وہابی ہونے سے انکار کرتا ہے جس کے مختصر وجوہ مین اس ہی مراسلہ مین بیان کرون گا) خیر خواہ ہین مگر مین یہان اس مضمون سے بحث کرنا نہین چاہتا کہ درحقیقت خیر خواہ اہل حدیث ہین یا نہین بلکہ بحث یہ ہے کہ اونہون نے مضمون مذکور آیا مطابق منشائے جمہور اہل حدیث لکھا ہے یا نہین ؟ ۔

[illegible] ابوسعید محمد حسین صاحب نے جو کوشش اہلحدیث کی لقب وہابی موقوف کرانے مین کی اوس سے سوائے م ۔ ق ۔ صاحب اور ایک دو اونکے ہمخیالون کے تمام اہل حدیث نے اتفاق کیا ۔ اور بروقت منظوری گورنمنٹ یک زبان ہوکر سب نے اظہار خوشی کیا ۔ جسکا ثبوت وہ تمام اخبارون کا انتخاب ہے جو فرقہ اہلحدیث سے منتصب نہین ہین عام اس سے کہ فرقہ اہل حدیث کے ہاتھ مین ہین یا سوائے ان کے) اور جو رسالہ اشاعۃ السنۃ مین مسلسل طور پر شایع ہوا ہے ۔ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ مولانا موصوف نے ایک اشتہار شایع کیا تھا جسپر چند ہزار اہل حدیث نے دستخط کیے اور بالاتفاق سب نے منظور کیا ۔ اشتہار مذکور کا مضمون یہ تھا کہ جو اہل حدیث لفظ وہابی کو ازالہ حیثیت خیال کرتے ہون وہ اسپر اپنے دستخط ثبت کردین ۔ اور بموجب اسی اشتہار کے گورنمنٹ نے خطاب وہابی کی موقوفی کا حکم دیا ورنہ بیچارے* اکیلے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کی کون سنتا

* خدا ہی کو تو بجز غنیم جو تینون مضامین کا راقم ہے کوئی دوسرا مخالف نظر نہین آتا ۔ #

تہا اگر بہتر ہے کہ حضرت م۔ق۔ اور اون کے موئدین گورنمنٹ کو ایک عرضی دین اور درخواست
کرین کہ ان صاحبون کو یہی لقب گورنمنٹ کیطرف سے بطور اعزاز عنایت فرمایا جاوے تا
کہ "اہلحدیث" اور "وہابی" الفاظ کا مصداق گورنمنٹ کو جدا جدا معلوم ہوجاوے اور گورنمنٹ کو معلوم
ہوجاوے کہ ہندوستان مین ایک پانچوان گروہ مقلدین کا اور موجود ہے جو تابع عبدالوہاب کے
کا ہے نہ کہ حدیث رسول اللہ کا۔ **ثانیاً** وہابی منسوب ہے طرف **عبدالوہاب نجدی**
کے اور یہ نام ہے ایک گروہ کا جسکا آغاز نجد سے ہوا ہے اور جو اپنے کو ان کا تابع خیال
کرتے ہین اور جنکی بہت سی منسوب مسائل پر علمائے اہل حدیث ساکنان ہند نے اعتراضات
کیے ہین۔ **اول** اون کا یہ مسئلہ بیان کیا جاتا ہے کہ جہاد تمام مقلدین اور عیسائیون
اور اہل حدیث سے جو اون کے مسائل کو تسلیم نہ کرین ہر صورت مین فرض عین ہے اور
اونہین کے عقاید کے رو سے ہندوستان دار الحرب ہے اور یہ دونون مسئلے منجملہ اور ان کے
[illegible] اہلحدیث محمد عبدالوہاب
نجدی کو مثل مقلدین کا فر مطلق نہین خیال کرتے اور نہ اِن سب مسائل کو یقین کرتے
ہین جو بوجہ کثرت مخالفین اون کیطرف منسوب کیے جاتے ہین بلکہ اکثر کی نسبت ہمارا خیال
ہے کہ وہ اتہامات محض ہین بلا اشتباہ اہلحدیث اُن کو ایک اچھا شخص تصور کرتے ہین
جنہون نے دنیا سے بہت سی بت پرستیون کو معدوم کیا اگر اونہون نے کوئی غلطی کی تو
اون کے ساتھ ہم بھی ہم اونکے مقلد نہین ہین اور نہ ہم اونکے قول کو خواہ مطابق حدیث
ہو یا نہو واجب العمل سمجھتے ہین۔ ان وجوہ سے ہمکو وہابی کہلانے سے عار آتا ہے جیسا
کہ حنفی یا شافعی کہلانے سے ہم تو صرف اہلحدیث یا مسلم کہلانا پسند کرتے ہین نہ کہ زیدی
عمروی۔ بکری۔ خالدی۔ پھر ہم کیونکر وہابی ہونا اپنا کسر شان نہ سمجھین اور کیونکر وہ
تمام اتہامات اپنے اوپر عائد کرین جو نجدی وہابیون کی نسبت لگائے جاتے ہین اگر
کوئی مخالف ہمارے ذمہ الزام لگاوے کہ جب تم نے یہ تسلیم کیا کہ بعض اعتقادات

اعتقادات محمد عبد الوہاب گو ایسے ہین جنکی وجہ سے برٹش گورنمنٹ کی ساتھہ جہاد ضروری ہوتا ہے باوجود اس کے تم اوسکو ایک بزرگ شخص تسلیم کرتے ہو اس سے تمہارے خیالات بہی باغیانہ ثابت ہوتے ہین۔ اوسکا جواب یہ ہی کہ اول تو ہم لوگ اون اتہامات کو پورے طور پر یقین نہین کرتے جو محمد عبد الوہاب اور اوسکی پیروؤن پر لگائے جاتے ہین کیونکہ ہم تک جو اون کے خیالات پہونچے ہین وہ مخالفون کے ذریعہ سے پہونچے ہین (جیسا کہ ہین سابقا بیان کرچکا ہون) ورنہ ہمکو پورے طور پر اون کے کتب پر دسترس ہے اور نہ اونکے ہمارے آمد و رفت۔ دوم مذہبی اعتقاد شئے دیگر ہے اور دنیاوی حکمت عملی دوسری چیز ہے ممکن ہے کہ ہم بعض اصول کیوجہ سے اونکے موید ہون مگر فروع اور دنیاوی حکمت عملی کے مخالف ہون (چنانچہ دونون باتین ہین) مین مقلدین سے دریافت کرتے ہون کیا [illegible] سے تحریر نہین کیا ہے۔ اور کیا کوئی سُنی مسلمان بہی ایسا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ کو تمام امت سے بعد ابو بکر اچہا نہ سمجہتا ہو (واضح ہو کہ بعض مقلدین لفظ "سُنی" و "اہل سنت والجماعت" کا اطلاق بمقابلہ اہلحدیث کرتے ہین اور اونکی متابعت بعض ہندو اخبارات نے بہی بعض خبرون کے بیان مین کی ہے۔ یہ فریق اول کا تعصب اور نادانی کی نا واقفیت ہی بلکہ مقابلہ اہلحدیث کا مقلد یا حنفی سے کرنا چاہیے کیونکہ اہلحدیث ہمیشہ سے ترتیب خلافت کو اوسیطور پر تسلیم کرتے ہین جو مذہب اہلسنت والجماعت کا ہے اور خلیفہ اول کو بالاتفاق تمام خلقت پر بعد انبیا کے ترجیح دیتے ہین انکے بعد **خلیفہ ثانی** کے کثرت فضائل کو یقینی تصور کرتے ہین وعلی ہذا **خلیفہ رابع** کا مرتبہ **خلیفہ ثالث** سے استحقاق خلافت مین بدتر خیال کرتے ہین۔ ومن قال سوی ذالک فقد قال محالا ونیز اہلحدیث تمام ائمہ اہلسنت وجماعت کو اپنے پیشوا اور واجب التعظیم سمجہتے ہین مگر نہ اس طور پر کہ صرف ایک کا کہنا آنکہہ بند کرکے

مانین اور دوسرے سے قطع نظر کرین ۔ جماعت اہلحدیث کو چاہیے کہ اگر کسی ہندوستانی اخبار کی وہ خریداری کرتے ہون اور وہ بوجہ جہالت اسطور کا مقابلہ کرے فوراً اوسکو غلطی پر مطلع کرین اور درخواست کرین کہ اوسکی تصحیح کرے ۔ یہ جملہ معترضہ بھی فائدہ سے خالی نہین ہے)۔ باوجودیکہ حضرت عمر کی خاص ناموری کثرت فتح بلاد و جنگہائے چند در چند کی وجہ سے ہوئے ہے مگر اصل یہ ہے کہ اوس زمانہ کے متعلق وہی احکامات اور مصالح تھے کیونکہ سوائے مسلمانون کے تمام اقوام ایک وحشت* کی حالت مین تھین اور آج ہماری فاتح قومین شائستگی مین ہمسے بدرجہا بڑہے ہوئے ہین اور ہمارے ساتھہ نہایت عمدہ برتاؤ کرتے ہین اسوجہ سے ہم اس زمانہ مین بہت سی مقلدین کی حکمت عملی کی پابندی خلاف اپنے فرائض کے جانتے ہین ثالثاً ہمارے لقب وہابی کو نہ پسند کرنے کی یہ وجہ ہے کہ گورنمنٹ کی چند برسون سے نقش خاطر ہو گیا تھا کہ مسلمانون مین ایک فرقہ وہابی نامی ہے جو پرجوش جنگ اور لڑائی کا سرغنہ ہے اور ہندوستان کے اہلحدیث کو بھی اونہین مین خیال کیا جاتا تھا ۔ جسکا ثبوت سیکڑون انگریزی اخبارات کے آرٹیکل اور منتظمان ہند کی رائین اور مقامی حکام کی رپورٹین ہین جو گورنمنٹ ہند کے روبرو وقتاً فوقتاً پیش کی گئین ہین ۔ منجملہ اونکے میرسپل گریفن کے زہرآلود کارنامہ مین جو انہون نے مولوی صدیق حسن خانصاحب کی نسبت گورنمنٹ کو لکھے ہین ۔ اکثر یہ غلط فہمیان مخالفین اور حاسدین کی پیدا کی ہوئین تہین جنکی منشا کو انگریزی حکام نے نہ سمجھا اور اہلحدیث کی آزاد گروہ کو (جسکا امتیاز دیگر مسلمانی فرقون سے صرف اپنی رائے پرسنل پروٹسٹنٹ کو زور دینا ہے نہ اندہی تقلید کی ہموار راہ پر چلنا) ایک پرخوف جنگجو شورہ پشت فرقہ وہابیہ سمجھ لیا ۔ اسکی وجہ یہ بہی تہی کہ گذشتہ زمانہ مین کچھ ایسے لوگون نے جنکو اہلحدیث واجب التعظیم سمجھتے ہین مختلف طوائف الملوکی کی جنگون مین مثل دیگر اقوام ہند کے شرکت کی مثل مولانا محمد اسمعیل صاحب# شہید مرحوم وغیرہ ۔ مگر گورنمنٹ

* اس بیان مین راقم مضمون سے دو غلطیان ہوئی ہین ایک مسئلہ تفضیلیت و استحقاق خلافت مین جو ہمارے مضمون فضیلت نمبر ۴ جلد ۹ کے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم ہو سکتی ہے دوسرے یہ کہ حضرت عمرؓ کا جہاد زمانہ وحشت سے مخصوص تھا ہمارے نزدیک حضرت عمرؓ وغیرہ صحابہ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جہاد کیے ہین وہ شائستگی اور تہذیب کے زمانہ مین بھی ہو سکتی ہین ۔ اور ابتک مہذب اقوام کرتی ہین (دیکھو رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد) ۔

یہ اس مضمون کی تیسری غلطی ہے مولانا اسمعیل مرحوم کی لڑائی از قسم جنگہائے طوائف الملوکی نہ تھی اور نہ برٹش گورنمنٹ کے مقابلہ مین وہ تو محض ڈیفنسو لڑائی تھی اور مذہب اسلام کو ناجرم (قوم سکھان) کے مقابلہ مین تھی جو ہمیشہ کے لیے مشروع ہے (دیکھو رسالہ اقتصاد)

نے یہ غور نکیا کہ اوس زمانہ مین وہ کون سا فرقہ تہا جس نے گورنمنٹ کی مقابلہ مین کچہ نکچہ کیا ہو۔ کیا ہندو و غدر کرنیوالے اور جنگجو مرہٹہ اور سکھ بہی وہابی تہے ؟۔

ہم اگر مولانا اسمعیل شہید مرحوم و سید احمد صاحب بریلوی مغفور کی معرف ہین تو اونکی علمیت و پابندی قواعد شرع و اتقاء و کوشش موقوفی رسوم بت پرستی از مسلمانان کیوجہ سے ہین۔ نہ انکی پولیٹیکل حکمت عملی اور جنگ آوری کیوجہ سے۔ علاوہ ازین یہ وہ لوگ ہین جنکی بزرگی کو تمام مقلدین بہی تسلیم کرتے ہین کیا وہ بہی وہابی ہین ؟ اون کی بزرگی مین تو ایک مسلمان کو کلام نہین ہے۔ کیا بڑے بڑے سرگروہ مقلدین عالمگیر شاہ ہند کی بوجہ اصول جہاد کے بڑہ بڑہکر تعریف نہین کرتے ہین ؟ ورنہ ایک مقلد ہمارے سامنے آے جو عالمگیر کو مذہبی طور پر برا سمجہتا ہو۔ آخر عالمگیر تو ایک بڑا کٹا حنفی تہا۔ حنفیون نے دنیا مین دو ہزار جنگین برپا کین مگر ہمکو کوئی ثابت کرے کہ متقدمین اہلحدیث [illegible] متقدمین * سے امام بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد وغیرہ اور اون کے اتباع ہین جو نہایت پاک اور سچے اہلحدیث تہے یہ آخری عبارت مین نے بمقابلہ گورنمنٹ لکہی ہے اب بمقابلہ م۔ ق۔ صاحب لکہتا ہون کہ ای حضرت بیشک ابتک گورنمنٹ کو یہ یقین تہا کہ ہندوستان مین ایک گروہ ہے جس کے سر پر سینگ ہوتی ہین اور انکے تین سر اور پانچ ٹانگین ہوتی ہین اور وہ خیال آپ اور محمد وال لوگون ہی کی نسبت تہا بلکہ اس سے بہی زیادہ ہم لوگ گورنمنٹ کی نگہ مین ملوث تہے۔ آپ اور آپ کے امثال کیا معلوم ؟ بقول کسی سے مین تالاب مین مچہلیان کچہ فراہم وہی انکی دنیا وہی ان کا عالم + آپ کس روز گورنمنٹ کی پولیٹیکل ہنیر کہکہوڑنے گئے تہے تاکہ آپ کو ان کا غدات کا نیستار النظر آتا جس مین آپ اور ہم دونون ہیچ مچ کے غول بیابانی بنائے گئے ہین۔ یا آپنے کب ہمیشہ لنڈن ٹیمس ڈیلی نیوز۔ اسٹینڈرڈ پانیر ملٹری گزٹ۔ انگلشمین ٹیمیر

---

* متقدمین اہلحدیث بہی ان لڑائیون کے جو حضرت عمر سے واقعہ ہوئی ہین مخالف نہ تہے کیونکہ وہ لڑائیان [illegible] انصاف کے مخالف نہ تہین دیکہو رسالہ "اقتصاد فی مسائل الجہاد"۔

اہلحدیث کی رای متفق ہے۔ اگر کسی خاص معاملے مین اونہون نے رائے ہماری سمجہ کے مخالف دی تو انکو قصوروار ٹھہرانا عبث ہی۔

مین شحنہ ہند کے اوس حاشیہ اور ریمارک سی بہی متفق نہین ہون۔ جو اسی پرچہ مین لکہا گیا ہے (جس مین مولوی محمد حسین صاحب دہلی فتحپوری کے مضمون پر گویا ریویو کیا گیا ہے۔ حاشیہ کا جواب تو مین ضمناً سابق مین دے چکا ہون اور ریمارک مین معاملہ حاجی عبد العزیز دہلی کا جو اشارہ کیا گیا ہے میرے نزدیک اگر اشاعۃ السنۃ نے کوئی رای دی تو وہ اسکی ذاتی رائے تہی اس رائے کی وجہ سے یہ ضرور نہین کہ حاجی عبد العزیز صاحب کی کوشش کا ثواب جاتا رہی اون کو اپنی نیت پر نظر کرنا چاہیے اور ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ کی نیت پر اگر دونون کی نیت درست ہی تو دونون مثاب ہون گے۔ لیس للانسان الا ما سعی — اختلاف امتی رحمۃ

اس سی یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ مین ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ کو فرشتہ خیال کرتا ہون یا ان سے غلطی ہونا ناممکن ہے (کیونکہ بحث تفضیل وغیرہ مین جو اونہون نے مضامین لکہے تہے اس سے مجہکو اور عام[*] رای کو بہت اختلاف ہی) مگر البتہ ان خاص کوششون مین جو انہون نے حسب منشاء اہلحدیث کی ہین (اور جو نہایت قیمتی ہین) اختلاف پیدا کرنا ناپسند کرتا ہون اور مین نہین بلکہ کل اہل الرائے اہلحدیث۔

سابق مین قوم کے خیرخواہ محمد یونس خان ساکن دتاولی ضلع علیگڈہ نے ایک طویل مضمون لکہا تہا (جس کے طبع ہونے کی تاریخ مجہکو اسوقت یاد نہین ہے) جس مین اپنے فرقہ کو بڑی نصیحتین کی تہین۔ اور اپنی قوم کے سچے نقائص ظاہر کیے تہے تاکہ لوگ ان کو ترک نہ کردین۔

سنا گیا ہے کہ بعض لوگون نے اوس مین تلخی حق دیکہکر اعتراض کیا۔ مگر یاد رکہو کہ تمہارا اچہا دوست وہ ہے جو تم کو تمہارے عیوب سے مطلع کرے۔ اور تمہارا اچہا دشمن وہ

[*] یہ اس مضمون کی چوتہی غلطی ہے عام رائے سے عامیون کی رائے مراد ہے تو وہ لائق اعتبار نہین خواص کے عموم رای کا دعوی ہے تو یہ غلط ہی خواص مقتدا مختلف صوبجات ہند مسئلہ تفضیل مین ہماری رائے کی اتفاق رای ظاہر کرچکے ہین از انجملہ شیخنا و شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب ہین جنکی ایک تحریر ہمارے مضمون کی مصدق جس مین حافظ عبد العظیم صاحب ناگپوری کی توثیق ہے شحنہ ہند مع جولائی کے پرچہ ۶ مین چہپ چکی ہے مولانا کی اصل عبارت یہ ہی اس امر مین

سکہ ام

ہے جو تم سے تمہارے عیوب کو چھپاوے اگرچہ اپنے زعم مین تمہارا دوست ہو مگر نادان
بالطبع اپنی تعریف سننا چاہتا ہے گو باطل ہو بمقابلہ مذمت ۔ گو حق ہو ۔ یہ کام کہ تمہارے
عمدہ اصلاحون سے جلو اور تم مین نقائص کا پیدا ہونا پسند کرے ۔ **مشیر قیصر** اور اسکو
ہمخیالون کا ہے ۔ اور یہ کام ہمارا ہے کہ تمہارے موونہہ پر تمہاری تعریف کرنے سے
تمہارے عیوب کا تم پر ظاہر کرنا پسند کرتے ہین ۔ چونکہ **محمد یونس** خانصاحب کے
مضمون کو مین پسند کرتا ہون بلکہ اوسکا ہر فقرہ گویا میرے دل سے نکلا ہے اسوجہ سے
اگر کوئی صاحب اوسپر بذریعہ اخبار اعتراض کرین اس طرح پر کہ اوس مین کوئی بات خلاف
واقعہ ہے تو اسکا جواب میرے ذمہ ہے یہ نہین کہ صرف یہ کہا جاوے کہ اپنے ہی فرقہ پر
ہاتھہ صاف کیا یہ دیکھو کہ حق ہے یا ناحق ۔

اخیر مین مین بدون نہایت سخت اعتراض کے اوس سخت فقرہ پر جو م ۔ ق ۔ صاحب نے
[illegible] تحریر کیا ہے اور جو ایک نہایت
بد تہذیب مقولہ کے الفاظ بدلکر استعمال کیا گیا ہے اپنے قلم کو نہین رکھہ سکتا ۔ اس مین
شک نہین کہ ایسی انشا پردازی سخت قابل نفرین ہے خصوصاً جبکہ اپنے ہم مشرب بزرگ
کے مقابلہ مین استعمال ہو ۔ **راقم** ۔ جمہور کے خیالات ۔

ان مضامین کے علاوہ تین مضمون اور ہماری **تائید** مین لکھے
گئے اور وہ اسی شحنہ ہند مین چھپے ہین **ایک مضمون** امام صاحب مسجد رحین
بازار میرٹھہ کا جو ہمارے مضمون **جیوبلی** کی تائید مین ہے اور وہ ضمیمہ **شحنہ ہند**
۱۶ ۔ اگست ۹۷ء مین شائع ہوا ہے ۔ **دوسرا مضمون** عبد الجبار صاحب
عمرپوری کا جو مضمون "**وہابی**" کی تائید مین ہے اور وہ **شحنہ ہند** ۲۴ ستمبر
۹۷ء مین شائع ہوا ۔ **تیسرا مضمون** ڈاکٹر **فیض محمد** خان صاحب کا
جس مین ڈاکٹر صاحب نے خانصاحب محمد یونس خان اور ہمارے غنیم مین محاکمہ کیا ہے

اور غنیم کے تیسرے گولہ کا کافی جواب دیا اور پورا ڈیفینس کیا ہے۔

ان مضامین کی نقل و اشاعت کو ہمنے بوجوہ ذیل مناسب یا ضروری نہین سمجھا۔

پہلے مضمون کو اسلیے کہ وہ اگرچہ درحقیقت ہماری غنیم کا پورا جواب ہی مگر اس مین بظاہر اڈیٹر مشیر قیصر کو مخاطب کیا گیا ہے۔ جنکی ساتھہ تخاطب و تکلم ہم مدت سے ترک کر چکے ہین۔ اور اُن کی حاسدانہ اور ناواقفانہ نکتہ چینی کا اثر بہی ہماری جماعت و ناظرین پر کچھ نہین پڑ سکتا ہے لہذا اوسکی مدافعت و مقاومت کی ہمکو کچھ ضرورت بہی نہین ہے اڈیٹر مشیر قیصر سے تعجب ہی کہ باوجود عہد ترک مخاطبت پہر وہ ہم سے کیون مخاطب ہوئے۔ جب کہ انکو یہ بہی علم تہا کہ ہم انکی مخاطبت ترک کر چکے ہین۔ انکی مخاطبت تو اڈیٹر شحنہ ہند ہی سے مناسب ہی جو انکی پوری [illegible] اصلوات آیندہ ہی وہ اس امر کو ملحوظ رکہین دوسرے مضمون کو اس لیے نقل کرنا مناسب نہین سمجھا کہ گو اس مین ہمارے مضمون ”وہابی“ کی پوری تائید کی گئی ہے مگر ہماری مضمون ”اپیل فول والحدیث اور الحدیث کے لیے ترقی قومی کی تحدیث“ پر بے ادبی* و بدتہذیبی سے نکتہ چینی کی گئی ہے۔ اب اگر ہم اس بے ادبانہ نکتہ چینی کو بلا جواب نقل کرتے تو اُسکا اثر بد ہماری قوم پر پڑنے کا اندیشہ ہوا اور اگر اسکی ساتہہ ہی اسکا جواب دیتے ہین تو ایک نئی (اور پہر شخصی) بحث قائم ہوتی ہے جسکو ہم پسند نہین کرتے۔ لھذا اس مضمون کا فائدہ اٹہانے کی نسبت اوسکے ضرر سے بچنا بہتر اور اس مضمون کا نقل کرنا نامناسب سمجھا گیا۔

عہدیانہ نکتہ چینی و معودیانہ مخالفت پر ہم اور دوسرے منصف مزاج کبہی آشفتہ § نہین

* اس مضمون کی سطر ۶ کالم (۱) کو دیکہو کیسی بے ادبی و بدتہذیبی پر مشتمل ہے

§ یہی وجہ ہے کہ مضمون ”جمہور کے خیالات“ کو بعینہٖ نقل کر دیا ہے۔ باوجودیکہ اسمین ہماری بحث فضیلت کی پوری مخالفت (مگر باتہذیب و ادب) پائی جاتی ہے۔

ہوتے **غیر مہذبانہ** نکتہ چینی سُننا اور اسکا **جواب** دینا انہی لوگون کا کام ہے جو خود اس مذاق کے ہون۔ **تیسرا مضمون** اسلیے نقل نہین کیا گیا کہ اس کے آخری حصہ مین ہمارے غنیم کے نیک نیت ہاور اہل حدیث ہونیکا دعوی کیا گیا ہے۔ اور اس کے **مداحین محمد یونس خان** اور منشی **محمد حسین** صاحب کی عاولانہ طعنون اور منصفانہ نشانون کو خلاف انصاف قرار دیا ہے۔

اسکو بہی ہم بلا **جواب** نقل کرتے ہین تو اسکا اثر بد ہماری قوم پر ظاہر ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور اگر اسکے جواب مین **قلم** اٹہاتے ہین تو باہمی خانہ جنگی شروع ہونیکا خوف ہے **مگر** ہمکو ڈاکٹر صاحب کے خلوص اور فہم پر (جو صرف غنیم کے دہوکہ مین آکر کسیقدر دب گیا ہے) پوری امید ہے کہ وہ ہماری اس مضمون کو پڑہکر اور ہمارے نوٹون اور دلائل کو [illegible] اپنے مضمون کے آخری حصہ کو خود بدل دین گے اور غنیم کا دہوکہ باز جعلساز ہونا مان لین گے۔

تحریر یا سبق کے بعد ایک مضمون اور ہماری ملاحظہ سے گذرا جو ضمیمہ شحنہ ہند ۸ اکتوبر ۱۸۸۶ء مین شائع ہوا ہے اس مضمون کے راقم ہمارے پرانے دوست بلا ریب وہ رین ڈاکٹر **فیض محمد خان** صاحب کے ثانی اثنین **سید ابو محمد جمال الدین** ڈاکٹر شفاخانہ کہوری ضلع ساگر ہین۔ انہون نے بہی ہمارے مضامین "جیوبلی"۔ اور "ردّ بلا" کی پوری تائید کی ہے اور اسکی مخالف و طاعن کی خطا ظاہر کی مگر ساتہ ہی اس کے اسکی نیک نیتی بہی تسلیم کرلی ہے **لہذا** اس مضمون کی نقل کرنے سے بہی ہمکو وہی مانع ہے جو نقل مضمون دوم و سوم سے مانع ہوا ہے۔

سید صاحب نے نیک نیتی کی تجویز پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ "ہمکو مسلمانون سے نیک ظن رکہنا چاہیئے"۔ یہ دلیل صحیح و مسلم ہے۔ مگر اسی حالت مین کہ جس فعل مین مسلمان پر نیک ظن رکہا جائے وہ فعل بنفس خود جائز بہی ہے۔ ورنہ ایک شخص علانیہ زنا کرتا ہے۔

لوگون کے مال و جان سے ناحق تعرض کرتا ہے تو اوس پر نیک ظن کا حکم اسلام بلکہ کسی دین میں نہین آیا ایسے شخصون پر بہی ظن نیک ہی واجب ہو تو سلسلہ حدود و قصاص و تعزیرات و عقوبات کا بالکل درہم برہم ہو جائے۔

اس امر کو سید صاحب صحیح مان لین تو ان سے یہ سوال ہے کہ جس حالت مین غنیم نے ہمپر محض طوفانی گولے چلائے ہین۔ اور سراپا کذب و بہتان سے کام لیا ہے تو اس فعل شنیع مین بہی (جو زنا سے کم نہین ہے) اوس کو نیک نیت سمجہنا کیونکر واجب یا جائز ہے۔

افسوس **سید صاحب** نے بہی جو **اشاعۃ السنۃ** کے پورے شائق گویا عاشق ہین اشاعۃ السنۃ کو غور سے نہین پڑہا اور غنیم کے اکاذیب کو صرف خطا مان لیا **سید صاحب** نے اپنے مضمون میں [illegible] مین بہی مسئلہ جہاد کے خاتمہ مین ان سے ڈبل غلطی ہوئی ہے۔ جسکو ہم پرائیویٹ چٹہی کے ذریعہ سے ان پر ظاہر کرینگے اور امید ہے کہ **سید صاحب** ہماری چٹہی کو پڑہکر خود اوسکی اصلاح کر دینگے۔

ہم اپنے مخلص دوستون کو وصیت کرتے ہین کہ اگر وہ مسئلہ جہاد مین مباحث و مسائل "اقتصاد فی مسائل الجہاد" کو کافی اور صحیح سمجہتے ہین تو اس باب مین جو کچہ وہ کہنا چاہین اس مین اقتصاد کا حوالہ دیدیا کرین۔ کوئی امر جدید کہین تو اسمین بہی اصول و مسائل **اقتصاد** کے پابند رہین۔

اور اگر وہ مسائل و مباحث **اقتصاد** کو صحیح نہین سمجہتے تو اونکی نسبت پرائیویٹ تحریرون کے ذریعہ سے ہمپر اپنے خیالات ظاہر کرین۔ ہم اون کے اغلاط خیالات کی تصحیح اور مسائل اقتصاد سے انکی تطبیق کر دینگے تو پہر بہی انکو "**اقتصاد**" کا پابند رہنا ہوگا۔ اور اگر انکے خیالات مخالفانہ صحیح نکلے تو انکو اقتصاد کے **حصہ دوم** کے ساتہہ بطور

ضمیمہ کے شائع کردیا جائیگا* اس تصفیہ سے پہلے اس گروہ کے** بیرون کا مسئلہ جہاد میں جدا گانہ
رای زنی کرنا مذہبی اور پولٹیکل مصلحت کے خلاف ہی - **آیندہ اختیار ہے** ہمارے
گروہ مین خدا کے فضل سے ہر ایک (عالم ہو خواہ نہ ہو) مجتہد ہے - اور ہر ایک اہل الرای
ومؤلف -

اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہین اور اسکے خاتمہ مین یہ التماس کرنے سے بہی رک
نہیں سکتے کہ اگر بہی خواہان قوم اپنے خادم اور قومی وکیل اشاعۃ السنۃ سے قومی خدمات
(جنکی ہنوز بسم اللہ شروع ہوئی ہے) لینا چاہتے ہین تو آیندہ **شحنہ ہند** کو میدان
سے **اشاعۃ السنۃ** کے غنیم کا مورچہ اٹھوائین اور جزئی مباحث سے اسکو بچائین
بحث کلیات عقیدہ ترقی مذہب و معاشرت مین اسکی ہمت کو مصروف رہنے دین -
اس سے فریق [illegible] ہے کہ خصم کی خرابی
بحث کی حضرت اعیان گروہ اہلحدیث کے بخوبی ذہن نشین ہو اور وہ آیندہ پہر اوس کی
نوبت نہ آنے دین -

اس **جواب** مین بہی اونہون نے قال اقول والی بحث شروع کردی تو اوس مین
ان ہی کو نقصان پہنچیگا - پہر ان کو اس طرف کی شکایت کا حق نہ رہیگا -

ہمارے پرانے دوست ڈاکٹر **فیض محمد خان** صاحب کا یہ خیال (جو مضمون
محاکمہ کے اخیر مین انہون نے ظاہر کیا ہے) کہ "حق دنیا مین بقدر مدافعت ومزاحمت
ترقی حاصل کرتا ہے" ایک سرسری خیال ہے اور جو اس کی **تمثیل** مین اونہون نے
چشمہ کے آگے کسی چیز کا آڑ ہونا اور اس آڑ کی روک سے چشمہ کا نیچا چوٹی پہاڑ تک بہہ جانا
بیان کیا ہے وہ بہی ایک عامیانہ مثال ہے -

ہمارے خیال مین جس حق کا کوئی مزاحم نہو وہ بہت جلد اور عام ترقی کرتا ہے - اسکی
تمثیل مین ہم ان دو تیز رفتار گہوڑون کی مثال پیش کرتے ہین جن مین ایک تو مطلق

* اور انکے مظہر کا نام نہ لیا جائیگا اسپر خدا تعالی گواہ و کفیل و وکیل ہے دکھتی بابہ شہیدا دکھتی باللہ وکیلا -
** دیکہو اخری نوٹ صفحہ ۵۶ -

العنان ہو کر کسی بے روک میدان مین دوڑتا ہے **دوسرے** کی باگ کو زور سے کہینچا جاتا ہے یا اسکے میدان مین جابجا دیوارین وغیرہ آڑین کہڑی ہین - ان دونون سے وہی گہوڑا اسبقت لیجائیگا جسکو کوئی روک نہین ہے - اور انکی مثال مین یہ غلطی بتاتے ہین کہ اس چشمہ کا وسیع ہونا اور چوٹی پہاڑ کے اوپر سے بہہ نکلنا اس آڑ کا اثر نہین بلکہ اسکی ذاتی وفور مادہ کا اثر ہے ایسے قوی الاخراور وافر المادہ کے آگے آڑ نہ بہی ہو گی تو وہ نکلتا نکلتا تمام جنگلون اور پہاڑون پر محیط ہو جائیگا -

اسی اصول کے مطابق انبیا علیہم السّلام سے جن حضرات کی مزاحمتین زیادہ ہوئین انکی دعوت حق کی اشاعت کم ہوئی اور جن کی مزاحمت کم ہوئی ان کی دعوت حق بہت پہیل گئی -

و مع ہذا ہم خالفصاحب کے خیال کو صحیح تسلیم کر کے یہ کہتے ہین کہ یہ خیال اسی حالت مین صحیح ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھہ ذیل کی دو شرطین بہی پائی جاتین -

اول یہ کہ اس مزاحمت کی مدافعت مدافع قوی سے ہو جو عمدہ دلائل اور قوی وسائل سے اسکو دور کر سکے - اور اگر کوئی ایسا شخص اس مزاحمت کی مدافعت کا قصد نہ کرے (جیسا کہ راقم سے پہلے غنیم کی مزاحمت کسی ایسے شخص سے نہوئی جو اوس کے جعل و فریب کو دست آویز عبارات اشاعۃ السنۃ ظاہر کرتا - و بنا بر علیہ بڑے زیرک اور فہیم اشخاص پر اس مزاحمت کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ انہون نے اس دشمن کو دوست سمجھ لیا) تو وہ مزاحمت اس حق کے لیے حجاب ہو جاتی ہے اور اس صورت مین اس مزاحمت کا عدم اس کے وجود سے بہتر ہے -

شرط دوم یہ کہ مخاطبین مین (جن کے سامنے حق اور اسکا مزاحم پیش ہو) اکثر ایسے ہون جو اپنے فہم و فکر سے حق کو حق اور اس کے مزاحم کو باطل و ناحق سمجھ سکین - اور اگر مخاطبین اکثر ایسے ہون جو مزاحمت کی دہوکہ مین آجائین (جیسا کہ مزاحمت غنیم

مین ہوا ہے کہ بڑے بڑے زکی اُسکے جعل کے جال مین پہنس گئے) اور ناحق کو بہی حق جاننے لگین تو مزاحمت سے حق کی اشاعت مقصود نہین بلکہ اخمال و اماتت گو مزاحمت کا مدافع کیسا ہی قوی اور بہادر ہو اسکی تمثیل مین ہم اس نبی کی دعوت حق کو پیش کرتے ہین جنپر بجز ایک شخص کوئی ایمان نہین لایا - اور اس کے مقابلہ مین دعوتِ حقِ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ و سلم کی مثال پیش کرتے ہین - جنپر سب نبیون سے بڑہکر ایمان لایا گیا ہے - ان دونون مثالون کا ذکر صحیح مسلم کی ایک حدیث مین ہے جو حاشیہ مین منقول ہے

عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا اول شفیع فے الجنة لم یصدق نبی من الانبیاء ما صدقت وان من الانبیاء نبیا ما یصدقه من امته الا رجل واحد (مسلم ص ۱۱۲)

اس قلت و کثرت اتباع مین تفاوت کا ایک سبب مزاحمت بہی ہے جو قلیل الاتباع کی دعوت مین زیادہ ہوئی اور کثیر الاتباع کی دعوت مین کم

اسی شرط دوم کے خیال سے بعض اکابر ائمہ سے مروی ہے کہ انہون نے اپنے ہمعصر اہلسنت کو اہل بدعت کی رد مین تالیف کرنے سے روکا اور یہہ کہا کہ پہلے تم انکی بدعت کو مشتہر کرتے ہو پہر اس کے رد کے درپے ہوتے ہو اسمین بدعت کی اشاعت پائی جاتی ہے -

جسکی وجہ یہی ہے کہ بدعت اور معصیت تو اکثر لوگونکی جو بے دین اور کم علم ہوتے ہین مالوف و بالطبع مرغوب ہوتی ہے لہذا وہ ان مین فوراً مقبول و معمول بہا ہوگی اور اسکا رد جو علمی دلائل سے ہوتا ہے اکثر بے علمون کی سمجھ مین نہ آئے گا انکی سمجھ مین آ بہی گیا تو خلاف عادت ہونے کے سبب مقبول نہوگا -

اس امر کا تجربہ ہمکو بہی ہو رہا ہے - ہم صاف دیکھتے ہین کہ جو لوگ نماز پڑہنے اور روزہ رکہنے اور سود نہ لینے کا وعظ کرتے ہین اور اسپر بہشت اور دوزخ کے نعیم و آلام کا

وعدہ و وعید سنا تے ہین انکی باتون کو عام آزادی پسند کم سنتی ہین اور جو سنتی ہین ان
مین سے بہی عمل کم کرتے ہین اور جو (نیچری) لوگ اُسکی برخلاف یہ وعظ کرتے
ہین کہ نماز پڑہنا صرف اولی و عمدہ امر ہے یہ بات صحیح نہین ہے کہ جو نماز نہ پڑہیگا
وہ نجات نہ پائیگا اور دوزخ مین جائیگا اور دوزخ و بہشت کوئی جسمانی چیز ہین
نہین ہین اور روزہ مین تکلیف ہو تو روزہ کے بدلے فدیہ دینا جائز ہے ۔ اور تہوڑا
سود لینا اسلام مین ممنوع نہین ہے انکی باتین نہ صرف عوام بلکہ پڑہے لکہے خواص
آزادی پسند کثرت سے سنتے اور دلی شوق سے عمل مین لاتے اور بزبان حال یہ شعر
سناتے ہین ؎ نرکہہ روزہ نہ مر بہوکا نہ جا مسجد نہ کر سجدہ ❊ وضو کا توڑ دے کوزہ
شراب شوق پیتا جا ❊ ان تمثیلات و نظائر کو پڑہکر امید ہے ڈاکٹر صاحب اپنے
خیال سے رجوع فرمائین گے ۔ اور اس عامیانہ مثال کو واپس لے لین گے ۔ اور آئندہ
[illegible] کی اشاعت کرین گے ۔
اشاعۃ السنہ [illegible]
اس سے ہمارا مقصود یہ نہین کہ دنیا یا تمام ملک ہند مین کسی مضمون اشاعۃ السنہ کا
کوئی معارضہ نہ کرے یہ امر نہ ہماری طاقت مین ہے نہ ڈاکٹر صاحب اور ان
کے ہم خیالون کی قدرت مین ۔
ہمارا مقصود صرف اتنا ہی کہ جس مضمون کو اعیان گروہ اہلحدیث صحیح اور بحق
قوم مفید مان لین اس کی مزاحمت و معارضہ سے جہانتک انکا بس چلے اپنی
قوم کو روکین ۔ اور اپنے قومی اخبارون مین اسکی معارض مضامین کو درج نہ
ہونے دین ۔ اور ان مضامین کی نسبت گورنمنٹ کو یہ شبہ نہ ڈالین کہ اس مضمون پر
خود اس قوم کا اتفاق نہین ہے تو گورنمنٹ اوسکیطرف کیون توجہ کرے ۔
یہ شبہ گورنمنٹ کو پیدا ہوگا تو انہی کے معارضات سی ہوگا ۔ مشیر قیصر لکہنو
و سراج الاخبار جہلم وغیرہ حنفی اخبارون کے معارضہ سی اخذ کیا ہی

ہو) ہماری قومی خیالات کی قومیت وجمہوریت مین فرق نہ آئیگا۔ اسی نظر سے ہم انکی مخالفت وموافقت کی کچھ پروا نہین کرتے اپنے بھائیون کی مخالفت کو بند کرنا چاہتے ہین اس تفصیلی نصیحت نے ہماری بھائیون پر اثر نہ کیا اور میدان لڑائی کا شوق انکے دل سے نہ نکلا۔ اور پھر کوئی مضمون ہماری مضامین مسلمہ الصحۃ والفوائد کے برخلاف شحنۂ ہند مین شائع ہوا تو اسکا نتیجہ٭ جو نکلیگا اسپر اعیان قوم دست تاسف ملین گے۔

خدایا تو اس بلا سے ہمارے بھائیون کو بچا اور انکو فہم اور عاقبت اندیشی عطا فرما۔ آمین

٭فٹ نوٹ۔ وہ نتیجہ بد ایک نہین بہت سی ہین ازانجملہ یہ کہ اشاعۃ السنۃ اور شحنۂ ہند کا مقابلہ ومحاربہ شروع ہوگا۔ اشاعۃ السنۃ راقم مضمون کا تصریح کے ساتھہ نام ظاہر کریگا جبکہ وہ داخلی وخارجی دلائل سے ثابت ومحقق کرچکا ہے۔ اسپر شحنۂ ہند (جو راقم مضمون کو اہلحدیث اور سچی اہلحدیث سے بدرجہا بڑھکر قرار دیتا ہے) ضرور جوش ظاہر کریگا اور اوسکا ڈیفینس اشاعۃ السنۃ کو لازم ہوگا۔ ازانجملہ یہ کہ اشاعۃ السنۃ کی صفحات کو یہی محاربہ روک لیگا (چنانچہ اس دفعہ اسکے (۵۴) صفحہ اوس نے روک لیے ہین جسکا گناہ ان لوگون کی گردن پر ہے جنہون نے عظیم کی نیک نیتی کے ثبوت مین خامہ فرسائی کی ہے) اور ہمین ہر اہم مقاصد ومطالب مفیدہ قوم کے فوت ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ ازانجملہ ایک نتیجہ ایسا بد ہے جسکو صرف اظہار سے قوم کا سخت ضرر متصور ہے چہجائیکہ وقوع۔ اسکو ہم ابھی بیان نہین کرتے اعیان وارکان قوم کو مناسب ہے کہ اس جنگ کو فورًا بند کرین اور ان نتائج کے ظہور کی نوبت نہ آنے دین۔

اقسام ملازمت

یہ مضمون اس مضمون کا دوسرا حصہ ہے جو بعنوان "کفار کی نوکری" اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۵ مین درج ہو چکا ہے اور اس مین یہ ثابت کیا گیا ہے کہ نوکری مین نوکر کہنے والے کے کفر یا اسلام کا کوئی دخل نہین ہے - **نوکری** کے جواز و عدم جواز کا مناط و مدار اس کام کا (جس کے متعلق نوکری ہو) اچھا یا بُرا ہونا ہے لہذا جو کام مسلمانون کو بجائے خود کرنا جائز ہے اسمین انکو نوکری بھی (مسلمان کی ہو خواہ غیر مسلمان کی) جائز ہے اور جو کام بُرا ہے اس مین انکو کسی کی (مسلمان ہو خواہ غیر) نوکری جائز نہین ہے -

اس مضمون مین ان اعمال کی تفصیل اور ناجائز و جائز اقسام ملازمت کی تمثیل بادلیل پیش نظر ہے جسپر باعث مسلمانون کی موجودہ حالت کی اصلاح اور دین و دنیا مین ان کی فلاح کا خیال ہے -

مسلمانون مین عموماً دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہین ایک وہ جو احکام شرعی کے پابند نہین ہین - اور ان کا مسلمان کہلانا صرف اسوجہ سے ہے کہ وہ مسلمانون کے گھر پیدا ہوئے اور کلمہ الاسلام (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پڑھتے ہین - **بعض** ان مین ایسے بھی ہین جو بعض **احکام و شعائر** اسلام کے مطابق عمل بھی کرتے ہین کبھی کبھی نماز پڑھ لیتے ہین - کچھ خیرات بھی کرتے ہین غیر معتاد ممنوعات (مردار - خنزیر - نجاسات) سے پرہیز رکھتے ہین مگر نہ بطور اصلی پیروی **مذہب** بلکہ صرف بحسب عادت و تقلید عرف - یہی وجہ ہے کہ وہ **شراب** پی لیتے ہین - اور اگر اسی شراب کے برتن مین **پیشاب** کا چھینٹا پڑ جاوے تو اوسکو دھو لینا مذہبی فرض سمجھتے ہین - حالانکہ مذہب کے رو سے **شراب** اور **پیشاب** مین فرق نہین ہے

وہ مردار نہین کہاتے مگر بیگانہ مال یا رشوت سے نہین بچتے - حالانکہ رشوت اور مال غیر کا ناحق کہانا ویسا ہی حرام ہے جیسا کہ مردار کہانا -

وہ عید کی نماز پڑہ لیتے ہین - غیر معین خیرات کرتے ہین مگر پنجگانہ نماز نہین پڑہتے اور نہ زکوۃ معین ادا کرتے ہین حالانکہ نماز عید اور خیرات غیر معین نفل ہے اور نماز پنجگانہ اور زکوۃ معین فرض۔ وہ علانیہ زنا کرتے ہین - اور زانیون سے کچہ پرہیز نہین کرتے مگر کوئی منکوحہ عورت کو مشتبہ (جیسے جورو کو مان بہن کہدینا)* یا اختلافی لفظ (جیسے ایک وقت مین تین طلاق کہدینا)* کہکر گہر مین بسالے تو اسکا حقہ پانی بند کر دیتے ہین حالانکہ زنا قطعی حرام ہے اور مشتبہ یا اختلافی لفظ سے عورت مطلقاً اور اتفاقاً حرام نہین ہوتی -

قسم دوم وہ لوگ ہین جو احکام اسلام کے پابند ہین مسائل و احکام اسلام کا ذاتی علم رکھتے ہون خواہ اس مین دوسرے اہل علم کا اتباع کرتے ہون - وہ رشوت وغیرہ ناجائز وسائل سے لوگون کا مال کام مین لانا ایسا ہی حرام سمجہتے ہین جیسے مردار یا خنزیر کہانا - وہ جہوٹ بولنے کو ویسا ہی برا سمجہتے ہین جیسے زنا کرنے کو **الغرض** دیدہ و دانستہ احکام شریعت کا خلاف نہین کرتے - اور اگر احیاناً ان سے خلاف ہوجائے تو اوسپر مصر نہین رہتے

ہماری اس زمانہ مین اور اس سے پیشتر ایک مدت دراز سے ہماری قوم مین دنیاوی عزت و

---

* اس لفظ مین یہ اشتباہ ہے کہ اس لفظ سے کچہ معلوم نہین ہوتا کہ بولنے والے کی نیت اس سے طلاق ہے یا قسم یا ظہار - یا کچہ بہی نہین - لہذا اسپر کوئی حکم طلاق یا قسم یا ظہار کا نہین لگایا جا سکتا جب تک کہ قائل کی نیت معلوم نہ ہو

* ایسی طلاق کو تین ہونے مین اختلاف ہے جو رسالہ نمبر ( ) میں بصفحہ ( ) منقول ہے - وبناءً علیہ جس عورت کو ایک وقت مین تین طلاقین دیجاوین اسکا بلا نکاح جدید گہر مین بسانا بالاتفاق حرام نہین -

و ثروت غالبا اور بیشتر ان ہی لوگون کو حاصل ہے جو قسم اول سے ہین وہ ہر ایک ذریعہ
سے جائز ہو خواہ ناجائز (شراب فروشی۔ زناکاری۔ رشوت ستانی۔ ظلم و تعدی۔)
دنیا کماتے ہین۔ اور اپنا اور اپنے متعلقین غرض کا پیٹ پالتے ہین انکی ثروت و عزت
اہل اسلام کی قومی عزت و شوکت کا موجب نہین ہوسکتی۔ ان سے قوم کے ان افراد کو
جن سے انکی غرض متعلق نہ ہو کچھ فائدہ نہین پہنچتا اور ان کی ذاتی عزت و ثروت قوم کی عزت
متصور نہین ہوسکتی۔ یہ تب ہوتی جبکہ ان مین مذہب کی پابندی ہوتی کیونکہ مذہب بھی قومیت
کا ایک جزو اعظم ہے ایک مسلمان دنیاوی ترقی پاکر عیسائی ہوگیا تو اس نے قوم
عیسائی کا ایک نمبر بڑھا دیا مسلمان قوم کا اسکی ترقی سے کچھ نہ بڑھا ایسا ہی اس فاسق
کو سمجھو جس نے دنیاوی ترقی پاکر زناکاری۔ شراب خواری کو اپنا شبانروزی فرض و
دستور العمل بنالیا۔

اور قسم دوم کے مسلمان (جنکی ترقی سے مسلمانون کی قومی ترقی مقصود ہو) انکی تباہی سے تباہی
غالبا اور بیشتر تباہی و تنزل مین ہین۔ اور یوما فیوما بلکہ آناً فاناً تنزل و تباہ ہوتے
جاتے ہین۔ نہ ان کے ہاتھ مین مال ہے کہ وہ اس سے تجارت کرین دیہات و اراضی
کے مالک ہو جائین۔ حرفت و صناعت مین کمال پیدا کرین۔ اور ان وسائل سے وہ
صاحب ثروت و شوکت ہون۔ انکی مذہبی ترقی و ثروت کا عام ذریعہ اسوقت اور موجودہ
حالت مین صرف ملازمت ہی جس سے انکی ثروت ممکن ہے اور اسکے ذریعہ سے سلطنت مین
انکی شراکت متوقع ہے سو غالبا غیر مذہب قوم (عیسائی) کے ہاتھ مین ہے اور انکی
نوکری کی نسبت انکا عام خیال یہ ہے کہ وہ بہرحال ناجائز ہے اور اسمین مذہب اسلام
کی پابندی (جو انکا اصلی مقصد اور اسکے فرض ہے) فوت ہوتی ہے اسی خیال سے

* ان الفاظ مین یہ اشارہ ہے کہ موجودہ زمانہ مین اور اسکے پیشتر مسلمانون مین اہل عزت و ثروت
ایسے لوگ بھی ہین اور ہوچکے ہین جو قسم ثانی سے ہین گو انکی تعداد بہت کم ہے۔

وہ اکثر سرکاری نوکری نہین کرتے اور نہ ان علوم و وسائل کیطرف متوجہ ہوتے ہین جو سرکاری نوکری مین کار آمد ہین۔

یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے تمام صوبجات مین سرکاری ملازمون مین مسلمانون کی تعداد بہت کم ہے (چنانچہ ایک صوبہ بنگال کا حال اشاعۃ السنۃ **نمبر ۴ جلد ۹** مین مذکور ہو چکا ہے) اور انکی اسی قلت و حالت ذلت کی نظر سے ہز اکسیلنسی لارڈ ڈفرن کی فیاض گورنمنٹ نے اس مضمون کا رزولیوشن نافذ فرمایا ہے کہ اُن صوبون مین جہان مسلمانون کو سرکاری ملازمت کا وہ اچہا حصہ نہین ملتا لوکل گورنمنٹین اور عدالت ہا ہائیکورٹ حسب موقع اس ناہموار تعداد کو برابر کرنے کی کوشش کرینگی۔ اور اپنے **ماتحت افسرون** کو تاکید کرینگے کہ جب وہ عہدہ ہاے مذکورہ بالا کے لیئے امیدوار منتخب کرین تو اس امر کا ضرور خیال رکہین کہ گورنمنٹ کے ماتحت افسرون مین مسلمان کتنے مقرر ہین۔

اور اس رزولیوشن کی تعمیل کیطرف لوکل گورنمنٹین (گورنمنٹ بنگال۔ گورنمنٹ پنجاب وغیرہ) بہی سرگرمی کے ساتہ متوجہ ہین اور سرکاری ملازمت مین مسلمانون کو وہ اچہی حصہ دینے کے لیے مستعد۔

اسپر بہی مسلمانون کا حال **ابتک** اس شعر کا محل صدق و مقال ہے ؎

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل		کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

اس قسم دوم کے لوگون مین اول تو سرکاری ملازمت کی لیاقت کے اشخاص نہایت ہی کم ملتے ہین اور اگر کسی ناکافی استعداد کے ہین تو ان مین بہت سے اس نوکری سے ڈرتے اور اسکو بہر صورت گناہ خیال کرتے ہین۔ **و لہذا** گورنمنٹ کے اس فیاضانہ و مربیانہ پالیسی سے وہ بہت ہی کم نفع اٹہاتے ہین۔

جس سے نہ صرف انکی دنیاوی حالت کو تنزل ہوتا ہے بلکہ انکا دین و مذہب بہی تنزل ہوتا

جاتا ہے۔ کیونکہ دین و دنیا مین خداوند قیوم عالم نے روز ازل سے ایسا تعلق قائم کر رکھا ہے جسکی اقتضا سے دین کا قیام و استحکام اسباب و وسائل دنیوی کے بغیر ناممکن نظر آتا ہے۔ اس امر کو ہم پہلے بھی کئی مضامین کے ضمن مین مدلل کر چکے ہین۔ اور آئندہ بضمن مضمون ”دنیا“ اوسکو اور بھی مدلل کرینگے۔

اس قسم دوم اہل اسلام کی اس حالت زار نے خاکسار کو وقتاً فوقتاً ایسے مضامین کی (جو دنیاوی ترقی کیطرف انکو توجہ دلائین) تحریر پر آمادہ کیا ہے۔ ان ہی مضامین سے یہ مضمون ملازمت ہے جسکا اجمالی بیان پہلے ۱۸۹۲ء مین بضمن نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۵ ہوا ہے۔ اور تفصیلی بیان آج اس پرچہ مین ہوتا ہے۔ اور اس مین وہ وعدہ پورا کیا جاتا ہے جو پہلے نمبر ۱۲ جلد ۵ مین اور پھر نمبر ۴ جلد ۶ مین کیا گیا تھا

اے ارباب [illegible] ملازمت (بغیر* اسلامی سلطنتون کی مثل) تین قسم ہے

قسم اول وہ ملازمت جسکو ایسے امور کے انصرام و اہتمام سے تعلق ہو جس کا شرع سے جواز یا استحسان ثابت ہے۔

جواز کی مثال خاص تشخیص یا ملکی ضرورتون کے لیے مکان وغیرہ عمارات بنوانا یا اراضی وغیرہ مباحات کا محاصل وصول کرنا۔ جائزہ خوردنی و نوشیدنی

* جیسے سلطنت روم ہے جس مین اکثر مقدمات دیوانی و فوجداری مین شریعت کا اتباع نہین کیا جاتا یوروپین سلطنتون کی مثل اور قوانین پر عمل ہوتا ہے۔ نہ وہان چور کا ہاتھہ کاٹا جاتا ہے نہ زنا کی حد شرعی جاری ہے۔ وعلی ہذا القیاس۔ اور طرفہ یہ کہ عین مکہ مکرمہ مین جو دین کا مرکز و مخرج ہے حدود شرعی جاری نہین ہین۔ اسلئے ناظرین کو یقین ہوگا کہ جو مشکلات و شبہات بعض اقسام ملازمت سرکاری مین موجود ہین وہ اسلامی سلطنتون کے بعض اقسام ملازمت مین بھی موجود ہین۔ اور اس مضمون مین ان دونون کے شبہات و مشکلات کا حل پیش نظر ہے

یا پوشیدنی اشیاء کا خرید فروخت کرنا وعلیٰ ہذا القیاس۔ استحسان کے مثال۔ رفاہ عامہ خلائق کے لیے سرائین۔ مسافرخانے اور سڑکین بنوانا نہرین تیار کرانا چورون ڈاکوؤن سے لوگون کی حفاظت کرنا وعلی ہذا القیاس۔

قسم دوم وہ ملازمت جسکو ایسے امور کے انصرام سے تعلق ہو جن سے شرع بالکل ساکت ہے نہ شرع سے **ان امور** کا جواز یا استحسان ثابت ہو نہ ممانعت کا حکم وارد۔ نہ ان امور کی نسبت شرع نے کچھ احکام وقوانین مقرر کیے ہین۔ ان امور کی تمثیلات بہت سی ملکی وعلمی ایجادات ہین جیسے **نقشہ** بنانا پیمایش کرنا۔ وعلی ہذا القیاس

قسم سوم کی دو نوع ہین **نوع اول** وہ ملازمت جس مین ایسے احکام کو نافذ کرنا [illegible] جیسے شراب بیچنا یا بکوانا اور اسپر محصول لگانا۔ اور سود دینا یا دلوانا وعلی ہذا القیاس **نوع دوم** وہ ملازمت جسمین ایسے احکام کو نافذ کرنا ہوتا ہے جنکو شرع نے صریح ممنوع قرار نہین دیا مگر انکی جگہہ اور احکام اپنے طرف مقرر کیے ہین جیسے چوری و زنا کی سزا مین قید کا حکم۔ یا تین سال سے زائد المیعاد دعوی کو ناقابل سماعت قرار دیکر خارج کرنا وغیرہ جو ڈیشل احکام متعلق دیوانی و فوجداری جنکی جگہہ شرع مین اور احکام مقرر ہین جو احکام انگریزی سے متفاوت ومغائر ہین مثلاً چوری کی سزا مین ہاتھ کاٹنا۔ اور زنا کی سزا مین رجم کرنا یا سو درے

جو لوگ اسلامی ملازمتون کو بے کھٹکہ جائز سمجھکر اختیار کر لیتے ہین۔ صرف انگریزی ملازمت پر معترض اور اس سے محترز رہین وہ دہوکہ مین پڑے ہوئے ہین وہ لوگ ہمارے اس مضمون کو پڑہکر ہی یہ سمجھین کہ انگریزی نوکری کو جائز نہ سمجھین تو اس قسم کی اسلامی نوکری سے ان شبہات ومشکلات کو جو ہم نے بیان کیے ہین اور دلائل سے اٹھاکر اسکا جواز ثابت کرین۔

لگانا وعلی ہذا القیاس۔ ان اقسام سے قسم اول کا جواز و استحسان تو ہمارے مضمون "کفار کی نوکری" مین بضمن رسالہ نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۵ مین ایسا مدلل و مفصل ہو چکا ہے کہ اس مین کسی کو مقال کی مجال نہین ہے جسقدر شبہات اس کے جواز مین پائے جاتی ہین انکے جوابات اور جو اس باب مین علمار سلف کے اختلافات ہین وہ سب اس مضمون مین تفصیل موجود ہین۔ مگر اشاعۃ السنۃ کی عادت نہین لہذا ہم اس تفصیل کا اعادہ نہین کر سکتے۔ ہان تشویق و ترغیب ناظرین کے لیے اس تفصیل کے اجمال اور بعض بادلیل تمثیلات کے ذکر سے رک نہین سکتے۔

اس مضمون مین مستحسن نوکری کی تمثیل بادلیل حضرت یوسف علیہ السلام کا شاہ مصر کی (جو اسوقت کافر تھا) حفاظت غلہ پر ملازمت کرنا مذکور ہے (جو سورۂ یوسف مین موجود ہے) [illegible] تفسیر [illegible] رحمین اس قصہ سے ملازمت کفار کا جواز نکالا ہے) اور عبارت تفسیر فتح البیان (جس مین اس قسم کی ملازمت کے وجوب پر تصریح ہے) منقول ہے۔ جائز نوکری کی ایک تمثیل بادلیل حضرت خباب صحابی کا عاصی بن وائل کے لیے تلوار بنانا اس مین مذکور ہے (جو صحیح بخاری سے نقل کیا ہے اور اسکی تائید مین حافظ ابن حجر عسقلانی اور قسطلانی کا کلام پیش کیا ہے) اس کے بعد بعض علما کی اس تاویل کا کہ "شاید یہ جواز ملازمت ضرورت کی حالت سے مخصوص ہو" جواب دیا ہے پھر اس شبہ کا کہ "کفار کی نوکری مین ان کی تعظیم پائی جاتی ہے جو جائز نہین ہے" جواب دیا ہے اور اٹھارہ دلائل کتاب و سنت سے اسکا خلاف ثابت کیا ہے اس کے بعد احسان کافر کے شکر کا وجوب اور اسکی خوبی کے اظہار کا جواز ثابت کر کے مہلب کے اس قول کا کہ "کافرون کا ایسا کام نہ کرے جس سے باآخر مسلمانون کا ضرر نکلے" اور ابن المنیر کے اس قول کا کہ "کافرون کی جگہہ پر جا کر اور

ب

ذلت اٹھا کر ان کا کام نہ کرے جواب دیا ہے اور اسکے بعد احسان کفار کا شکریہ ادا کرنا اور اقوام غیر کا اکرام کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کیا ہے۔

جائز نوکری کی دوسری مثال حضرت علی کا یہودیون کے درختون کو پانی دینا سنن ابن ماجہ سے ہمین نقل کیا ہے۔ اور اسکی تایید مین حافظ ابن حجر عسقلانی اور قاضی شوکانی کے اقوال کو پیش کیا ہے جس سے ملازمت کفار کا (انکے گہرون پر جا کر کیون نہ ہو) جواز ثابت ہوتا ہے۔

قسم دوم کا جواز بہی اسی مضمون اور اس کے دلائل سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جن امور کی حکم سے شرع ساکت ہو وہ مباح الاصل ہین۔ اور شرع نے بہی ان کو مباح قرار دیا ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل اشاعۃ السنۃ جلد اول کے نمبر (۷) مین ہو چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قبل از ورود حکم شرع سے پہلے کسی چیز کی نسبت کوئی حکم وجوب یا حرمت عقل سے ثابت نہین ہو سکتا اور اصل ان اشیاء مین جن سے شرع ساکت ہے اباحت و عافیت ہے جیسے آیات منقولہ حاشیہ

قال اللہ تعالی وھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا وقال اللہ تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا وقال اللہ تعالی رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس حجۃ بعد الرسل۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحرم حرمات فلا تنتھکوھا وحد حدودا فلا تعتدوھا وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا (رواہ الدارقطنی) عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ قال کان اھل الجاھلیہ یاکلون اشیاء ویترکون اشیاء تقذرا فبعث اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فانزل کتابہ واحل حلالہ وحرم حرامہ فما احل فھو حلال وما حرم فھو حرام وما سکت فھو عفو وتلا قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الایۃ (ابوداؤد)

اور بہی امام شوکانی

و قاضی بیضاوی وغیرہ مفسرین نے اباحت اصلیہ کو ثابت کیا ہے) اور احادیث نبویہ و آثار سلف منقولہ حاشیہ جن سے امام نووی و شیخ محے الدین ابن عربی وغیرہ نے اباحت و عافیت اصلیہ کا استنباط کیا ہے شاہد ہین۔

قسم ثالث سو محل بحث ہے اور اس مقام مین اسی قسم سی بحث کرنا پیش نظر ہے اسی قسم کی نسبت عام اور سرسری خیال اہل اسلام تو یہی ہے کہ وہ مطلقا (بہر دو نوع) ناجائز ہے۔ کیونکہ اس مین احکام شرع کے برخلاف احکام جاری کرنا پایا جاتا ہے۔ جس کو آیات منقولہ ذیل نے کفر و ظلم و فسق قرار دیا ہے۔

(۱) سورہ نسا مین ارشاد ہے تو نے ان لوگون کو نہین دیکہا جو دعوے تو یہ کرتے ہین

الم تر الی الذین یزعمون انھم اٰمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطان ان یضلھم ضلالا بعیدا + + + فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (نساء ع ۹)	کہ ہمنے اسکو مان لیا جو تیری طرف اور تجہہ سے پہلے اترا۔ اور پہر اپنے مقدمات فیصلہ کے لیے سرکشون کی طرف لیجانا چاہتے ہین۔ اور ان کو حکم یہ ہے کہ وہ ان سے منکر ہون۔ شیطان یہ چاہتا ہے کہ انکو دور بہلا دے + + + خدا کی قسم وہ کبہی مومن نہ ہون گے یہانتک کہ تجہے اپنا حاکم بناوین ان مقدمات مین جنمین آپسمین جہگڑین پہر

تیرے فیصلہ سے دل مین تنگی نہ لاوین اور ظاہرا بہی) مان لین۔

اور سورہ مائدہ مین ارشاد ہے جو خدا کے اتارے حکم پر فیصلہ نہ کرے

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون ومن لم یحکم بما انزل اللہ	وہ خدا کا منکر ہے۔ دوسری آیۃ مین اس کے حق مین فرمایا ہے کہ وہ اپنی جان کا

فاولٓئک ھم الظٰلمون - ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٓئک ھم الفٰسقون (مائدہ ع ۷)	ظلم کرتا ہے تیسری آیۃ مین فرمایا ہے وہ خدا تعالے کی اطاعت سے خارج ہے -

مگر غور و تدبر و فکر و تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قسم ثالث مطلقا (بہر دو نوع) ناجائز نہین بلکہ اس قسم سے نوع اول ناجائز ہے کیونکہ اس مین احکام شرعیہ کے صریح مخالف احکام کو نافذ کرنا پڑتا ہے - جس کی ممانعت نہ آیات منقولہ بالا سے ثابت ہوتی ہے (جیسا کہ عام اور سرسری خیال ہے) بلکہ آیات و احادیث متضمنہ ان احکام سے جن کا خلاف اس نوع ملازمت مین کیا جاتا ہے (مثلاً آیات حرمت خمر و سود و احادیث ممانعت بیع خمر و کتابت معاملہ سود و امثال ذلک) اور علاوہ بران اور بہت آیات و احادیث جن مین مخالفت حکم [illegible] پر دلائل قاطعہ ہین - جیسے آیۃ من یشاقق الرسول اور آیۃ ومن یعص اللہ و رسولہ - و امثال ذلک جنمین مخالفت و معصیت خدا و رسول پر وعید وارد ہے۔

آیات منقولہ بالا سے اس نوع ملازمت کی ممانعت کا ثابت ہونا اسلیے تسلیم نہین کیا گیا کہ ان آیات مین جو وعید وارد ہے وہ بشہادت اصول اتفاقیہ اسلامیہ صرف مخالفت احکام شریعت کی وعید نہین ہو سکتی - بلکہ اس مخالفت کے ساتھہ احکام شرعیہ سے انکار اور ان کے نامناسب ہونیکا اعتقاد یا اقرار اور ان احکام کی مخالف احکام کا استحسان و استصواب بھی استحقاق اس وعید کے لیے شرط ہے -

پہلی آیۃ کی وعید کا منکر کے حق مین ہونا تو نص قرآن سے ثابت ہے اس آیۃ

واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ و الی الرسول رأیت المنٰفقین یصدون	کی متصل آیۃ مین فرمایا ہے جب ان کو کہا جاتا ہے خدا کے اتارے ہوئے

عنک صدودا (نساء ع۹)

حکم اور رسول کیطرف آؤ تو منافقون کو تو مونہہ پہیرتے ہوے دیکہے گا۔

تفسیر معالم و مظہری وغیرہ مین ہے کہ یہودیون مین کبی مسلمان ہوگئے - اور کبی منافق

کان الناس من الیھود اسلم اونافق بعضھم و کانت قریظة والنضیر فی الجاھلیة اذا قتل رجل من بنی قریظة رجلا من بنی نضیر قتل بہ اواخذ دیة مائة وسق تمر واذا قتل رجل من النضیر رجلا من قریظة لم یقتل بہ واعطی دیة ستین وسقا وکانت النضیر وھم حلفاء الاوس اشرف واکثر من قریظة وھم حلفاء الخزرج فلما جاء اللہ بالاسلام وھاجر النبی صلی اللہ علیہ الی المدینة قتل رجل من النضیر رجلا من قریظة فاختصموا فی ذلک فقالت بنو النضیر کنا وانتم قد اصطلحنا علی ان نقتل منکم ولا تقتلون منا ودیتکم ستون وسقا ودیتنا مائة وسق[*] ونحن نعطیکم ذلک فقالت الخزرج ھذا شیء کنتم فعلتموہ فی الجاھلیة لکثرتکم وقلتنا فقھرتمونا ونحن وانتم الیوم اخوة دیننا ودینکم واحد فلا فضل لکم علینا فقال المنافقون منھم انطلقوا الی ابی برزة الکاھن الاسلمی وقال المسلمون من الفریقین لا بل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

رہے قریظہ اور بنی نضیر (یہودیون) مین زمانہ جاہلیت مین مقرر تہا کہ جب کوئی بنی قریظہ کا بنی نضیر مین سے کسی کو مارے تو وہ قتل کیا جائے یا ایک سو وسق کہجورین وارثان مقتول خون بہا لین - اور اگر کوئی بنی نضیر کا بنی قریظہ مین سے کسیکو مار دے تو وہ مارا نجائے صرف ساٹہہ وسق کہجورین خون بہا دلایا جائے - یہ اسلیے مقرر ہوا تہا کہ بنی نضیر (یہودی) جو اوس (انصاریون) کے دوست تہے بنی قریظہ (یہودیون) سے جو خزرج - (انصاریون) کے دوست تہے بہتر اور عدد مین بڑہکر تہے انکی کثرت اور شرافت کا خیال اس نا انصافی کا موجب تہا - پہر جب مدینہ مین اسلام آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

* وسق ساٹہہ صاع کا پیمانہ ہے - صاع پانچ رطل اور ثلث رطل کا -

وابی المنافقون وانطلقوا الی ابی برزۃ لیحکم بینہم فقال اعظموا اللقمۃ یعنی الحظ فقالوا لک عشرۃ اوسق قال لا بل مایۃ وسق دیتی فابوا ان یعطوہ فوق عشرۃ اوسق وابی ان یحکم بینہم فانزل اللہ اٰیۃ القصاص وہذہ الایۃ الم تر الی الذین یزعمون انہم اٰمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت یعنی ابی برزۃ الکاھن او کعب بن الاشرف (معالم التنزیل ص ۲۳۷)

ہجرت کی تو ایک نے بنی نضیر سے ایک قریظی کو مار ڈالا اور اس مین ان کا جہگڑا ہوا۔ تب بنی نضیر نے کہا کہ ہمارا تمہارا اتفاق اسپر ہو چکا ہے کہ ہم مین سے کوئی تمہاری مقتول کے بدلے مارا نہ جائے گا صرف خون بہا دینا ہوگا۔ خزرج نے جو بنی قریظہ کے دوست تھے کہا کہ یہ جاہلیت کی ایک رسم تھی جبکہ ہمارے گروہ کی قلت تھی۔ اب ہم تم ایک ہین اور تمہارا ہمارا دین ایک۔ تمکو [illegible] اس امر کا تصفیہ ابو برزہ اسلمی کاہن سے ہو۔ مسلمانون نے کہا نہین بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔ منافقون نے اس سے انکار کیا تب یہ آیۃ اتری۔

دوسری آیۃ کے مورد نزول سے صاف ثابت ہے کہ وہ فیصلہ نبوی سے منکر

عن علی بن عبد اللہ قال خاصم الزبیر رجلا من الانصار فی شریج من الحرۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسق یا زبیر ثم ارسل الماء الی جارک فقال الانصاری یا رسول اللہ ان کان ابن عمتک فتلون وجہہ ثم قال اسق یا زبیر ثم احبس الماء حتی یرجع الی الجدر ثم ارسل الماء الی جارک واستوعی

کے حق مین وعید ہے۔ نہ صرف مخالف کے حق مین۔ صحیح بخاری مین مروی ہے کہ ایک انصاری کا حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہ سے کہیت کو آنیوالے پانی مین جہگڑا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلی حکم اور وجہی حق زبیر

النبی صلی اللہ علیہ وسلم للزبیر حقہ فی صریح الحکم حین احفظہ الانصاری کان اشار علیہما بامر لہما فیہ سعۃ قال الزبیر فما احسب ہذہ الایات الا نزلت فی ذلک فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم الخ (بخاری صفحہ ۶۶)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنزل فرماکر بطور مصالحت اس آسان اور سہل تجویز پر فیصلہ کیا کہ زبیر بقدر ضرورت پانی لیکر انصاری کے کہیت کو پانی چہوڑ دے اور پر انصاری ناخوش ہوا اور بولا کہ اس مین آنحضرت نے اپنی پہوپہی زاد بہائی کی رعایت کی ہے۔ جب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا اور اصلی حکم سنایا اور یہہ فرمایا کہ زبیر اپنا کہیت مونڈیرون تک بہرلے تب انصاری کے کہیت کیطرف پانی چہوڑے اور اس آیت کا نزول ہوا۔

ایسا ہی عامہ تفاسیر معالم و مظہری وغیرہ مین ہے۔

ایسا ہی اخیر کی تین آیتون کے مورد نزول سے ثابت ہے کہ ان مین احکام الٰہی کے منکرون اور اپنی تجویزات کو احکام الٰہی قرار دینے والون کے حق مین وعید ہے نہ صرف محالف حقیقین۔

تفسیر کبیر۔ معالم التنزیل۔ فتح البیان۔ وغیرہ مین ہے کہ خدا کا یہ ارشاد

قال عکرمۃ۔ قولہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ الخ انما یتناول من انکر بقلبہ وجحد بلسانہ اما من عرف بقلبہ کونہ حکم اللہ واقر بلسانہ کونہ حکم اللہ الا انہ اتی بضدہ فہو حاکم بما انزل اللہ ولکنہ تارک لہ۔ فلا یلزم دخولہ تحت ہذہ الایۃ (تفسیر کبیر صفحہ ۶۰۴ جلد ۳)

کہ جو لوگ خدا کے اتارے ہوئے حکم کے موافق فیصلہ نہ کرین وہ کافر ہین" اسی کے حق مین ہے جو خدا کے حکم کا دل اور زبان سے منکر ہو۔ اور جو شخص خدا کے حکم کو دل سے مانے اور زبان سے اسکا مقر ہو صرف عمل مین اسکا خلاف کرے وہ اس وعید

مین داخل نہین"۔

احادیث صحیحہ مین ان آیات کا مورد نزول یہ بیان ہوا ہے کہ یہودی رجم وغیرہ حدود شرعیہ کی جگہہ اپنی تجویزی سزاؤن کو جاری کرتے اور انکو حکم الٰہی قرار دیتے۔ **صحیح بخاری** مین حضرت ابن عمر سے یہ حدیث منقول ہے کہ یہود آنحضرت صلے

عن عبد الله بن عمر انه قال ان اليهود جاؤا الى رسول الله صلے الله عليه وسلم فذكروا اله ان رجلا منهم وامراة فقال لهم رسول الله صلے الله عليه وسلم ما تجدون فى التورٰة فى شان الرجم فقالوا نفضحهم ويجلدون فقال عبد الله بن سلام كذبتم ان فيها الرجم فاتوا بالتوراة فنشروها فوضع احدهم يده على اٰية الرجم فقرا ما قبلها وما بعدها فقال عبد الله بن سلام ارفع يدك فرفع يده فاذا فيها اٰية الرجم قالوا صدق يا محمد فيها اٰية الرجم فامر بهما رسول الله صلى الله عليه وسلم فرجما فرايت الرجل يجنا على المراة يقيها الحجارة (بخاری صفحہ ۱۰۱۱)

اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ظاہر ہوئے کہ ان مین سے ایک مرد وعورت نے زنا کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تورات مین خدا کا حکم کیا پاتے ہو انہون نے کہا کہ رسوا کرنا (یعنے موہنہ کالا کرنا) یا مارنا پیٹنا۔ عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ تم جہوٹ کہتے ہو تورات مین زانیون کو سنگسار کرنے کا حکم موجود ہے۔ تورات کہولی گئی تو ان مین سے ایک شخص نے آیت رجم پر ہاتہہ رکہدیا۔ اور اور اس کے آگے پیچہے سے پڑہنا شروع کیا حضرت عبد اللہ بن سلام نے کہا ہاتہہ تو اٹہا۔ ہاتہہ اٹہایا تو وہ حکم نکل آیا۔ پہر وہ بولے ہان یہ شخص سچ کہتا ہے۔ اس مین رجم کا حکم ہے۔

ابوداؤد مین برا بن عازب سے یہ حدیث منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

عن البراء ابن عازب قال مر علی رسول الله صلی الله علیہ وسلم بیهودی محمم مجلود فدعاهم فقال هكذا تجدون حد الزانی قالوا نعم فدعا رجلا من علمائهم قال له نشدتك بالله الذی انزل التوراة علی موسی هكذا تجدون حد الزانی فی كتابكم فقال اللهم لا ولولا انك نشدتنی بهذا لم اخبرك نجد حد الزانی فی كتابنا الرجم ولكنه كثر فی اشرافنا وكنا اذا اخذنا الرجل الشریف تركناه

واذا اخذنا الضعیف اقمنا علیه الحد فقلنا تعالوا لنجمع علی شیء نقیمه علی الشریف والوضیع فاجتمعنا علی التحمیم والجلد وتركنا الرجم فقال رسول الله صلی الله علیہ وسلم اللهم انی اول من احیا امرك اذا اماتوه فامر به فرجم فانزل الله تعالی یایها الرسول لا یحزنك الذین یسارعون فی الكفر الی قوله ان اوتیتم هذا فخذوه وان لم توتوه فاحذروا الی قوله ومن لم یحكم بما انزل الله فاولئك هم الكافرون

کے پاس ایک یہودی کو لائے جس کا سونہہ کالا کیا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا توریت مین زنا کی یہی سزا ہے جو اسے دی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی عالم کو بلایا اور اس سے قسم دیکر یہ سوال کیا۔ تو اس نے کہا کہ یہ سزا نہیں۔ اور کہا کہ آپ مجھے قسم نہ دیتے تو مین یہ بات نہ کہتا۔ ہماری کتاب مین زنا کی سزا مین حکم تو رجم کا ہے مگر ہمارے [illegible] مین اگر [illegible] کثرت ہو گئی پھر جب ہم کسی شریف کو زنا مین پکڑتے اسپر حد رجم جاری نہ کرتے۔ اور جب وضیع (کم رتبہ) کو پکڑتے تو اسپر حد جاری کرتے۔ پھر ہمارے علماء نے کہا کہ آؤ ایسی سزا مقرر کرین جسکو شریف اور وضیع سب پر جاری کر سکین۔ تب یہ سزا مقرر ہوئی کہ مونہہ کالا کر دیا کرین اور مار پیٹ کرین اور سزا رجم بالکل ترک ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ الٰہی مین سب سے پہلی

فی الیھود الی قولہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظالمون فی الیھود الی قولہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفسقون قال وھی فی الکفار کلھا یعنی ھذہ الآیۃ۔

(ابوداؤد صفحہ ۲۴۲ جلد ۲)

تیرے حکم کو زندہ کرتا ہون جب اسکو یہودیون نے فوت کیا۔ اور اس زانی کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ جسپر یہ آیات اتریں۔ کہ جو لوگ کفر مین دوڑتے ہین ان سے تجھے غم و خوف نکرنا چاہیے ؛ اور جو لوگ خدا کی اتاری حکمپر فیصلہ نہ کرین وہ ظالم ہین"

یہ سب آیتین انہی یہودیون کے حق مین ہین۔

ایسا ہی حضرت ابن عباس سے ابوداؤد مین مروی ہے کہ یہ آیات خاص

عن ابن عباس قال ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون الی قولہ الفسقون ھؤلاء الآیات الثلث نزلت فی الیھود خاصۃ [illegible] قریظۃ والنضیر [illegible]

کر بنی قریظہ و بنی نضیر یہودیون کے حق مین نازل ہوئی [illegible] ہین

ان اقوال صحابہ وغیرہ مفسرین سے یہ مقصود نہین ہے کہ یہ آیات اپنے مورد نزول سے مخصوص ہین بلکہ ان سے مقصود ان معنی کا بیان ہے جن مین ان آیات کا عموم معتبر ہو سکتا ہے۔

وہ حضرات فرماتے ہین کہ خدا کے اتارے ہوئے حکمپر فیصلہ نہ کرنے کے معنے یہہ ہین کہ ان احکام کے مخالف احکام کو احکام الہی قرار دین۔ اور ان کو اصل احکام الہی کی نسبت دل سے اور زبان سے بہتر کہین (جو وقت نزول قرآن خاصکر یہودیون کا فعل تھا) ان معنے کے ساتھہ یہ آیات بیشک اپنے عموم پر ہین اور ہر شخص کو (جنمین یہ معنے پائے جاتے ہون) یہودی ہو خواہ مسلمان زمانہ سابق کا یا زمانہ حال کا یہ آیات شامل ہین۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ عموم لفظ کا انہی معنے مین لیا جا سکتا ہے جو اس سے مراد

ہو سکین نہ ان معنی مین جو اوس کے مفہوم سے خارج اور جدا گانہ ہون۔
اسبات کو جو سمجھیگا وہ ان صحابہ وغیرہ مفسرین کے اقوال اور ہماری دعوی پر (جس کی
تایید مین یہ اقوال منقول ہین) یہ اعتراض نہ کرے گا کہ "تمہاری مؤلفہ کتب اور کتب اصول
مین یہ قاعدہ مسلم ہو چکا ہے کہ ہمیشہ لفظ عام کا عموم معتبر ہوتا ہے مورد نزول کا خصوص
اس عموم کو توڑ نہین سکتا ہے"۔

اس بحث کی سے جو آیات قرآنیہ اور حدیث نبویہ اور اقوال صحابہ وغیرہ مفسرین سے مستند ہی
صاف ثابت ہے کہ آیات منقولہ بالا صرف تارک و مخالف حکم الٰہی کے حق مین نہین
ہین۔ بلکہ اس مخالف کے حق مین ہین جو مخالف ہونے کی ساتھ منکر بھی ہو۔ لہذا
ان آیات سے نوع اول قسم سوم ملازمت کی ممانعت ثابت نہین ہو سکتی۔ اس نوع
ملازمت کی ممانعت پر وہی آیات احادیث دلائل ہین جو ہمنے بیان کی ہین۔
نوع دوم اس قسم ملازمت [illegible] جس مین احکام
شرعیہ کے مخالف احکام کو نافذ کرنا نہین پایا جاتا۔ جن احکام مقررہ و مجوزہ گورنمنٹ
انگلشیہ کو اس نوع ملازمت مین نافذ کرنا پڑتا ہے وہ احکام شرعیہ کی ضد اور
نقیض نہین ہین بلکہ وہ بجاے احکام شرعیہ ایک جداگانہ اور مستقل احکام ہین جو احکام
شرعیہ سے فی الجملہ مناسبت بھی رکھتے ہین اور وہ احکام شرعیہ کی ساتھ جمع ہو سکتے ہین
(اگر کوئی ان دونون کو ایک محل مین جمع کرنا چاہے) اور دونون کا ارتفاع بھی ایک محل
سے ممکن ہے (اگر کوئی دونو پر عمل نہ کرے) وہ احکام احکام شرعیہ کی ضد و نقیض ہوتے
تو دونون ایک محل مین جمع نہو سکتے اور نہ دونو کسی محل سے مرتفع ہوتے (چنانچہ دو
ضدون اور نقیضون کا حکم اور حال ہوتا ہے۔

اس امر کی توضیح ایک تمثیل سے کی جاتی ہے۔ چوری کی سزا شرع مین ہاتھ کاٹنا ہے اور
گورنمنٹ انگلشیہ کے قانون مین اسکی سزا قید ہے یا بید مارنا۔ یہ حکم انگرنیہ ی

اس حکم شرعی کی ضد نہین ہے۔ ضد ہوتا تو اس کے ساتھہ جمع نہ ہو سکتا حالانکہ ہاتھہ کاٹنے کے ساتھہ قید کرنا بھی ممکن ہے۔ بلکہ بجاے اس حکم شرعی کے یہ ایک جداگانہ حکم ہے جو عقوبت و ایذا رسانی مین اس حکم شرعی سے فی الجملہ مناسبت رکھتا ہے لہذا جو شخص چور کو چوری کے عوض مین سزا قید دیتا ہی وہ اس حکم شرعی کے خلاف اور ضد پہ عمل نہین کرتا صرف ایک جداگانہ تجویز کو عمل مین لاتا ہے جسکو سزا شرعی سے فی الجملہ مناسبت ہی نہ مخالفت۔

ایسے احکام کو اگر کوئی صرف دنیاوی احکام سمجھے احکام الٰہی و احکام شرعی قرار نہ دے (جیسا کہ یہود نے زانی کا مونہہ کالا کرنے کو حکم الٰہی قرار دیا تھا) اور نہ ان احکام کو احکام شرعیہ سے بہتر اور ان کے مقابلہ مین احکام شرعیہ کو خلاف مصلحت و مخالف انصاف سمجھے (جیسا کہ اس منافق یا انصاری نے سمجھا تھا) تو ان احکام [illegible]

یہ اجازت بہت سی دلائل کتاب و سنت مین پائی جاتی ہے۔ اس مقام مین ہم تین دلائل کے ذکر پر اکتفا کرتے ہین۔

پہلی دلیل

حضرت یوسف علیہ السلام جو عزیز مصر کے قائم مقام ہو کر فرمان بردار سریر سلطنت مصریہ تھے تو ان کا عملدر آمد اس قانون پہ رہا تھا جو سلطنت مصریہ مین مروج و معمول بہ تھا۔ اس مین بعض احکام ایسے بھی تھے جو شریعت یعقوبی سے متغایر و متفاوت تھی (جیسے چوری کی سزا مین مار پیٹ کرنا۔ اور مال مسروقہ سی دوچند تاوان لگانا) حضرت یوسف علیہ السلام ایسے احکام سلطنت کا خلاف بھی نہ کرتے تھے اور بجاے ان احکام کے احکام شریعت یعقوبی عمل مین نہ لا سکتی تھی۔

اسپر دلیل ظاہر آیات قرآن ہے جس مین یہ بیان ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام

فلما جهزهم بجهازهم جعل السقاية في
رحل اخيه ثم اذن موذن ايتها العير
انكم لسارقون قالوا واقبلوا عليهم ماذا
تفقدون قالوا نفقد صواع الملك ولمن
جاء به حمل بعير وانا به زعيم قالوا
تالله لقد علمتم ما جئنا لنفسد في
الارض وما كنا سارقين قالوا فما جزاؤه
ان كنتم كاذبين قالوا جزاؤه من وجد
في رحله فهو جزاؤه كذلك نجزي
الظلمين فبدا باوعيتهم قبل وعاء
اخيه ثم استخرجها من وعاء اخيه
كذلك كدنا ليوسف ما كان لياخذ
اخاه في دين الملك الا ان يشاء الله نرفع
درجت من نشاء وفوق كل ذي علم عليم
(یوسف ع ۹)

نے اپنے بہائی کو اپنے پاس رکھ لینا چاہا
توان کے سامان مین بادشاہ کا پیمانہ
رکھوا دیا۔ جب اس تدبیر سے اسپر چوری کا الزام
قائم ہوگیا تو اوس کی سزا مین شریعت
یعقوبی کا حکم قید اپنے بہائیون سے
دلوایا۔ اس تدبیر کی نسبت خدا تعالےٰ
نے فرمایا ہے کہ یہہ تدبیر یوسف علیہ السلام
کو ہمنے بتائی تہی۔ اسکو یہ قدرت نہ تہی
کہ شاہ مصر کے آئین کے موافق اپنے
بہائی کو قید مین رکہتا۔ جس سے صاف
مفہوم ہوتا ہے کہ انہون نے اس سے
پیشتر نیابت سلطنت مصریہ مین اس حکم
شریعت یعقوبی پر کبہی عمل نہ کیا تہا۔ اور
نہ اس عہد نیابت مین انکو خود اس حکم پر
عمل کرنا ممکن تہا۔ اس حکم شریعت یعقوبی
پر انہون نے کبہی پہلے عہد نیابت مین عمل کیا ہوتا یا اسوقت ان کو اسپر خود بخود بلا تدبیر
مذکور عمل کرنا ممکن ہوتا تو خدا تعالے انکو ایسی تدبیر نہ بتاتا جس مین بظاہر ایک شخص
پر غیر واقعی الزام قائم کرنا اور اسکو خلاف واقعہ چور بنانا پڑا۔ و معہذا انہون نے اس
ملازمت کو پسند و اختیار کیا تہا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کو اقوام غیر کی ایسی
ملازمت جس مین بعض احکام شریعت پر عمل نہو سکے اور بجای ان احکام کے دوسرے
احکام سلطنت پر جو احکام شریعت سے متضاد و متناقض نہ ہون عمل کرنا پڑے

ناجائز نہین ہے -

تفسیر معالم التنزیل مین ہے حضرت یعقوب کی شریعت مین چوری کی یہہ

ای فالسارق جزاؤہ ان یسلم السارق
بسرقته الی المسروق منه فیسترقه
سنة وکان ذلک سنة ال یعقوب فی
حکم السارق وکان حکم ملک مصر ان
یضرب السارق ویغرم ضعفی قیمة
المسروق فاراد یوسف ان یحبس اخاه
عنده فرد الحکم الیهم لیتمکن من حبسه
عنده علی حکمهم + + + +
یعنی ان یوسف لم یکن [illegible]
حبس اخیه فی حکم الملک لولا
ما کدنا له بلطفنا حتی وجد السبیل
الی ذلک وهو ما اجری علی السنة الاخوة
ان جزاء السارق الاسترقاق فحصل
مراد یوسف بمشیة الله تعالی (معالم)

سزا تھی کہ اوسکو معہ مال مسروق صاحب
مال کے حوالہ کرین اور وہ اسکو ایک سال
اپنی غلامی مین رکھے - اور شاہ مصر
کا یہ قانون تھا کہ چور کو چوری کی سزا
مین زدوکوب کرین اور قیمت مال مسروق
سے دوچند تاوان لین حضرت یوسف
علیہ السلام نے اپنے بھائی کو اپنے پاس
رکھہ لینا چاہا تو بھائی کے جرم چوری کی
سزا [illegible] بھائیون کی سپرد کیا تاکہ وہ
بھائی کو اپنے پاس قید رکھنے پر قادر ہو
سکے + × × × انکو یہ طاقت
نہ تھی کہ بادشاہ مصر کی آئین کی روسے
بھائی کو اپنے پاس
رکھتے -

تفسیر کبیر مین ہے کہ اس آیت کے معنے یہ ہین کہ بادشاہ کا حکم سزاء چوری

والمعنی انه کان حکم الملک فی السارق ان
یضرب ویغرم ضعفی ما سرق فما کان یوسف
قادرا علی حبس اخیه عند نفسه
بناء علی دین الملک وحکمه الا انه تعالی

کی نسبت یہ تھا - کہ چور کو مارین - اور
قیمت مال مسروق سے دوچند تاوان
لین لہذا یوسف علیہ السلام کو قدرت
نہ تھی کہ وہ آئین مصری کی روسے اپنے بھائی کو

كاد لله ما جرى على لسان اخوته ان جزاء السارق هو الاسترقاق -
(تفسیر کبیر صفحہ ۲۲۳ ج ۵)

پاس کہہ لیتے ولیکن خدا تعالی نے انکو یہہ تدبیر بتائی کہ ان کے بھائیون کی زبان سے یعقوب کی شریعت کے موافق یہ بات نکلی کہ چور کی سزا غلام بنالینا ہے جس کے وسیلہ سے وہ اپنے بھائی کو قید کر لینے پر قادر ہوئے - ایسا ہی تفسیر فتح البیان وغیرہ مین ہے -

اس استدلال پر اگر کوئی بے سوچے بن سمجھے یہ اعتراض کرے کہ یہ شریعت یعقوبی پر حضرت یوسف کا خود عمل کرنا یا نہ کر سکنا اور بجائے حکم شریعت یعقوبی آئین مصری پر انکا عمل درآمد رہنا ہم مسلمانون کے لیے لائق سند نہین ہے یہ امر جائز تھا تو انہی کی شریعت مین جائز ہوگا شریعت اسلام مین تو اس کے مخالف اور ناسخ یہہ حکم آچکا ہے - کہ جو خدا تعالی کے اتارے ہوئے حکم کے مخالف فیصلہ کرین وہ ظالم ہین کافر ہین فاسق ہین

تو اس شخص کے فہم پر کمال افسوس و تعجب کے بعد ہم اس کے جواب مین یہہ کہین گے کہ اس حکم شریعت اسلام کو عمل حضرت یوسف علیہ السلام کے مخالف اور شریعت یوسفی کا ناسخ سمجھنا کمال درجہ کی نافہمی ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے عمل اور اس حکم شریعت اسلام مین کسی قسم کی مخالفت نہین ہے - پھر تجویز نسخ کے کیا معنے -

اس حکم شریعت اسلام سے (جیسا کہ ہم سابقا ثابت کر چکے ہین) تو احکام شریعت سے مخالف احکام پر عمل کرنے اور ان احکام مخالف شریعت کو احکام شرعیہ قرار دینے اور ان احکام مخالفہ کو احکام شریعت سے بہتر جاننے کی ممانعت مراد ہے - اور یہہ امر حضرت یوسف علیہ السلام کے عمل مین کہان پایا جاتا ہے کہ اس حکم شریعت اسلام کو عمل یوسف علیہ السلام کا مخالف و ناسخ قرار دین -

اس قسم کے احکام غیر شریعت کو اجیسے کہ شاہ مصر کا چوری کی سزا مین

زدوکوب کرنا اور دوچند تاوان لینا ہے) احکام شرعیہ سے (اسلامی ہون خواہ یعقوبی) کسی قسم کا تخالف نہین ہے بلکہ یہ جداگانہ احکام سلطنت ہین جنکو احکام شریعت سے فی الجملہ مناسبت ہے (چنانچہ ہم پہلے بیان کرچکے ہین) پھران احکام کو احکام شرعیہ کے مخالف سمجھنا اور ان احکام پر عمل کرنے کو شریعت اسلام کے مخالف قرار دینا نافہمی پر نافہمی نہین تو کیا ہے

بالجملہ حضرت یوسف علیہ السلام کا عمل شریعت یعقوبی یا شریعت اسلام کے مخالف نہین ہے اور انکا فعل جسکو خدا تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام سے تعریف کے ساتھ نقل کیا ہے ہمارے لیے کافی دست آویز ہے اور ہماری پہلی دلیل ہماری دعوے کے لیے کامل حجت ہے

دوسری دلیل

اہل اسلام مین یہ امر بمنزلہ اصول ثابت و مسلم و معمول بہ ہے کہ اپنے واجبی حق کو چھوڑ کر کسی قدر پر مصالحت کرنا جائز ہے اس اصل کا ثبوت قرآن و حدیث و عمل اہل اسلام مین موجود ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمانون مین صلح جائز ہے - بجز ایسی صلح کے جو حلال کو حرام کرے اور حرام کو حلال (یعنے احکام شرعیہ کے مخالفت ہو)

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم الصلح جائز بین المسلمین الا صلحاً حرم حلالاً و احل حراماً

(ابوداؤد صفحہ ۱۵۱ جلد ۲)

قرآن مین ارشاد ہے کہ اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے ناخوشی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو ان کو گناہ نہین ہے کہ وہ آپس مین (واجبی حق سے کم خرچ یا نوبت پر) مصالحت کرلین۔

وان امرأۃ خافت من بعلہا نشوزاً او اعراضاً فلا جناح علیہما ان یصلحا بینہما صلحاً

(پ ۵ ع ۱۹)

صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث مین حضرت عائشہ سے اس آیۃ کی تفسیر یون مروی ہے

عن عائشة وان امرأة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا قالت هي المرأة تكون عند الرجل لا يستكثر منها فيريد طلاقها ويتزوج غيرها وتقول له امسكني ولا تطلقني ثم تزوج غيري فانت في حل من النفقة علي والقسمة لي فذلك قوله تعالى فلا جناح عليهما ان يصالحا بينهما صلحا والصلح خير (بخاری صفحہ ۷۶۲)

کہ اس آیت میں وہ عورت مراد ہے جو کسی کے گھر (یا نکاح) میں ہو اور وہ اس سے بہت صحبت نہیں چاہتا - اس لیے وہ اسکو طلاق دینا اور اسکی جگہہ دوسری عورت کو لانا چاہتا ہے وہ اسکو یہ کہدے کہ میں تجھے اپنا حق صحبت و خرچ معاف کرتی ہوں تو مجھے طلاق نہ دے میرے ہوتے ہی جس عورت سے چاہے نکاح کرے -

اسی اصول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بی بی (سودہ بنت زمعہ) سے نوبت کے معاف کرنے اور وہ نوبت دوسری بی بی (عائشہ) کو بخش دینے پر مصالحت کر لی - اور اسکو طلاق نہ دی جس کا ذکر سنن ابو داؤد میں بصفحہ (۲۹۰ جلد ۱) موجود ہے - اور صرف نوبت کی بخشش کا ذکر صحیح بخاری و مسلم میں بھی ہے -

عن عائشة ولقد قالت سودة بنت زمعة حين اسنت وفرقت ان يفارقها رسول الله صلعم يا رسول الله يومي لعائشة فقبل ذلك رسول الله صلعم ابوداود ج ۱ ص ۲۹۰

ان سودة بنت زمعة وهبت يومها لعائشة وكان النبي صلعم يقسم لعائشة بيومها ويوم سودة بخاری ص ۷۸۵

اسی اصول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن مالک کو اسکا نصف قرض جو ابن ابی حدرد پر تھا چھوڑ دینے کا حکم فرمایا باوجودیکہ اسکا واجبی حق پورا قرض تھا - جس کا ذکر صحیح بخاری - مسلم - ابو داود - نسائی - ابن ماجہ -

عن كعب انه تقاضى ابن ابي حدرد دينا كان له عليه في المسجد فارتفعت اصواتهما حتى سمعها رسول الله صلعم وهو في بيته فخرج اليهما حتى كشف سجف حجرته فنادى يا كعب قال لبيك يا رسول الله قال ضع من دينك هذا

اوما الیہ الشطر البخاری صفحہ ۶۵)	وغیرہ کتب حدیث مین موجود ہے ۔

اسی اصول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو بقدر ضرورت پانی لیکر انصاری کے کہیت کو پانی چہوڑ دینے کا حکم دیا تہا باوجودیکہ اسکا اصل حق یہ تہا کہ مونڈیرون تک کہیت بہر لیتا جسکا ذکر سابقاً صفحہ (۷۱) ہو چکا ہے ۔

اسی اصول پر اسوقت تک کہ مسلمان باہمی جہگڑون مین مصالحت کرتے ہین اور اپنے اصل حقوق سے کمتر پر راضی ہوجاتے ہین ۔ الغرض یہ اصول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اسوقت تک معمول بہ و مروج ہے ۔ اور یہہ بات ظاہر ہے کہ وہ تجویز یا حکم جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصالحت فرمائی یا عام مسلمانون مین مصالحت ہوتی ہے اس حکم شرعی سے جو اصل اور واجبی حق کے مطابق ہو متفاوت و متغایر ہوتا ہے ۔ وتعہذا اسپر فیصلہ کرنا یا اسکی اجازت دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ۔ یہ تجویز و حکم مصالحانہ حکم شرعی سے متخالف و متناقض نہین ہے ۔ ایک جداگانہ حکم ہے جسکو اصلی حکم شرع سے فی الجملہ مناسبت ہے ۔

اس سے ہماری دعوی کی پوری تائید نکلتی ہے کہ احکام شرعیہ سے متغایر احکام و تجویزات سلطنت پر (اگر وہ احکام شرعیہ کی مخالف نہون) عمل و تصفیہ کرنا شرعاً جائز ہے ۔

شاید اس دلیل پر بعض کم توجہ اشخاص کو اعتراضات ذیل پیدا ہون ۔

(۱) جن تجویزات مصالحت کا اس دلیل مین ذکر ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویزات ہین جنکا فعل و قول عین شریعت ہے پہر ان تجویزات کا مغائر احکام شریعت ہونا کیا معنے رکہتا ہے ۔

(۲) وہ تجویزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجوزہ ہین جنکا فعل خود شرعی دلیل ہے انکے جائز العمل ہونے سے غیر نبی کے تجویزات کا جائز العمل ہونا کیونکر

ثابت ہو سکتا ہے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مین جس سے غیر نبی کے تجویزات مصالحت کا (جو خلاف شریعت نہ ہون) جائز العمل ہونا ثابت ہوتا ہے مسلمانون کی قید موجود ہے۔ پھر اس سے غیر مسلم گورمنٹ کی تجویزات کا جائز العمل ہونا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔

انکے **جوابات** بہ ترتیب اعتراضات ذیل مین معروض ہین۔

(۱) ان تجویزات کو مغایر احکام شریعت کہنا اس معنے کر ہے کہ وہ تجویزات اصلی اور عام احکام شریعت نہین ہین جنپر عام اہل اسلام کاربند ہون۔ اصل احکام جنکو خدا اور رسول نے شریعت قرار دیا ہے وہ ہین جو ان تجویزات کی جگہہ پہلے سے عام مسلمانون کے عمل مین تہی۔ اور پیچھے بہی معمول بہا رہی (مثلاً زوجہ کی نوبت و نفقہ مین دوسرے ازواج سے مساوات۔ قرض کا پورا ادا کرنا۔ پانیکا مونڈہیر تک بہر کر دعلی ہذا القیاس)

وہ تجویزات ان احکام کی جگہہ صرف بعض مواقع مین بمقتضای مصالحت و تقاضای ضرورت جائز العمل قرار دی گئی ہین۔ لہذا ان تجویزات کی نسبت یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ احکام شریعت سی مغایر ہین۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل جو از قسم عادات نہو اور نہ اسکی خصوصیت آنحضرت کی ساتہہ کسی دلیل سے ثابت ہو اور نہ اسکا صدور بلا قصد بطور زلت ہو اور دن کے لیے لائق استناد و اقتدا ہے۔

چنانچہ **توضیح** وغیرہ مین مذکور ہے۔ لہذا آپ کی فعل تجویز مصالحت مین ہماری لیے یہ اجازت و ہدایت پائی جاتی ہے کہ ہم بہی اسی قسم کے تجویزات مصالحت

والمختار عندنا لاباحۃ لا کن یکون لنا اتباعہ لا نہ بعث لیقتدی بافعالہ و اقوالہ قال اللہ تعالی لابراہیم

ان جاعلك للناس اماما وذلك بسبب النبوة والمخصوص به نادر (توضیح صفحہ ۲۳۵)

نکال لیا کرین جو احکام شریعت کے مخالف نہ ہون اگو ان سے متفاوت و ومتغایر ہون)۔

(۳) مسلمانون کی قید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مین بطور اتفاق اور بلحاظ اکثر واقعات زمانہ نبوی کے واقع ہوئی ہے۔ اس سے یہ مقصود نہین ہے کہ اگر غیر مسلم کسی مقدمہ مین کوئی ایسی تجویز نکالے جو شریعت کی مخالف نہ ہو تو وہ جائز العمل نہین ہے۔

امام شوکانی نے **نیل الاوطار** مین اس قول کی شرح مین کہا ہے کہ اُس قول

قوله بين المسلمين هذا خرج مخرج الغالب لان الصلح جائز بين الكفار و بين المسلم والكافر ووجه التخصيص ان المخاطب بالاحكام في الغالب هم المسلمون لانهم منقادون (نیل الاوطار ص۲۷ ج۵)

مین مسلمانون کی قید بلحاظ اغلب احوال لگائی گئی ہے۔ کیونکہ صلح باہم کفار کے اور مسلمانون اور کافرون مین بہی جائز ہے۔ اس حدیث مین خاص کر مسلمانون کے ذکر کی یہ وجہ ہے کہ احکام شرعیہ سے اکثر مسلمان ہی مخاطب ہوتے ہین۔ کیونکہ وہی لوگ ان احکام کو مانتے ہین۔

اُس پر ایک **روشن دلیل** یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کی تجویزات مصالحت کو تسلیم فرمایا اور اسپر عمل کیا (جسکا ذکر اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ جلد ۹ مین تفصیل ہو چکا ہے)۔

تیسری دلیل

حضرت **عمر فاروق** نے شراب خواری کی حد کو (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر کے عہد مین واقع ہو چکی تہی) بڑہا دیا۔ اور ان کے اس فعل کو حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضے وغیرہ صحابہ نے تسلیم کیا۔ جب یہ فعل

لائق استناد ہو گیا ہے۔

صحیح بخاری مین سائب بن یزید سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

عن السائب بن یزید قال کنا نؤتی بالشارب علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وامرة ابی بکر وصدرا من خلافة عمر فنقوم الیه بایدینا ونعالنا وارديتنا حتی کان آخر امرة عمر فجلد اربعین حتی اذا عتوا وفسقوا جلد ثمانین

(صحیح بخاری صفحہ ۱۰۰۲)

عہد اور خلافت صدیقی اور خلافت عمری مین جب کوئی شرابخوار سزا کے لئے لایا جاتا تو ہم ان کو جوتون سے اور چھڑیون وغیرہ سے مارتے خلافت حضرت عمر کی اخیر وقت پر اونہون نے چالیس کوڑے مارے جب وہ شراب خواری مین بڑھ گئے تو آپ نے اسی لگائے

صحیح مسلم مین حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

عن انس بن مالک ان النبی صلی الله علیه اتی برجل قد شرب الخمر فجلده بجریدتین نحو اربعین قال وفعله ابو بکر فلما کان عمر استشار الناس فقال عبد الرحمن اخف الحد ثمانون فامر به عمر

(صحیح مسلم ص ۷۱ جلد ۲)

ایک شرابخوار کو لائے تو آپ نے اسکو چالیس کے قریب چھڑیون سے پٹوایا ایسا ہی حضرت ابوبکر نے کیا حضرت عمر کا وقت آیا تو انہون نے اس باب مین صحابہ سے مشورہ لیا حضرت عبد الرحمن بن عوف نے اسی درہ لگانے کا مشورہ دیا تو آپنے اس کے مطابق حکم نافذ فرمایا۔

سنن ابی داؤد مین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وحضرت علی علیہ السلام وامیر

عن عثمان ان جلد الولید اربعین ثم قال جلد النبی صلعم اربعین وجلد ابو بکر اربعین وعمر ثمانین وکل سنة (ابوداؤد ص ۲۵۹)

معاویہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہون نے حضرت عمر کی اس تجویز کو پسند کیا اور مسنون کہا۔ اور اس کے مطابق خود

وعن علی جلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمر و ابوبکر اربعین وکملہا عمر ثمانین وکل سنۃ ۔ (ابوداؤد ۲۶) وعن معاویۃ نحوہ (ابوداؤد ۲۶۱ ۲)

عمل کیا ۔
آنحضرت یا وقتِ حدِ شراب خوار کا اسلام میں مسلم ہونا اور صحابہ کا اس کے مطابق عمل کرنا

اسی اصول پر مبنی ہے کہ ایک جرم کی متعدد سزاؤن میں باوجود مغایرت کی مخالفت وضدیت ومنافات نہین ہوتی ۔ ولہذا شراب خوار کی وہ حد (سزا) جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت صدیق اکبر کے عہد مین پائی گئی تہی اس حد کی جو حضرت عمر نے تجویز فرمائی تہی ضد ونقیض ومانع نہ تہی بلکہ مجوز تہی جس سے صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو سزائیں اور عقوبتیں شرعی جرائم کی اسوقت کو بعض اسلامی یا غیر اسلامی سلطنتون مین مقرر ہین وہ شرعی حدود کی ضد ونقیض نہین ولہذا شرعی حدود ان سزاؤن کے اجرا سے مانع نہین بلکہ مجوز ہین ۔

[illegible] اسلام یہ اعتراض کرین کہ اس دلیل مین تمنے قیاس مع الفارق کیا ہے ۔ ایک خلیفہ راشد بلکہ خلفاء راشدین ثلثہ کے فعل پر عام اہل اسلام بلکہ غیر اقوام کے فعل کو قیاس کیا ۔ کجا زمین وکجا آسمان ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔

اسکا **جواب** یہ ہے کہ ہمنے خلفا کے فعل پر فعل سلاطین زمانہ حال کا (مسلمان ہون خواہ غیر مسلم) قیاس نہین کیا اور نہ ان دو گروہ کے افعال کو یکسان قرار دیا ہے سلاطین کی مجوزہ سزاؤن پر عمل کرنے کے جواز کو تو ہم نے اس شرط سے مشروط ومقید کر دیا ہے کہ انکو صرف دنیاوی احکام سمجہین ۔ احکام شرعی قرار نہ دین ۔ اور اس حد مجوزہ فاروق اعظم کا داخل دین ومسنون ہونا ہمنے تسلیم کر لیا اور اکابر صحابہ سے اس تسلیم کو نقل کیا ہے اگر ان دونون گروہ کے افعال کو ہم یکسان جانتے اور ایک کا دوسرے پر قیاس کرتے تو تعزیرات مجوزہ سلاطین کو بہی شروع

اور مسنون قرار دیتے -

ہمنے تو صرف حد مجوزہ فاروق اعظم کی اس وجہ تجویز سے کہ وہ حد نبوی و صدیقی کی ضد و مخالف تہی اور اسلیے انکو اس حد کی تجویز پر جرات ہوئی - اور دوسرے اکابر صحابہ سے انکی موافقت رای وقوع مین آئے) استدلال کیا اور یہ کہا ہے کہ یہہ وجہ ہر ایک سزا مین (جو حدود شرعی سے مغایر ہو مگر ضد و مخالف نہ ہو) موجود ہے و لہذا ایسی سزا کی اجرا سے حد شرعی مانع نہین ہے بلکہ مجوز ہے -

رہا یہ امر کہ وہ سزا داخل دین اور حکم شرعی ہو سکتی ہے یا نہین سو یہ امر وجہ مذکور سے جدا اگانہ ہے - اور ہماری بحث و دعوی سے اجنبی اسکا تصفیہ دوسرے دلائل سے ہو سکتا اور اس مین یون کہا جاسکتا ہے کہ اگر اس سزا کے مجوز کا فعل لائق استناد اور دین مین حجت ہے (جیسے خلفاء راشدین کا وہ قول یا فعل جسپر اور خلفا [illegible] صحابہ کا اتفاق ہو گیا ہو جو بالاتفاق [illegible]) تو وہ سزا داخل دین اور حکم شرعی ہو سکتی ہے -

و بناءً علیہ یہ حد فاروقی جسپر باقی خلفاء کا اتفاق ہوا ہے داخل دین سمجھی گئی ہے اور اگر اس سزا کے مجوز کا قول و فعل لائق استناد اور دین مین حجت نہین ہے (جیسے دوسرے سلاطین کے (مسلمان ہون خواہ غیر) اقوال و افعال یا صحابہ یا خاص کر بعض خلفا کے وہ افعال و اقوال جنپر دوسرے صحابہ نے اتفاق نہ کیا ہو) تو وہ سزا داخل دین نہین ہو سکتی اسی اصول پر ان سلاطین کی مجوزہ سزائین احکام شرعیہ اور داخل دین نہین سمجھی گئین صرف جائز العمل تسلیم کی گئی ہین - ایسی ہی بعض خلفا کی وہ سزائین جنپر دوسرے صحابہ کا اتفاق نہین ہوا حکم شرعی نہین سمجھی گئین -

اوسکی نظیر مین ہم انہی حضرت فاروق اعظم کے بعض سیاستی و تعزیری احکام پیش کرتے ہین جو دوسرے صحابہ کے اتفاق نہ ہونے کے سبب شرعی احکام نہین سمجھے گئے

(۱) موطا امام مالک مین سلیمان بن یسار سے مروی ہے کہ طلیحہ اسدیہ کو اسکے

عن سلیمان بن یسار ان طلیحۃ الاسدیۃ کانت تحت رشید الثقفی فطلقها فنکحت فی عدتها فضربها عمر بن الخطاب وضرب زوجها بالمخفقۃ ضربات وفرق بینهما ثم قال عمر بن الخطاب ایما امرأۃ نکحت فی عدتها فان کان زوجها الذی تزوجها لم یدخل بها فرق بینهما ثم اعتدت بقیۃ عدتها من زوجها الاول ثم کان الآخر خاطبا من الخطاب وان کان [illegible] تها عدتها من الاول ثم اعتدت من الآخر ثم لا یجتمعان ابدا (موطا امام مالک ص ۱۹۴)

خاوند رشید نے طلاق دی تو اس نے عدت مین دوسرا نکاح کر لیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کو اور اسکے شوہر ثانی کو دُرّہ سے مارا اور ان مین جدائی کا حکم دیا۔ پھر یہ ارشاد فرمایا کہ جو عورت عدت کے اندر دوسرے خاوند سے نکاح کرے اس کا خاوند اس سے ہمبستر نہوا ہو تو ان دونون مین جدائی کرائی جاے پھر باقیماندہ عدت پوری [illegible] نکاح کر لین۔ اور اگر وہ اس سے ہمبستر ہو چکا ہو تو ان دونو مین ایسی جدائی ہو کہ پھر وہ کبھی نکاح نکرین

محلی شرح مؤطا مین ہے۔ یہ حکم بطور سیاست وسزا ہے اور یہ ایک ایسا حکم ہے جس

قولہ ثم لا یجتمعان ابدا زجرا لہ وسیاسۃ علی فی حقهما لحنا سرعۃ مبادرتهما الیہ قبل انقضاء عدتها وهذا مما تفرد بہ عمر وعامۃ اهل العلم علی انہ تحل لہ بعد الخروج عن العدۃ (محلی شرح موطا ص ۱۹۴)

مین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہ تنہا رہے ہین۔ عام اہل علم سب اسکے قائل ہین کہ عدت کے بعد ہمبستر ہونے والے کو بھی نکاح کر لینا جائز ہے۔

اسکی دوسری نظیر آپ کا یہ حکم ہے کہ "جو شخص ایک طہر مین تین طلاقین دے وہ

عن ابن عباس قال کان طلاق الثلاث فی

پھر اسعورت سے رجوع نکرے۔ یعنی ان تین

فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم
وابی بکر وسنتین من خلافة عمر واحدة
فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا
فی امر کانت لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم
فامضاه علیهم (صحیح مسلم ص۴۷۷ ج۱)

طلاقوں کو تین ہی سمجھو۔ تعامل زمانہ
نبوی اور خلافت صدیقی اور ابتدائی
دو سال خلافت عمری کے مطابق ایک
طلاق قرار دی"۔ چنانچہ صحیح مسلم مین
بروایت ابن عباس یہ حکم آپ کا مروی ہے

آپکے اس حکم کو گو بہت سی صحابہ و اکثر تابعین و ائمہ مذاہب نے حکم شرعی سمجھا ہے۔
مگر بہت سی صحابہ اور تابعین اور ائمہ دین نے اسکو حکم شرعی تسلیم نہین بہی کیا۔ بلکہ
ایک تعزیری و سیاستی حکم قرار دیا ہے۔
قاضی محمد بن علی شوکانی نے کتاب نیل الاوطار مین کہا ہے ایک وقت میں

واعلم انه قد وقع الخلاف فی الطلاق الثلاث
اذا اوقعت فی وقت واحد هل یقع جمیعها
ویتبع الطلاق الطلاق ام لا فذهب جمهور
التابعین وکثیر من الصحابة وائمة المذاهب
الاربعة وطائفة من اهل البیت منهم
امیر المؤمنین علی مرتضی رضی الله عنه
والناصر والامام یحیی حکی ذلک عنهم
فی البحر وحکاه ایضا عن بعض الامامیة
الی ان الطلاق یتبع الطلاق وذهبت
طائفة من اهل العلم الی ان الطلاق لا
یتبع الطلاق بل یقع واحدة فقط وقد حکی
ذلک صاحب البحر عن ابی موسی وروایة عن

تین طلاقون کے واقع ہو جانے مین علمائے
اسلام کا اختلاف ہے۔ اکثر تابعین اور
بہتیرے صحابہ اور ائمہ مذاہب اربعہ
اور ایک جماعت اہل بیت نبوی (جنمین
حضرت علی مرتضے ہین) اور ناصر اور
امام یحیی قائل ہین کہ وہ تینون واقع ہوتے
ہین ایک جماعت اہل علم اس کے قائل
ہین کہ تین طلاقین نہین ہوتین بلکہ صرف
ایک طلاق ہوتی ہے۔ چنانچہ بحر نے
یہ قول ابو موسے اشعری (صحابی) سے
نقل کیا ہے۔ ایسا ہی حضرت علی علیہ
السلام سے ایک روایت مین ہے۔ اور

علی وابن عباس وطاوس وعطاء وجابر بن زید والھادی والقاسم والباقر والناصر واحمد بن عیسی وعبد اللہ بن موسی بن عبد اللہ ورواية عن زید بن علی و الیہ ذھب جماعۃ من المتاخرین منھم ابن تیمیہ وابن القیم وجماعۃ من المحققین وقد نقلہ ابن مغیث فی کتاب الوثائق عن محمد بن وضاح ونقل الفتوی بذلک عن جماعۃ من مشائخ قرطبۃ کمحمد بن بقی ومحمد بن عبد السلام وغیرھما ونقلہ ابن المنذر عن اصحاب ابن عباس کعطاء وطاوس وعمرو بن دینار وحکاہ ابن مغیث ایضا فی ذلک الکتاب عن علی رضی اللہ تعالی عنہ وابن مسعود وعبد الرحمن بن عوف والزبیر —

(نیل الاوطار صفحہ ۱۵۲ جلد ۵)

ابن عباس (صحابی) وطاوس وعطاء وجابر بن زید (تابعین) کا اور ہادی اور قاسم اور باقر اور ناصر واحمد بن عیسی وعبد اللہ بن موسے کا — اور ایک روایت مین زید بن علی کا بھی یہی قول ہے — اور اسیکی ایک جماعت متاخرین کی (جن مین ابن تیمیہ و ابن قیم اور دوسرے محققین کی ایک جماعت ہے) قائل ہے — ابن مغیث نے کتاب وثائق مین محمد بن وضاح سے یہ قول نقل کیا ہے اور ایک جماعت مشائخ قرطبہ کا (جیسے محمد بن بقی ومحمد بن عبد السلام وغیرہ) اس کے موافق فتوی دینا نقل کیا ہے — اور ابن المنذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگردون سے (جیسے عطا وطاوس وعمرو بن دینار ہین) یہ قول نقل کیا ہے اور ابن المغیث نے یہ قول علی مرتضے وابن مسعود وعبد الرحمن بن عوف وزبیر (صحابہ) سے نقل کیا ہے —

اس حکم فاروقی کو حکم شرعی قرار دینے والے جو اپنے دعوی کی دلیل بیان کرتے ہین اس سے ہمکو اس مقام مین بحث نہین ہے — اور نہ اس مسئلہ کی بحث و تحقیق یہان پیش نظر ہے — اس باب مین ہم مفصل مضمون لکھ چکے ہین جو کسی پرچہ مین شائع

ہوگا ۔ انشاء اللہ تعالی ۔

اسکو حکم شرعی تسلیم نہ کرنے بلکہ ایک حکم تعزیری و سیاستی قرار دینے والون کی دلیل یہی ہے کہ حضرت عمر کا صرف اپنا قول یا فعل شرعی حجت نہین اور انکا یہ حکم دوسرے صحابہ کی اتفاق و اجماع سے موید نہین ہوا ۔ جیسا کہ سزاء شراب خوار کا حکم موید ہو گیا تھا ۔ لہذا اس حکم کی نسبت یہی کہا جائیگا کہ وہ ایک تعزیری و سیاستی حکم تھا نہ حکم شرعی ۔

حافظ ابن القیم نے اغاثۃ اللہفان مین طلاق ثلثہ کا ایک ہونا ایک طولانی بحث

قالوا الاحکام نوعان ۔ نوع لا یتغیر عن حالة واحدة هو علیها لا بتغیر الازمنة و الاجتهاد كوجوب الواجبات و تحریم المحرمات و الحدود المقدرة فهذا لا يتطرق اليه تغيير ولا اجتهاد [illegible] الثاني يتغير حسب اقتضاء المصلحة له زمانا و مكانا و حالا كمقادير التعزيرات و صفاتها فان الشارع نوعها بحسب المصلحة كالتعزير بقتل مدمن الخمر في المرة الرابعة و اخذ شطر مال مانع الزكوة و اخراج العبد عن ملكه من مثل به و تضعيف الغرم على سارق ما لا قطع فيه و على كاتم الضالة و الهجر و منع قربان النساء في قصة الثلثة و لم يعرف انه عزر بدرة و لا حبس و لا بسوط و انما حبس في

سے ثابت کرنے کے بعد کہا ہے کہ علماء نے کہا ہے احکام دو قسم ہین ۔ اول وہ احکام جو زمانہ اور اجتہاد کے تغیر و تبدل سے نہین بدلتے ۔ جیسے فرائض کا [illegible] حرام ہونا اور حدود شرعیہ (جو مقرر ہو چکے ہین جن کیطرف کسی تبدل و اجتہاد کو راہ نہین) **قسم** دوم وہ احکام جو بحسب مقتضاء مصلحت زمانی و مکانی اور موقع کے بدل سکتے ہین جیسے **تعزیرات** کے مقدار اور کیفیتین ۔ تعزیرات کو شارع نے مقتضائے مصلحت کے موافق مختلف طور پر مقرر کیا ہے جیسے چوتھی دفعہ کی سزاء شراب خواری مین قتل کا حکم اور زکوۃ ندینے والے کے مال سے

تهمة ليتبين حال المتهم وكذلك
اصحابه تنوعوا فى التعزيزات بعده
فكان عمر يحلق الراس وينفى ويضرب
ويحرق حوانيت الخمارين والغرفة
التى يباع فيها الخمر وحرق قصر
سعد بالكوفة لما احتجب فيه عن
الرعية فكان له فى التعزيزات اجتهادات
وافقه عليها الصحابة لحدوث اسباب
لم يكن مثلها على عهد رسول الله صلى
الله عليه وسلم او كانت ولكن زاد الناس
فيها وتتابعوا فى ذلك انهم لما زادوا
شرب الخمر وتتابعوا فيه وكان قليلا
فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم
جعله عمر ثمانين ونفى فيها ومن ذلك
اتخاذه درة يضرب بها من يستحق
الضرب ومن ذلك اتخاذه دار السجن ومن
ذلك انه لما راى الناس تتابعوا فى الطلاق
واكثروا فيه راى انهم لا ينتهون
عنه الا بعقوبة راى الزامهم الثلاث
عقوبة لهم ليكفوا عنها وذلك اما من
التعزير العارض الذى يفعل عند الحاجة

نصف مال لینا - اور اس غلام کو جس کی
ناک اس کا مالک کاٹ دے مالک کی ملک
سے خارج کر کے آزاد کرنا - اور تھوڑی
مال کے چور سے جس پر حد شرعی (ہاتھ
کاٹنا) جاری نہ ہوسکے دوچند تاوان لے
لینا ایسا ہی گم شدہ چیز کے چھپانے
والے سے - اور ان تین شخصون پر جو
جنگ تبوک مین پیچھے رہ گئے تھے یہ حکم
لگانا کہ ان سے کوئی کلام نہ کرے اور وہ
اپنی عورتون کے پاس نہ جائین - آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت نہین کہ
آپ نے کسی کو کبھی درہ یا کوڑہ سے پٹوایا
ہو یا کسی کو قید کیا ہو بجز ایسے شخص
کے جس پر کوئی تہمت آئی ہو اسکو اسلیئے
قید کیا ہے کہ اسکا حال کھل جائے -
ایسا ہی آنحضرت کے صحابہ نے کئی قسم
کی تعزیرات نکالی ہین - حضرت عمر تعزیر
مین سر منڈوا دیا کرتے اور جلا وطن
کر دیتے اور مارتے - اور شراب بیچنے
والونکی دکانین اور بالاخانے جن مین
وہ شراب بیچتے جلا دیا کرتے - حضرت

کما کان یضرب فی الخمر ثمانین و یحلق فیہا الراس و ینفی عن الوطن وھو کما منع صلی اللہ علیہ وسلم الذین خلفوا عن الاجتماع بلسائہم فہذا لہ وجہ و اما ظنا ان جعل الثلاث واحدۃ کان مشروطا بشرط وقد زال الخ
(تبعید الشیطان بتقریب اغاثۃ اللہفان صفحہ ۳۲۶ وغیرہ)

سعد کا گھر آپ نے جلا دیا جب وہ اس گھر مین اپنی رعایا سے جنکے حاکم تھے چھپ بیٹھے تھے۔ آپ تعزیرات مین بہت اجتہاد کیا کرتے۔ جنپر اور صحابہ بھی اتفاق کر لیتے اس نظر سے کہ ان تعزیرات کے اسباب اور وجوہات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین موجود نہ تھے اور اگر کچھ تھے تو لوگ ان مین بڑھ گئے تھے۔ از انجملہ سزای شراب خواری ہے۔ اس مین لوگ بڑھ گئے تو آپ نے چالیس کے اسی کوڑے کر دیے اور جلا وطنی کا حکم بھی دیا۔ از انجملہ یہ کہ آپ نے معروف درہ بنوایا جس سے آپ اسکے لائق اشخاص کو پٹواتے از انجملہ یہ کہ آپ نے جیلخانہ بنوایا۔ از انجملہ یہ کہ جب آپ نے لوگون کو دیکھا کہ وہ طلاق دینے مین بڑھ گئے ہین اور یہ خیال فرمایا کہ وہ بجز سخت سزا کے اس سے باز نہ آئین گے تو انکی سزادہی کی غرض سے تین طلاقون کو تین ہی کر دیا تاکہ کثرت طلاق سے لوگ باز آئین یہ حکم انہے تعزیری احکام سے ہے جو حاجت کے وقت عمل مین لائے گئے ہین جیسے آپ شراب کی سزا مین اسے درّے لگواتے۔ سر منڈواتے اور جلا وطن کر دیا کرتے۔ تا آخرہ۔

اس بیان سے بخوبی ثابت ہوا کہ تعزیر شراب مجوزہ فاروق اعظم کا حکم شرعی تسلیم کیا جانا ایک خارجی دلیل (اتفاق و اجماع صحابہ) سے ہوا ہے نہ اس لیے کہ وہ ایک خلیفہ راشد کا فعل ہے۔ ایسا ہوتا تو آپ کے اُن افعال اور تجویزات کو بھی جنپر دوسرے صحابہ کا اتفاق نہین ہوا حکم شرعی تسلیم کیا جاتا۔ لہذا ہمارا تمسک دلیل سوم مین آپ کا فعل نہین ہے اور نہ اس فعل پر ہمنے افعال سلاطین کا قیاس کیا ہے۔

ہمارا تمسک اس فعل کیوجہ اور اصل اصول سے ہے جو ہر ایک سزا مین (جو مغایر احکام شرع ہو مگر مخالف نہ ہو) پائی جاتی ہے ۔

ہمارے ان دلائل ثلثہ سے امید ہے ناظرین کو ہمارے دعوے کی صحت وثبوت کا یقین ہوگا اور اس امر کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ نوع دوم قسم سوم ملازمت (جس مین ایسے احکام سلطنت کو نافذ کرنا پایا جاتا ہے جو احکام شرعیہ سے صرف مغایر ہین مخالف نہین ہین) جائز ہے بشرطیکہ ان احکام کو احکام شرعی نہ سمجھین اور نہ احکام شرعیہ سے بہتر قرار دین ۔

ان دلائل کے معارضہ ومقابلہ مین شاید کوئی یہ دلیل پیش کرے کہ نوع دوم قسم سوم ملازمت مین گو احکام شرعیہ کا خلاف نہین کرنا پڑتا مگر اس مین احکام شرعیہ کو ترک کیا تو کرنا پڑتا ہے مثلاً مسلمان مجسٹریٹ جو چوری کی سزا مین قید کا حکم جاری کرتا ہے وہ اس حکم مین گو حکم [illegible] کا خلاف نہین کرتا مگر اس حکم شرعی (ہاتھ کاٹنے) کا تارک تو ہوتا ہے جو صریح فسق ہے گو کفر نہین ۔

اس کا **جواب** یہ ہے کہ ترک اور فعل مین عدم وملکہ کا تقابل ہے لہذا کسی کام کا تارک اسی شخص کو کہا جائیگا جس کی شان اور قدرت سے اس کام کا کرنا ہو گا اور پھر وہ اسکو نہ کرے اور جو شخص کسی کام پر قادر نہ ہوگا اسکو اس کام کے نکرنے سے اسکا تارک کبھی نہ کہا جائے گا اور نہ اسپر اس ترک کا حکم (فسق یا کفر) لگایا جائیگا ۔

اس قاعدہ کا لحاظ ضروری نہ ہو اور ہر ایک کو جس سے کوئی کام نہ ہو سکے اس کام کا تارک کہنا جائز ہو تو اس ترک کے الزام سے فی صدی ایک مسلمان نہ بچیگا (مثلاً جس غریب مسلمان نے حج نہ کیا ہو وہ تارک حج ہوگا اور جو صاحب مال بقدر نصاب نہ ہو اور وہ زکوۃ نہ دے تو وہ تارک زکوۃ کہلائے گا ۔ وعلی ہذا القیاس ۔ اور اسکا کوئی مسلمان قائل نہین ہے ۔

؎ وہ یہ کہ حد عمری حد نبوی وصدیقی کی منافی ضد ومخالف نہین گو مغایر ہے ۔

اس قاعدہ کے مطابق مسلمان مجسٹریٹ ماتحت غیر اسلامی گورنمنٹ ہو خواہ ماتحت اسلامی
گورنمنٹ جو قوانین شریعت کی پابند نہیں (جو چور کو شرعی سزا نہیں دیتا حکم شریعت
کا تارک نہیں کہلا سکتا - کیونکہ وہ اس حکم کے اجرا پر قادر نہیں ہے حدود شرعیہ
کا جاری کرنا انہی لوگون کا کام ہے جو اہل شوکت و صاحب سلطنت ہون نہ کافہ انام کا
لہذا اس کے ترک کا جرم و الزام بھی انہی اہل شوکت و صاحبان سلطنت پر قائم ہو سکتا
ہے نہ ماتحت کے لوگون پر - پھر وہ شاید یہ سوال کرین کہ اس اصل پر احکام و حدود
شرعی کے تارک گورنمنٹ ٹھہرتے[*] - اور مسلمان چونکہ اس ترک مین انکے نایب ہین لہذا
اس نیابت کے سبب وہ بھی گنہگار ہوئے - اسکا جواب یہ ہے کہ مسلمان مجسٹریٹ گورنمنٹ
کا صرف اجرا احکام سلطنت مین (جو احکام شرعیہ کے مخالف نہین صرف مغایر
ہین) نایب ہے نہ ترک تعمیل احکام شریعت مین - کیونکہ ترک تو ایک عدمی امر ہے
[illegible] -

ملازمت کے اقسام ثلثہ کی احکام تفصیل و با دلیل بیان ہوئی اب ہم ان احکام
کے فروعات و نتایج بیان کرتے ہین اور ملازمت گورنمنٹ کی جزئیات و تمثیلات ذکر
کر کے یہ بیان کرنا چاہتے ہین کہ وہ جزئیات و امثلہ کس قسم مین داخل ہین - اور کس حکم
(جواز یا ممانعت) کا محل و مورد ہین -
گورنمنٹ کی ملازمتین جو ہماری ملک مین پائی جاتی ہین کئی ڈیپارٹمنٹ (صیغون
یا مدات) مین منقسم ہین -
جوڈیشل (دیوانی و فوجداری) **فنانشل** (مالی خدمات) **پولٹیکل** انتظامی

[*] یہ اعتراض برٹش گورنمنٹ پر ہے تو یہ شافعیہ وغیرہ علماء کے اصول پر وارد ہوتا ہے جو کفار کو
مخاطب فروع جانتے ہین نہ اصول مذہب حنفیہ پر جو کفار کو فروع اسلام کا مخاطب نہیں سمجھتے (دیکھو
مسلم الثبوت وغیرہ کتب اصول) اس نوٹ مین کافر بمعنے انفیڈل نہیں بلکہ بمعنی غیر مسلم ہے - دیکھو رسالہ اقتصار -

وملکی معاملات) ملٹری (فوجی خدمات) پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ (تعمیر مکانات وانہار وغیرہ) ایجوکیشنل ڈیپارٹمنٹ (تعلیم) میڈیکل ڈیپارٹمنٹ (طبابت یا ڈاکٹری) پوسٹل ڈیپارٹمنٹ (ڈاک) ٹیلی گراف ڈیپارٹمنٹ (سررشتہ تاربرقی) پولیس وغیرہ وغیرہ۔

اس مقام مین ہم بعض مدات کے متعلق چند مثالون کے ذکر و بیان حکم پر اکتفا کرتے ہین باقی ماندہ امثلہ کا حکم ناظرین اہل علم کو انہین مثالون سے معلوم ہوجاوے گا۔ انشاء اللہ تعالے۔

پس واضح ہو کہ منجملہ جوڈیشل ملازمت ایک عہدہ مجسٹریٹی ہے جس کا اعلے اور اصلی فرض مقدمات فوجداری کا فیصلہ کرنا ہے۔ ان قوانین سلطنت کے مطابق جو احکام شریعت سے صرف متغایر ہین۔ مخالف نہین ہین [illegible] مجسٹریٹ کو یہ خدمت بھی سپرد ہوتی ہے کہ وہ شراب کی سرکاری بھٹیون کی نگرانی کرے۔ اور شراب کے درجہ تیزی کا امتحان کر کے اس کی استعمال کی اجازت دے (جو نوع اول قسم سوم مین داخل ہے)۔ بعض اضلاع مین یہ خدمت تحصیلدارون کے سپرد ہوتی ہے جسکا ذکر فنانشل مین آتا ہے۔

و از انجملہ منصفی ہے جسکا فرض دیوانی مقدمات متعلقہ لین دین کا فیصل کرنا ہے انمین بعض مقدمات تو عین احکام شریعت کے مطابق ہوتے ہین جیسے اہل اسلام کے مقدمات وراثت۔ وصیت۔ طلاق۔ نکاح۔ تقسیم۔ ہبہ۔ شفعہ و خل مبیعات وغیرہ وغیرہ (جنکے مطابق فیصلہ قسم اول مین داخل ہے) اور بعض ان قوانین کے مطابق ہوتے ہین جو احکام شریعت سے صرف مغایر ہین نہ مخالف جیسے ملک کے ثبوت و شہادت مین دیوارون کے طاقون کو اور دیوارون

اور پشت بہ پشت یون کے رکھے جانے کو دلیل قرین قیاس سمجھنا (جنپر فیصلہ **نوع دوم** قسم سوم مین داخل ہے) اور بعض ایسے قوانین کے موافق ہوتے ہین جو شریعت سے مخالف ہین جیسے غیر مسلم گواہون کی شہادت کو قبول کرنا سود کی ڈگری دینا بعض اقوام کے رسم و رواج کے لحاظ سے زوجہ اور لڑکیون کو محروم الارث کرنا وعلی ہذا القیاس (جنکے مطابق فیصلہ کرنا نوع اوّل **قسم سوم** مین داخل ہے -)

دائرۃ الجملہ - **اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری** جس کا اصلی فرض فصل مقدمات جڈیشیل مال ہے (یعنے وہ مقدمات جو مالک اور مزارعین کے متعلق بابت حقوق اراضی ہون) ان مقدمات سے بعض مقدمات تو احکام شریعت کے عین مطابق ہوتے ہین جیسے حصہ نصف یا بٹیٹ پیداوار زمین یا نقدی حق مالکانہ مالک کو دلوانا - (جسکا فیصلہ **نوع اول** مین داخل ہے) اور بعض ان احکام سلطنت کے موافق جو شریعت و حضرت علیہ السلام کے مخالف جیسے مزارعان موروثی کی بابت دخل کا قانون (جنکے مطابق فیصلہ **نوع دوم** قسم سوم مین داخل ہے) اور بعض ان قوانین کے مطابق جو شریعت کے مخالف ہین جیسے رسم و رواج ملک کے لحاظ سے عورتون کو حقوق مالکیت سے محروم کرنا جو **نوع اول** قسم سوم مین داخل ہے ایسی **اسسٹنٹ کمشنری ہے** پنجاب مین **اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرون** - اور اسسٹنٹ کمشنرون کو مجسٹریٹون اور منصفون کے فرائض (فصل مقدمات فوجداری و دیوانی) بھی تفویض ہوتے ہین جسکا حکم بیان ہو چکا ہے -

ہندوستان کے اضلاع مین ان عہدون کی جگہہ **ریونیو اسسٹنٹ کمشنر - ڈپٹی کلکٹر** کے عہدے ہین - اور انکے یہی فرائض ہین -

ایسے ہی **خفیفہ ججی** ہے جسکا فرض فصل مقدمات دیوانی ہے جو جائداد منقولہ کے متعلق ہون - اور **ڈسٹرکٹ ججی** - جس مین عام مقدمات دیوانی (جائداد

منقولہ کے متعلق ہون خواہ غیر منقولہ کے) کا انفصال ہوتا ہے اور اسمین مجسٹریٹی کا فرض فصل مقدمات فوجداری بھی شامل ہوتا ہے۔

اور منجملہ فنانشل ملازمت ایک تحصیلداری ہے جسکا فرض تحصیل معاملہ اراضی ہے (اور وہ قسم اول مین داخل ہے) بعض رقوم جنکو تحصیلدار وصول کرتا ہے ایسے بھی ہوتے ہین جنکا وصول کرنا شرعاً ناجائز ہے جیسے شراب وغیرہ مسکرات کا محصل (اور وہ نوع اول قسم سوم مین داخل ہے) تحصیلدارون کو مجسٹریٹون اور ججون کے فرائض واختیارات (فصل مقدمات فوجداری و دیوانی) بھی حاصل ہوتی ہین۔ جنکا حکم بیان ہو چکا ہے ہندوستان کے اضلاع مین تحصیلدارون کی مالی خدمت کا سلسلہ ریونیو اسسٹنٹ کمشنر۔ ڈپٹی کلکٹر اور کلکٹر کیطرف منتہی ہوتا ہے۔

اور تخمینہ [illegible] بلحاظ پیداوار اسکی اقسام کی تشخیص کرنا اور ان اقسام کی حیثیت کے موافق خراج تجویز کرنا ہے۔ ان اصول وقوانین کے مطابق جنسے شریعت ساکت ہے یا وہ شریعت سے صرف مغایر ہین نہ مخالف (جیسے یہ قانون کہ جس زمین سے نیل پیدا ہو اُسپر اسقدر خراج لگایا جائے اور جس سے دہان پیدا ہو اسپر اسقدر (جو قسم دوم یا نوع دوم قسم سوم مین داخل ہے) ایسا ہی عہدہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ وسپرنٹنڈنٹ وغیرہ ہے جس مین اس قسم کے اختیارات کو درجہ بدرجہ وسعت ہوتی جاتی ہے۔

پولیٹیکل ملازمت کے عہدے جو اسوقت تک دیسیون کو میسر آتے ہین سکرتیریٹ (محکمہ سکرٹری لوکل گورنمنٹ ودفاتر سکرٹری سپریم گورنمنٹ) یا محکمہ پولیٹیکل ایجنٹ کی سررشتہ داری یا عہدہ اتاچے اور اس کے ماتحت ومتعلق عہدے ہین یا سفارت ریاست یا حکومت غیر جس کی فرائض انتظام ملک وحفظ حقوق سلطنت ہے۔ ان اصول

و قوانین کے مطابق جو شرع کے موافق ہین (جیسے ریاست کے ماتحت یا ممالک غیر سے جنگ نکرنے اور صلح قائم رکھنے کا معاہدہ اور اسکی شروط) یا وہ شرع سے صرف ساکت ہین جیسے شرائط جدید جو شرع سے ثابت نہ ہون (جنکی نظر سے یہ ملازمت قسم اول یا نوع دوم قسم سوم مین داخل ہے)۔

ملٹری ملازمت کے دو حصہ ہین ایک حصہ تلوار وغیرہ ہتھیارون کی نوکری ہے جو ادنیٰ سپاہی سے اعلیٰ عہدہ دار تک شامل ہے دوسرا اسکے متعلقات کی نوکری۔ (جیسے بارگین وغیرہ عمارتین بنوانا۔ سڑکین نکالنا۔ پیمائش و نقشہ کشی کرنا وغیرہ (جو ملٹری ورکس ڈیپارٹمنٹ کے متعلق ہین)

پہلے حصہ کے اصول اور اصل مقصود کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ سلطنت کی حفاظت اور حملہ غیر سے اسکی مدافعت ہے) اور ساتھ ہی اسکے اسی سلطنت کے برکات

اور [illegible] سکھون و غیرہ ظالم اقوام کی مزاحمتون سے انکو نجات دی اور ادائے شعائر اسلام کی پوری آزادی انکو عطا فرمائی ہے) نظر انصاف سے مشاہدہ کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی اسکے اپنی رعایا ہونے اور برٹش گورنمنٹ کے معاہد ہوجانے کیطرف نظر کیجاتی ہے تو ہمکو صاف اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ حصہ نوکری قسم اول مین داخل ہے۔ اور اس مین اس عہد (حقیقی یا حکمی۔ لفظی یا معنوی۔ صریحی یا ضمنی) کا جو ہم گورنمنٹ کو دے چکے ہین ایفا عمل مین آتا ہے اور اس سے کوئی فرد رعایا برٹش گورنمنٹ سے خالی نہین ہے (چنانچہ ہمارے رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد کے صفحہ ۷۴ وغیرہ مین اسکا تفصیلی ثبوت موجود ہے)

یہان شاید کوئی دیندار (مگر ناواقف) بھائی یہ اعتراض کرے کہ یہ حکم جواز اسی حالت مین اور اسیوقت تک صحیح و مسلم ہے کہ گورنمنٹ اس اصول کی (جو بیان ہوا ہے) قائم رہے اور اس سے آگے نہ بڑھے مگر ممکن ہے کہ وہ اس مرکز سے تجاوز کرے اور اسلام

و اہل اسلام سے بلا وجہ و ناحق کسی نہ کسی دن تعرض کرے اس امکان کے ساتھ ملازمت تلوار کیونکر جائز اور قسم اول مین داخل ہو سکتی ہے ۔

اس کا جواب یہ ہی کہ دین و مذہب اسلام سے تو گورنمنٹ کا تعرض کرنا عادۃً محال اور امکان عادی سے خارج ہے ۔ مذہبی نیوٹرلٹی (غیر طرفداری) کو گورنمنٹ بلحاظ اصول سلطنت فرض جانتے ہین ۔ اور کسیکی مذہب سو (مسلمان ہو خواہ ہندو یا غیر) دست اندازی کو کبھی روا نہین رکھتی اسیواسطے نہ آجتک کبھی مذہب اسلام سے گورنمنٹ نے تعرض کیا نہ آیندہ اس تعرض کا امکان ہے ۔

رہا اہل اسلام سے بخیال ملک و سلطنت اسکا بے جا و ناحق تعرض آسکا جیسا ہونا ممکن ہے ویسا ہی نہ ہونا بھی ممکن ہے اور یہ امر متیقن اور متعین نہین ہے کہ وہ تعرض ضرور واقعہ ہو گا ۔ لہذا مجرد امکان و وہم و گمان سے اس نوکری کا عدم جواز ثابت نہین ہو سکتا ۔ اس عدم جواز کے لیے [illegible] اوس کے وقوع کا متیقن ہونا شرط ہے چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر (۱۱) جلد (۵) بضمن مضمون "کفار کی نوکری" ۔ اس امر کو ہم ثابت کر چکے اور اس کے ثبوت و شہادت مین حضرت خباب صحابی کا عاصی بن وائل کے لیے تلوار بنانا (جس کا مجمل ذکر قرآن مین اور مفصل حدیث مین موجود ہے اور اسپر کسی نوع کا انکار خدا اور رسول کیطرف سے وارد نہین ہوا) پیش کر چکے ہین حالانکہ اس تلوار مین بھی یہ امکان موجود تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ مین عاصی وغیرہ کفار مکہ کے کام آتی اور اس سے کسی مسلمان بے گناہ کی جان ماری جاتی اس امکان کے ساتھ وہ فعل خباب صحابی کا خدا اور رسول نے جائز و برقرار رکھا تو اس امکان موہوم سے برٹش گورنمنٹ کی تلوار کی نوکری کیون کر ناجائز ہو سکتی ہے ۔

یہی حال و حکم اس ملازمت کے دوسرے حصہ کا ہے کیونکہ وہ پہلے حصہ کے مبادی اور وسائل

سے ہے اور حکم جواز و عدم جواز مین اسکا تابع ہے رہا بجائے خود تعمیر عمارت و نقشہ کشی وغیرہ کا

حکم سو ذیل مین بیان ہوتا ہے۔

پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کے متعلق جسقدر نوکریان ہین (نہرین کھدوانا۔ عمارات کار آمد گورنمنٹ یا عامہ خلائق بنوانا یا انکی حفاظت کرنا۔ نہرون کا پانی زمینداروں کو دینا۔ اسکا معاوضہ انپر لگانا۔ زمینون اور جنگلون کی پیمائش کرنا اس کے نقشہ بنانا۔ تحریر و حساب کا کام کرنا وغیرہ) یہ سب **قسم اول و دوم** مین داخل ہین اور بعض کام **نوع دوم** قسم سوم ہین۔ ہمارے علم و تحقیق ہین ان نوکریون مین دم نقد اور متیقن الوقوع معصیت کوئی نہین ہے جسکی نظر سے وہ نوع اول قسم سوم مین داخل ہوسکین۔

ان نوکریون مین بہی گو ناجائز امور کا پیش آنا ممکن ہے (مثلاً کسیکو ایسے مکان کا نقشہ بنانا [illegible] جائز نہو) مگر اس کے ساتھہ ہی یہ بہی ممکن ہے کہ بہ اتفاق اُسکی مدت ملازمت مین کبھی نہ ہو **لہذا** اس احتمال سے اصل ملازمت ناجائز و نوع اول قسم سوم مین داخل نہین ہوسکتی۔ ناجائز ہوگا تو خاص کر وہی فعل بد جو اس سے کسی خاص وقت مین سرزد ہوگا

ایجوکیشنل ڈیپارٹمنٹ **پوسٹل** ڈیپارٹمنٹ **تیلی گراف** ڈیپارٹمنٹ کے متعلق نوکریون کا بہی یہی حال و حکم ہے۔ انمین بہی کوئی دم نقد اور متیقن الوقوع معصیت نظر نہین آتی **لہذا** یہ نوکریان بہی قسم دوم یا نوع دوم قسم سوم مین داخل ہین۔ یہان بہی امکان وقوع معصیت ہو تو اس کے مقابلہ مین امکان عدم وقوع بہی موجود ہے جس سے اصل ملازمت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

ملازمت **تعلیم** مین شاید کوئی یہ **اعتراض** کرے کہ اس مین علوم فلسفہ و طبعیات پڑہائے جاتے ہین جن سے مسائل و عقاید اسلام کو مضرت پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ یہی

وجہ ہے کہ ان علوم کو پڑہکر مسلمان طالب علمون کے عقاید خراب ہو جاتے ہین پہر یہ ملازمت نوع اول قسم سوم مین کیون داخل نہین ہے؟ -

اس **اعتراض** کا مفصل جواب تو ہم عنقریب مضمون "تعلیم انگریزی" مین دینگے اس مقام مین اس اجمال پر اکتفا کرتے ہین (چنانچہ پہلے بہی کسیقدر بضمن نمبر ۶ جلد ۵ کہہ چکے ہین) کہ ان علوم کی تعلیم اب رُک نہین سکتی - کیون کہ عام لوگون کی غرض دنیاوی ان علوم کے متعلق ہے - ایک مسلمان ان علوم سے بچیگا تو اوسکا دوسرا بہائی انکو پڑہے گا - مسلمان بہی ان علوم سے تائب ہو جائینگے تو ہندو وغیرہ پڑہکر اسکو دنیا مین پہیلائینگے اور ان کے ذریعہ سے مسائل اسلام پر وہ اعتراض جمائینگے جنکو مسلمان اپنی ناواقفی کے سبب اٹہا نہ سکینگے لہذا اس مضرت سے بچنے کی صورت یہ نہین ہے کہ مسلمان ان علوم کو نہ پڑہین اور کبوتر کی (جسپر بلی حملہ کرتی ہے [illegible] آنکھ بند کر لین بلکہ اس مضرت کی بچاو کی اسوقت یہی صورت ہی کہ وہ ان علوم سے بخوبی واقف و ماہر ہو کر ان کے غلط مسائل کا ابطال کرین - اور صحیح مسائل کی مسائل اسلام سے تطبیق کرین اس صورت مین ان علوم کی تعلیم و تعلم کیونکر ناجائز - اور نوع اول قسم دوم مین داخل ہوسکتی ہے - مگر اسمین یہ شرط ضروری ہے کہ مسلمان ان علوم کے ساتھ اپنے قدیمی علوم عقلی و نقلی بہی پڑہین اور ان کے ذریعہ سے اپنے عقاید اسلام کا استحکام کرتے رہین ورنہ ان کے عقائد ضرور خراب ہونگے اور مروجہ علوم ان کو مضرت پہنچائینگے اس احتمال کے ساتہہ بہی ان علوم کی تعلیم مطلقا ناجائز نہین ہوسکتی - کیونکہ یہ احتمال متعین اور متیقن الوقوع نہین ہے - اسکی مقابلہ مین وہ احتمال بہی موجود ہے - جس سے اس تعلیم کا جواز ثابت کیا گیا ہے - یعنی مسلمانون کا ان علوم سے واقف ہو کر ابطال کرنا

میڈیکل (ڈاکٹری) تعلیم اور ملازمت مین اکثر پابند مسلمانون کو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے

کہ ڈاکٹری **علاج** مین شراب کو استعمال کرنا ایک لازمی امر ہے اور ڈاکٹری تعلیم و علاج مین مردون کا چیرنا (جس مین مسلمان کی نعش کا پیش آنا بھی ممکن ہے۔ اور اس مین مسلمان مردہ کی اہانت متصور ہے جس سے شرع مین ممانعت وارد ہے) بھی لازمی امر ہے۔ پھر یہ ملازمت کیونکر جائز ہے اس کا بھی مفصل **جواب** تو ہم مضمون "تعلیم انگریزی" مین دینگے اس مقام مین اسی اجمال کو کافی سمجھتے ہین کہ اول تو وہ شراب جسکو ڈاکٹر استعمال کرتے اور کراتے ہین سبھی اس قسم سے نہین ہوتی جسکو شرع شراب قرار دیتی ہے شرع مین شراب اوسی پینے کی چیز کو کہتے ہین جو عقل کو ڈھانک لے۔ ایسی شراب کا قدر کثیر نشہ پیدا کرے تو اسکا ایک گھونٹ بھی حرام ہے (چنانچہ احادیث [illegible] ظاہر)۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل شراب اسکر فھو حرام وعن عمر الخمر ما خامر العقل (بخاری صفحہ ۸۳۷) عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام (ترمذی)

اور ڈاکٹرون کی استعمال مین بعض شرابین ایسی ہین جنکو کوئی نہین پیتا اور نہ وہ پینے کے لائق ہین وہ صرف ادویات مین ڈالی جاتی ہین (جیسے اسپرٹ) اور بعض ان مین ایسی بھی ہین جو پی جاتی ہین مگر وہ نشہ نہین لاتین اور عقل کو ڈھانک نہین لیتی خواہ کتنی ہی پی جاوین۔ یہ باتین (جو ہمکو متدین مسلمان ڈاکٹرون سے پہنچی ہین) سچ ہین تو یہ شرابین شرعًا شراب نہین کہلاتین گو یورپ والے ان کو وین (یعنے شراب) کہتے ہین۔

اور اگر بعض ادویہ مین یا بعض اوقات وہ اس شراب کو استعمال کرتے کراتے ہین جو شرعًا شراب اور حرام ہے تو یہ امر ملازمت یا معالجہ ڈاکٹری کے لیے لازمی نہین ہے ڈاکٹر مسلمان ہو اور وہ شراب کی استعمال سے پرہیز کرنا چاہے تو یہ امر بھی اس کے لیے ممکن ہے۔ کیونکہ دواون مین ایک دوسری کا بدل موجود ہے۔ ایسی دوا غالبًا کوئی

[illegible] مسلمان اور متدین ڈاکٹرون سے سنا ہے کہ پورٹ وین ایسی ہے مگر ہمکو اسکا ذاتی تجربہ نہین [illegible] ڈاکٹر جنکو اسکا ذاتی تجربہ حاصل ہو اس سے ہمکو اطلاع دین۔

نہ ہوگی جس کا بدل دوسری دوا نہو (یہ امر یونانی طب اور یونانی معالجہ سے ہمارے تجربہ میں آچکا ہے) اس امکان احتراز کے ساتھہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹری علاج میں شراب کا استعمال لازمی ہے وبناءً علیہ یہ نوکری اور اسکی تعلیم مطلقاً ناجائز ہے۔

مردہ کو چیرنے میں اس کی اہانت اسوقت متصور ہے جب کہ اوس کے چیرنے میں کوئی نیت نیک نہ ہو اور کوئی ضرورت اوسپر باعث نہ ہو صرف کھیل و تماشا دیکھنا اور مردہ کا ذلیل کرنا پیش نظر ہو۔ نیک نیتی سے بغرض علاج زندہ مسلمان مرد یا عورت کا ہاتھہ پاؤں کاٹ دینا۔ اور اجنبی عورت کی محل ستر کو دیکھنا چھونا منع نہیں ٭ ہے تو بعد موت کیونکر منع ‡ ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی غرض محمود (جیسے زہر دینے کا ثبوت یا تشریح کی تعلیم) اسکے متعلق ہو یا ایسی ہی کوئی ضرورت پیش آوے جو بحکم قاعدہ فقیہہ مسلمہ منقولہ حاشیہ ممنوع کو جائز [illegible]

الضرورات تبیح المحظورات

(اشباہ [illegible])

ومعہذا یہان بھی اس امکان کے مقابلہ میں یہ امکان موجود ہے کہ ایک طالبعلم کی مدت تعلیم میں یا ایک ڈاکٹر کی مدت ملازمت میں مسلمان مردہ کی نعش پیش نہ آوے۔ گو یہ امکان بھی اوقات موجودہ کی نظر سے بعید ہے۔ اس امکان کے ساتھہ اصل ملازمت یا تعلیم کیونکر ناجائز ہو سکتی ہے ناجائز ہوگا تو خاص وہی فعل مفروض الاہانت جو مسلمان کی نعش سے کیا جائیگا۔ اور گناہ

٭ صحیح بخاری وغیرہ میں حدیث ہے کہ ایک عورت کے پاس آنحضرت کی مخالف ایک تحریر تھی جو مشرکین مکہ کے پاس وہ لے جا رہی تھی حضرت علی نے آنحضرت کے حکم سے اسکا تعاقب کیا اور روضہ خاخ میں جا کر اس کو پکڑ کر اسکا مطالبہ کیا تو وہ انکاری ہوگئی حضرت علی نے فرمایا کہ اگر تو وہ تحریر نہ نکالیگی تو ہم تجھے برہنہ کر کے تیری تلاشی لینگے اس ڈر کی ماری اسنے وہ تحریر نکالدی اس قول مرتضی سے صاف ثابت ہے کہ بغرض ضرورت کے وقت اجنبی عورت کے محل ستر کو دیکھنا بھی جائز ہے۔ یہ فعل ناجائز ہوتا تو آپ ہنسی کے طور پر بھی اسکا ارادہ ظاہر نکرتے۔

‡ آنحضرت کا یہ ارشاد کہ مردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہمارے قول کا موید اور صاف مشعر ہے کہ زندہ اور مردہ کا ایک حکم ہے۔ پس جس نیت سے زندہ کا پیٹ چیرنا ہڈی کاٹ دینا جائز ہے ویسی نیت سے مردہ کا بھی جائز ہے ۱۲

ہوگا تو خاص اسوقت ہوگا جب یہ فعل اس سے سرزد ہوگا ۔

پولیس کا اصلی فرض عام لوگون مین امن قائم رکھنا ہے اور چورون اور مفسدون سے انکی حفاظت کرنا جو مستحسن امر ہے اور قسم اول مین داخل ہے اس حفاظت کے طریق مین انکو بعض امور ایسے بھی پیش آتے ہین جو شریعت سے مغایر یا مخالف ہین ۔ ان امور مین وہ مجسٹریٹون سے کم ہین ۔ کیونکہ ان کو کسی مقدمہ کے حکم اور فیصلہ کا اختیار نہین ہے ۔

ان ڈیپارٹمنٹون کے متعلق اور ان سے خارج اور بہت سی نوکریان اور پیشے ہین جنکا یہی حال و حکم ہے جو مذکورہ بالا نوکریون کا بیان ہوا ۔

انہا الجملہ وکالت یا مختارکاری بعموم الوقوع ہونے کے سبب قابل ذکر ہے جس مین شریعت کے موافق و مخالف (دونو طرح) عمل ممکن ہے ۔ بلکہ اگر اس مین کوئی شریعت کی اتباع و موافقت چاہے تو [illegible] کے ساتھ ہوسکتا ہے ۔

وکیل مسلمان اور خدا ترس ہو تو وہ ایسا کوئی مقدمہ نہ لے جس مین حق کو ناحق کرنا پڑے ۔ حتی الوسع کوشش و تحری کرکے وہی مقدمہ لے جس مین اسکو حق کا علم حاصل ہو ۔ پھر اس حق کی تائید مین جس دلیل یا قانون کو چاہے پیش کرے اور جس طریق کو پسند کرے اختیار کرے ۔ اس امکان کی نظر سے وکالت یا مختارکاری **قسم اول** مین داخل ہے اور خدا ترس متدین مسلمان کے لیے دنیاوی ترقی کا یہ عمدہ اور معزز ذریعہ ہے ۔

ملازمت کی یہ چند **مثالین** (جنکا حال و حکم بیان ہوا ہے) ہمارے اخوان دین خصوصاً قسم دوم سلسلین کی نظرون مین غالباً تین قسم نظر آئیگی ۔

قسم اول وہ نوکریان جنمین نہ دم نقد اور بالفعل کسی قسم کی معصیت کا وجود ہے

اور شرآئندہ اوسکی یقینی وقوع کا اندیشہ ہو۔ جیسے سہر سڑک تار اور ڈاک کی نوکریاں

اس قسم کی نوکریون کو تو امید ہے ہمارے اخوان دین ہمارے دلائل سابقہ کو پڑہکر جائز و قسم اول اقسام ملازمت مین داخل مان لینگے اور ان کی نسبت عدم جواز کے حکم وخیال کو غلط قرار دین گے۔ اور ان مین امکانِ بعید معصیت کو لائق لحاظ نہ سمجہین گے۔

امثلہ قسم دوم وہ نوکریان جن مین اگرچہ دم نقد معصیت کا وجود نہین مگر اس کا قریب الوقوع امکان ہے (جیسے ڈاکٹری جس مین بقیاس واقعات موجودہ ہر کان معصیت قریب الوقوع ہے)۔

اس قسم **نوکری** کا حکم بہی ہمارے بہائیون کو جواز ماننا پڑے گا اگر وہ ہمارے دلائل وبیان سابق کو غور سے پڑہین گے اور ان اصول کو توجہ سے سوچین گے کہ [illegible] عقد مین داخل نہ ہونا شرط ہے اور عدم معصیت کا امکان (بعید کیون نہو) اس یقین کا دافع ومخالف ہے۔ اور بعض اوقات مین (اگرچہ اکثر ہون) معصیت کا واقع ہونا اصل عقد کو باطل و ناجائز قرار نہین دیتا اگر اصل عقد مین وہ معصیت مشروط نہو اور اس سے اوسکا تفارق ممکن ہوئے۔

اس مقام مین شائد ہمارے دیندار پرہیزگار اخوان اہل اسلام یہ اعتراض کرین کہ جس نوکری مین گناہ کا امکان ہے قریب ہو خواہ بعید وہ حرام نہ سہی مشتبہ تو ہوگی۔ اور شبہات سے بچنا بہی اہل دین کے لیے ضروریات سے ہے جیسا کہ حرام سے۔ **آنحضرت** صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس چیز مین شبہ ہو اس کو چھوڑ دو۔ (دع ما یریبک الی ما لا یریبک (مشکوۃ صفحہ ۲۳۲))

اور فرمایا حلال بہی ظاہر ہے اور حرام بہی ظاہر ہے۔ ان دونون مین ایسی

عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحلال بیّن والحرام بیّن وبینهما مشتبهات لا یعلمهن کثیر من الناس فمن اتقی الشبهات استبرأ لدینه وعرضه ومن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشك ان یرتع فیه۔

(مشکوۃ صہ ۲۳۳)

چیزین بھی ہین جن مین حلال و حرام دونون کا شبہ ہے اور ان کو بہت لوگ نہین جانتے۔ جو ایسی چیزون سے بچا اس نے دین اور آبرو کو بچایا اور جو ان مین مبتلا ہوا وہ حرام مین واقع ہوگا اس چرواہے کی مانند جو رکھہ کے اردگرد جانورون کو چراتا ہے وہ قریب ہے کہ ایک دن رکھہ کے بیچ مین جا پڑے۔

لہذا مسلمانون کو یہی مناسب ہی کہ ایسی نوکری نہ کرین جسمین گناہ کا اندیشہ یا امکان بھی ہو (بعید ہی کیون نہو) غریبانہ حرفتون اور کامون پر قناعت کرین یا دینی شغل اچھی ہی [illegible] لگے رہین یا علم دین کے شغل مین مصروف رہین اور رزق کے لیے خدا پر توکل کرین۔

اسکا جواب یہ ہے کہ اگر ہمارے ان دیندار مسلمان بھائیون کو دنیا مین ایسے اشغال وکاروبار میسر آتے ہون جن مین کسی معصیت کا اندیشہ نہو تو ہم نہایت خوشی بلکہ تمنا دلی سے انکو یہی مصلحت ومشورہ دین گے کہ وہ ان ہی کاروبار واشغال سے اپنا دنیاوی کام چلائین اور ان ملازمتون کا جن مین معصیت کا امکان و اندیشہ ہو ہرگز قصد نہ کرین۔ مگر جہانتک ہم نظر وفکر کا گھوڑا دوڑاتے ہین ہمکو ایسا ممیدان اشغال دنیاوی کا کوئی نظر نہین آتا جس مین کسی معصیت کا امکان واندیشہ نہو پھر ہم کسی اور شغل کو ان نوکریون پر کیونکر ترجیح دین اور ان نوکریون سے (جن سے اہل اسلام کی عزت وثروت متصور ہے) ہاتھ اٹھا کر اور اشغال کا (جو خوف گناہ مین ان نوکریون کے برابر ہین اور موجب ذلت وفلاکت ہونے مین ان سے بالاتر

کیونکہ مشورہ دین اس مقام مین ہم حرفت و تجارت کے چند امثلہ ذکر کرکے یہ دکہانا چاہتے
ہین کہ ان مین معصیت کا خوف و اندیشہ نوکریون سے بڑہکر نہین تو کم بہی نہین ہے
جو مسلمان **معمارون نجارون لوہارون اور تعلیون** کا کام کرتے ہین وہ کیا مسجدون
اور متدین مسلمانون کے مکانون ہی مین لگے رہتے ہین ہندون اور عیسائیون کے
ایسے مکانون مین کام نہین کرتے جن مین وہ ناچ کرائین غیر اللہ کی عبادت کرین یہ
افعال بد کے مرتکب ہون ۔ اور ان کاموں مین انکو رات دن دم نقد معصیت نصیب
نہین ہوتی؟ جہ جائے امکان ۔ جو مسلمان **دہوبی** کپڑے دہوتے یا **درزی** سیتے
یا **رنگریز** رنگتے ہین وہ کیا ان ہی متدین مسلمانون کے کپڑے دہوتے یا سیتے یا
رنگتے ہین جو ان کپڑون مین عبادت کرین ان سے معصیت کا کام نہ لین ۔ ظالمون
فاسقون عیاشون کے کپڑے وہ نہین دہوتے سیتے رنگتے جن سے وہ ظلم اور فسق کا
کام لین ۔
جو مسلمان نائی کا کام کرتے ہین وہ کیا ان ہی لوگون کی اصلاح بناتے
ہین جو سنت و شریعت کے موافق بنواتے ہین ۔ **داڑہی**✻ مونڈوانے اور
سر پر **پٹہے** رکہوانے والون کی حجامت وہ نہین بناتے ۔
اسی قسم کے سوالات ہر ایک پیشہ و حرفہ والون (موچی ۔ تیلی ۔ دہنیا ۔ جولاہہ)
پر ہو سکتے ہین ۔
تجارت جس قسم کی کوئی کرنا چاہے اسمین یہ التزام نہین ہو سکتا کہ جو چیز
فروخت ہو وہ ایسے شخص کے ہاتہہ ہو جو اس سے معصیت کا کام نہ لے جن چیزون

✻ داڑہی مونڈانا ایک تو یہ ہے کہ سبہی صفاچٹ کرائین جو فاسقون کا کام ہے ۔ ایک یہ
بہی ہے کہ رخسارون اور لب زیرین کے اوپر سے اور ٹہوڑیون کے نیچے سے مونڈائین
جس سے اکثر متدین مسلمان اور خصوصاً مولوی صاحبان بہی نہین بچتے ۔

کوئی فروخت کرے گا انکا گناہ کے کاموں مین اور خاص کر اون کاموں مین جن کے
متعلق مذکورہ بالا نوکریوں کو گناہ خیال کیا گیا ہے صرف ہونا ممکن ہے - جس سے
بائع کا معاون معصیت ہونا ثابت ہوتا ہے -

اور اگر مسلمانان اہل حرفہ یا تجارت یہ التزام کرلین کہ وہ کسی شخص کا کوئی ایسا کام نکرینگے
جو معصیت ہو - معمار - قسم کہائے کہ مین کسی غیر متقی کا مکان نہ بناؤنگا درزی
یہ عہد کرلے کہ مین بجز نمازی پرہیزگار کے کسیکا کپڑہ نہ سیونگا - کاتب یہ التزام
کرلے کہ مین بجز قرآن وحدیث یا اور دینی مضامین کے کسی مضمون کی کاپی نہ لکہونگا
تاجر یہ ٹہان لے کہ مین کپڑا ایسے شخص کے ہاتہہ جو بے نماز ہو - لکڑی - چونہ اسکو
ہاتہہ جو اس سے ایسا مکان بنوا وے جس مین وقوع گناہ کا امکان ہو فروخت نکرونگا
تو اولاً یہ ایک ایسے امر کا التزام ہے جو عادت اور واقعات دنیا کی نظر سے
خارج از امکان ہے - اور اگر بطور فرض محال اسکو ممکن بہی فرض کرلین تو ان
کاموں اور چیزون کا ایسا معاوضہ جس مین آمیزش خبث وحرمت کا احتمال و امکان
نہو کا میسر آنا ناممکن ہے دنیا مین جسقدر ناجائز کام اور پیشہ ہوتے ہین (شراب
فروشی - زناکاری - سودخواری وغیرہ وغیرہ) ان کا معاوضہ تمام ملک کے اموال
مین مخلوط ہے - اور خاص کر سود (جس سے کوئی دوکان کوئی خزانہ کوئی ساہوکاری یا
سرکاری بینک جہان سے عموماً روپیہ نکلتا ہے خالی نہین ہے) کی آمیزش سے
تو کسیکا مال محفوظ نہین ہے - یہ التزام متدین اہل اسلام کا اس وقت ہو سکتا ہے
جبکہ دنیا مین فرشتے آبسین اور وہ روپیہ بہی آسمان سے لائین جو عالم بالا کا مضروب
ومسکوک ہو اور انہین سے وہ اپنے معاملات کرین مگر اس مین یہ مشکل ہے کہ فرشتے
ان کاموں کے محتاج نہین ہین مسجد مین بیٹہکر گناہوں سے بچنے اور ذکر وعبادت
وشغل علمی مین بلا خوف معصیت مصروف رہنے کا خیال بہی سودا ہے محال ہے - ایسی

ایسی امکانی و احتمالی بلکہ اس سے بڑھکر یقینی اور دم نقد معصیت وہان موجود ہے
جسقدر گناہ (بدگوئی - خودغرضی - حق پوشی - ایمان فروشی) مسجد کے اکثر ملانون
سے ہوتی ہین وہ فساق اہل دنیا سے بہی نہین ہوتی اور عُجب و ریا و تکبر و تفاخر
مین تو ان کا کوئی ہمسر نہین ہے - یہ گناہ ان کو اس عہدہ مسجد نشینی مین ضرور
کرنے پڑتے ہین اور اگر وہ ان سے بچین تو ان کی شخصیت و شیخت مین فرق آتا ہی
اور عہدہ مسجد نشینی بہی ہاتہہ سے جاتا ہے -

توکل کا تو مسجدون مین نام و نشان نہین ہے اور جسقدر حرص و بے صبری اور لوگون
پر امید و اعتماد ان ملانون مین ہے دنیادارون مین کہان ہے - پتہ ہلتا ہے یا مسجد
کا کواڑ کہڑکہڑاتا ہے تو یہ سمجہتے ہین کہ **روٹی** آئی کوئی اہل دنیا مسجد مین خواہ کسی مطلب
کے لیے آئے تو یہی امید رکہتے ہین کہ کچہ ہدیہ یا شکار آیا اور اگر ہم بعض شاذ و نادر
اہل مسجد کو [illegible] تے ہین جو اپنی
شخصیت و شیخت نہین چاہتے - محض حسبتہً للہ مسجدون مین خلوت گزین ہین اور
اور توکلاً علے اللہ ذکر و شغل علم مین مصروف ہین تو پہر ان حضرات کی قوت لایموت
مین وہی احتمال آمیزش خبث موجود ہے - جو کچہ ان کے کہانے پینے مین آتا ہے
یہ وہی تو ہے جو ان اشغال دنیاوی علی الخصوص ملازمت سے پیدا ہوتا ہے -

ہمنے بڑے بڑے بے ریا و باخدا اہل اللہ کو دیکہا اور ابتک دیکہہ رہے ہین جو انہی اہل
دنیا خصوصاً اہل ملازمت کی مال کہاتے اور ان ہی اموال سے اپنا گزارہ چلاتے
ہین - ان حالات و واقعات کے ساتہہ ہمکو انصاف کب اجازت دیتا ہے کہ ہم ان اشغل
ملازمت قسم اول و دوم کو صرف اس خیال سے کہ ان مین معصیت کا قریب یا بعید امکان
و احتمال ہے مشتبہ قرار دیکر ناجائز کہین اور لوگون کو اس سے اجتناب کا حکم دین اور ان
اشغال حرفت و تجارت کو جو احتمال و امکان معصیت مین ان سے بڑہکر ہین مشتبہ نکہین

اور ناجائز قرار نہ دیں یا یہ کہ ان سب اشتغال کو (ملازمت ہو خواہ حرفت و تجارت) اس امکان و احتمال کی نظر سے یکسان ناجائز قرار دیں اور ہمیں احادیث توقی شبہات سے استدلال کریں اور یہ ایسا گناہ ہے آنکی نوکریوں اور کسبوں و تجارتوں کی کمائی سے کریں اور ہمیں آیہ منقولہ حاشیہ کے خلاف سے نڈریں

> یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون (سورۃ صف ع ۱)

شاید یہان کوئی صاحب یہہ سوال پیش کریں کہ اس قسم کے شبہات سے بچنے کو تمنے خارج از امکان قرار دیا ہے تو ان احادیث کا مطلب و محمل کیا ہے اور جن شبہات سے بچنے کا ان احادیث مین حکم ہے وہ کون سے شبہات ہین۔

اسکا جواب یہ ہے کہ امور مشتبہ جن سے اجتناب کا ان احادیث مین حکم ہے وہ ہین جن مین حلت و حرمت دونو کا شبہ ہو اور دونو کے دلائل مساوی موجود ہون۔ اور کسی جانب حلت یا حرمت کے دلائل کو ترجیح نہ ہو۔ نہ وہ امور جنکی حلت ہو ہینکے دلائل سے ایک جانب حلت یا حرمت صریح ہو اور دوسری جانب پر کوئی دلیل موجود نہ ہو

عینی نے شرح بخاری مین کہا ہے "شُتبہ وہ ہے جو دو مختلف جانب یعنے حلت و حرمت سے مشابہت رکھے کبھی اس سے کبھی اُس سے"۔

> المشتبہات جمع مشتبہۃ وہی التی تشبہ طرفین متخالفین تشبہ مرۃ ہذا ومرۃ ہذا (عینی شرح بخاری)

کرمانی نے شرح بخاری مین کہا ہے جسکی حلت و حرمت واضح نہین اسکو علما ہی پہچانتے ہین اور کبھی انکو بھی اسمین شبہ رہتا ہے جہان کسی دلیل حرمت یا حلت کو ترجیح نہین ہوتی اس سے احتیاط کرنا ہی پرہیزگاری ہے

> والتی لیست بواضحۃ الحل والحرمۃ لا یعرفہا الا العلماء وقد تقع ایضا لہم شبہۃ حیث لا یظہر لہم ترجیح احد الدلیلین فالورع الاحتیاط (شرح کرمانی)

قسطلانی نے شرح بخاری مین کہا ہے کہ شبہات کی تفسیر مین

وحاصل ما فسر بہ العلماء ان المشتبہات اربعۃ اشیاء۔ احدھا تعارض الادلۃ ثانیھا اختلاف العلماء وھی منتزعۃ من الاولی۔ ثالثھا ان المراد بھا قسم المکروہ لانہ یجتذبہ جانب الفعل والترک (قسطلانی صـ۶ جلد ۲)

علمار نے چار چیزون کو ذکر کیا ہے ایک یہ کہ ہین دلائل کا تعارض ہو دوسری یہ کہ اوس ہین علمار کا اختلاف ہو تیسری۔ یہ کہ وہ مکروہ ہو جس ہین کرنے نکرنے دونو جانب کی کشش ہو چوتھی تفسیر خود مصنف کے نزدیک محل اعتراض تھی اسلیے ہمنے اسکو نقل نہین کیا۔

امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح مین مشتبہ کی تفسیر ہین چار مثالین ذکر کی ہین ازانجملہ ایک یہ کہ عدی بن حاتم نے انحضرت سے پوچھا کہ مین بسم اللہ پڑہکر اپنے کتے کو شکار پر چھوڑتا ہون پہر اس شکار پر ایک اور کتا بھی پاتا ہون۔ جسپر مین نے بسم اللہ نہ پڑہی تھی اور مین نہین جانتا کہ اس شکار کو کس کتے نے پکڑا تھا اس کے جواب مین انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شکار کو تو مت کہا تو نے اپنے کتے کو چھوڑنے کے وقت بسم اللہ پڑہی تھی نہ دوسرے پر۔

عن عدی بن حاتم قلت یارسول اللہ ارسل کلبی واسمی فاجد معہ علی الصید کلبا آخر لم اسم علیہ ولا ادری ایھما اخذ قال لاتاکل انما سمیت علی کلبک ولم تسم علی الآخر (بخاری صـ۲۷۶)

ان مثالون سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مشتبہ وہی چیز ہے جسکی حلت و حرمت پر متعارض دلائل قائم ہون۔ نہ وہ چیز جسکی حلت بدلائل ثابت ہو اور حرمت پر بجز وہم و گمان و بلادلیل احتمال و امکان کوئی دلیل نہ ہو۔

احادیث توقی شبہات مین ان ہی بادلیل مشتبہات سے اجتناب کا حکم ہے نہ

ان وہمیات امکانی سے اجتناب کا۔

اُسپر ایک روشن و مسلّم الثبوت دلیل ایک یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت مہد اور زمانہ نزول وحی مین یہود اور مشرکین عرب کے اموال مین آمیزش خبث (سود و اموال غصب وغیرہ) کا اسی قسم کا امکان موجود تھا کیونکہ سود خوری رشوت ستانی لوٹ کھسوٹ ان کا شیوہ تھا مگر چونکہ ظاہری دلیل قبض و تسلط سے ہر کسی کا مال اسکا جائز ملک سمجھا جاتا تھا اور کسی خاص چیز کا خبث جب تک کہ کوئی خاص دلیل اوسپر قائم نہ ہو کہ وہ چوری کا مال ہے یا سود کا عوض معلوم نہ ہوتا تھا لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس امکان کا لحاظ نفرماتے ظاہری دلیل ملک پر اعتماد فرماکر یہود اور مشرکین عرب سے لین دین کرتے۔

صحیح بخاری مین حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیون سے غلہ [illegible] کے عوض مین اپنی زرہ کو رہن رکھہ دیا۔

[illegible] طعاما الی اجل وارتهن منه درعا من حديد (بخاری صفحہ ۳۰۰)

ایک حدیث مین ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرک سے بکری خرید کی۔ آنحضرت کی اس فعل سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ وہم و امکان سے کسی چیز کا مشتبہ ہونا ثابت نہین ہوتا اور نہ اس سے اجتناب واجب ہے آن ہی دلائل کی نظر سے بعض

ثم جاء رجل مشرك مشعان طويل بغنم يسوقها فقال له النبي صلى الله عليه وسلم بيعا او عطية او قال ام هبة قال لا بل بيع فاشترى منه شاة۔

(بخاری ص ۲۹۵)

علماء نے کہا ہے کہ جس شخص کے مال مین حلال و حرام دونون کا اختلاط ہو اسکی گھر سے کہانا منع نہین ہے جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو کہ عین وہ مال جس کو وہ کہاتا

ہے حرام ہے۔

قسطلانی نے دوسری حدیث کی شرح مین کہا ہے اس حدیث سے ثابت

فیه جواز بیع الکافر واثبات ملکه علی ما فی یده وجواز قبول الهدایة منه واختلف فی مبایعة من غالب ماله حرام واحتج من رخص فیه بقوله صلی الله علیه وسلم للمشرک بیعا ام هبة وکان الحسن بن ابی الحسن لا یری باسا ان یاکل الرجل من طعام العشار والصراف والعامل ویقول قد [illegible] الیهود والنصاری وقد اخبر ان الیهود آکالون للسحت قال الحسن ما لم یعرفوا شیئا بعینه وقال الشافعی لا احب مبایعة من اکثر ماله ربا او کسبه من حرام فان بویع لا یفسخ (قسطلانی صـ ۱۱۳)

ہوتا ہے کہ کافر سے بیع و شرا کا معاملہ جائز ہے۔ ایسے شخص سے جسکا اکثر مال حرام ہو خرید و فروخت کرنے مین علمار کا اختلاف ہے جو لوگ جائز سمجھے ہین وہ اس حدیث سے تمسک کرتے ہین حسن **بن ابی الحسن** کا یہ قول ہے کہ اگر عشر لینے والے (یعنی جو لوگون کے مال کا دسوان حصہ ظلم سے وصول کرتے [illegible] (یعنی جو چاندی سونیکی ناجائز بیع کرتے ہین جیسا کہ ہمارے زمانہ مین عام دستور ہے) اور **کار دار** (یعنی جو لوگون کا مال حق سے زیادہ خراج مین لیتے ہین جیسا کہ ہمارے زمانہ کے اکثر **پٹواری تحصیلدار** نہرون کے **چوکیدار چونگی** کے ملازم وصول کرتے ہین) کے گھر کا مال کوئی کھالے تو کچھ مضائقہ نہین کیونکہ خدا تعالے نے یہودیون اور نصرانیون کے غلہ وغیرہ مالون کو حلال کر دیا ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی خبر دیدی ہے کہ وہ لوگ حرام خور ہین یعنے رشوتین لیتے ہین اور سود کھاتے ہین۔ حسن نے کہا کہ یہ حکم اسوقت تک ہو کہ کسی خاص چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو۔ امام شافعی نے کہا ہے مین ایسے شخص سے جسکا

اکثر مال سود یا اور کسب حرام کا ہو) معاملہ کو میں پسند نہیں کرتا لیکن اگر کوئی معاملہ کر ہی لے تو وہ فسخ نہ کیا جائیگا"۔

ہماری اس زمانہ میں جسقدر معاملات ہنود۔ یہود اور عیسائی تاجرون یا گورنمنٹ سے ہوتے ہین وہ اسی مذہب جواز کے رو سے صحیح ہو سکتے ہین اس سے کوئی احتیاط کرنا چاہے اور امام شافعی علیہ الرحمتہ کے مذہب پر عمل کرنے کی حرص رکھے تو یہ امر ناممکن کے قریب ہے۔ وہ کون سی ہندو یا مسلمان یا عیسائی یا یہودی کی دکان ہے یا کون سا بنک و خزانہ ہے جسمین بلا واسطہ یا بالواسطہ* سود کی آمیزش نہین ہے شاید اس مذہب جواز اور اسکے دلائل و متمسکات کے مقابلہ مین کوئی شخص یہ

عن رافع هو ابن خديج قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كسب الامة حتى يعلم من اين هو

(ابو داود ص ۱۳۰ جلد ۲)

حدیث ابو داؤد کی پیش کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زانیہ [illegible] کی کمائی کے استعمال سے منع کیا ہے۔ جب تک معلوم ہو کہ وہ کہان سے لائی ہے"۔ مال مخلوط سے اجتناب واجب نہ ہوتا تو یہ حکم کیون ہوتا اسکا **جواب** یہ ہے کہ اس حدیث مین ایک ایسی قوم کی کمائی کا حکم بیان ہوا ہے جو غالبا بجز بدکاری کوئی اور پیشہ نہین کرتی اُسکی کمائی سبھی زنا وغیرہ حرام پیشہ کی ہے نہ حرام و حلال سے مخلوط چنانچہ اس زمانہ مین بھی ایسا ہی دیکھا جاتا ہے کہ کسبیون کی کمائی صرف زنا یا ناچ کی ہوتی ہے اس کے سوا وہ کوئی کسب نہین کرتین بجز اس حالت کے کہ ضعیف ہون اور زنا کرانے کے لائق نہ ہین ایسی کمائی سے

* بالواسطہ آمیزش سود کی یہ صورت ہے کہ مسلمان جو خود سود نہین لیتے عام لوگون سے معاملہ کرتے ہین جنکا روپیہ آمیزش سود سے خالی نہین ہے۔ اور نہین تو سرکاری خزانہ یا بنک سے (جو روپیہ کی کان ہے) یہ آمیزش ہو جاتی ہے۔

اجتناب بہ احتیاط بے شک ضروری ہے۔ اور اُسپر عمل بھی ممکن ہے یہی حکم و حال ہے اون لوگون کی کمائی کا جو چوری کرتے ہین شراب بیچتے ہین۔ گانے بجانے کا پیشہ کرتے ہین اور بجز ان کامون کے اور کچھ نہین کرتے جس سے اُنکو کچھ آمدنی ہو۔

ایسی کمائی سے اجتناب کا حکم یہود یون وغیرہ کے مال مخلوط سے معاملہ کے جواز کا مخالف نہین ہے۔

اس حدیث ابو داؤد کے یہی معنے متعین و متحتم ہین تاکہ اس حدیث مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ مین جو یہود وغیرہ عرب کے ساتھ رہا ہے۔ تعارض و تناقض نہ ہو۔

اس بحث و تفصیل سے یہ امر بخوبی ثابت ہوا کہ امثلہ قسم اول و دوم مین معصیت کا قریب یا بعید ہونا لائق لحاظ نہین ہے اور وہ امکان و احتمال ان امثلہ کو مشتبہ [illegible] قسم دوم ملازمت [illegible] داخل ہین [illegible] اور چونکہ اون نوکریون مین دم نقد اور سر دست معصیت کا وجود نہین ہے لہذا وہ جائز اور قسم اول و دوم ملازمت مین داخل ہین۔ ان امثلہ مین معصیت ہوگی تو خاص اُس کام مین ہوگی جو معصیت ہے اور خاص اسی وقت جب وہ کام کسی سے سرزد ہوگا۔ اس ایک یا دو یا دس دفعہ کے کام سے اصل نوکری باطل و ناجائز و گناہ نہین ہو سکتی۔

اب رہین امثلہ قسم سوم ملازمت جنمین شریعت کے مخالف اور موافق دونو قسم کے کام کرنے پڑتے ہین (مثلاً حکم شریعت کے موافق وراثت و ہبہ و طلاق کا حکم بھی جاری کرنا اور سود کی ڈگری بھی دینا۔ اور اراضی کا واجبی خراج بھی وصول کرنا۔ شراب کی آمدنی بھی جمع کرنا) یہ قسم بیشک مشتبہ ہے اور مشتبہ کی تعریف جو اوپر مذکور ہوئی ہے بیشک اسپر صادق آتی ہے۔ اور احادیث توقی شبہات

توقی شبہات بیشک اس قسم سے مانع ہین اور ورع اور تقوی اسی مین ہے کہ اس قسم سے اجتناب کرین مگر یہ سب کچہ (اس قسم کو مشتبہ کہنا اور احادیث مذکورہ بالا کے لحاظ اس قسم کو واجب الاحتراز سمجہنا اور اس سے اجتناب کرنا) ان لوگون کا کام اور انہی کو زیبا ہے جو اس قسم کی یا اس سے بڑہکر اور مشاغل و مکاسب و تعلقات دنیاوی نہ رکہتے ہون اور اگر وہ دنیاوی کام ایسے جنسیں کرتے ہون جو اس قسم کے برابر یا ان سے بڑہکر مشتبہات بلکہ محرمات پر مشتمل ہون - یا وہ خود تو ایسے اشغال سے مجتنب ہون مگر ایسے اشغال کی کمائی شیر مادر کیطرح غٹ غٹ کرکے نوش جان فرماجاتے ہون اور خاص کر اس قسم کی ملازمت والون (تحصیلدارون مجسٹریٹون منصفون) کی اموال سے پرہیز کرتے ہون اور انکی تعلق دنیاوی اور بہت ایسے ہون جنمین وہ رات دن مکروہات و ممنوعات مین مبتلا ہون تو انکا اس قسم کو مشتبہ کہنا اور تقوی و تدین کا اس سے پرہیز کرنا ہر گز زیبا نہین ہے اور اس مثل عربی کا مصداق ہے

فر من المطر و قام تحت المیزاب جسکا مطلب یہ ہے کہ مینہ سے بہاگا اور پرنالہ کے نیچے آکہڑا ہوا - اور ان کو فی ظالمون اور احمقون کے اس فعل و قول کا ہمرنگ ہے کہ انہون نے حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کو تو قتل کیا پہر کسی سے یہ مسئلہ پوچہا کہ محرم کو مچہر مارنے کا کیا حکم ہے"۔

ان حضرات کو ہماری اس تمثیل یا تنظیر مین شاید شک ہو اور اس وجہ سے ان کو ہماری بیان پر طیش اور جوش پیدا ہو - اس شک کو دفع اور اس جوش کو فرو کرنے کی غرض سے ہم اس مقام مین ان کے اشغال و حال کی کسیقدر تشریح کرتے اور یہ ثابت کر دکہاتے ہین کہ اس قسم سوم کے ملازم (تحصیلدار مجسٹریٹ منصف) جو خدا ترس و متدین ہین اور دیگر ان گناہون کے جو ان نوکریون مین انسے سرزد ہوتے ہین اور گناہون مین وہ مصر نہین ہین جیسے کہ یہ حضرات ہین) ان حضرات سے ہزار درجہ بہتر ہین اور انکی نوکریان ان حضرات کے اشغال سے آمیزش گناہ مین کمتر ان سب اشغال سے ہم ایک ایسے

شغل کی تفصیل کرتے ہین جو تمام دنیا کے اشغال سے بہتر سمجھا جاتا ہے - اور درحقیقت اس شغل کے مشتغلین کا حال سب سے بدتر ہے - وہ علمی شغل درس و تالیف و افتاء و عظ ہر جماعت محمدیہ سے ایک منتخب اور مقدس گروہ علماء کا شغل ہے -

ہم یہ نہین کہتے علما سبھی برے ہین اور وہ اس شغل مین یکسان برائیون کے مرتکب ہوتے ہین - حاشا وکلا -

علما مین ایسے لوگ بھی ہو چکے اور اب تک موجود ہین - جو ورثۃ الانبیا کہلانے کے مستحق ہین - وہ جب طلب علم مین کسی رستہ چلتے ہین تو ان کے لیے جنت کی طرف راہ آسان کی جاتی ہے - وہ جب کسی مسجد یا مدرسہ مین بیٹھکر علم مین مشتغل ہوتے ہین تو انپر خدا تعالے کی طرف سے طمانیت و رحمت نازل ہوتی ہے اور فرشتے انکے ارد گرد جمگھٹا باندہ لیتے ہین اُن کے لیے آسمان و زمین مین سبھی چیزین یہانتک کہ پانی مین مچھلیان خدا تعالے سے بخشش مانگتی ہین - وہ امت محمدیہ مین وہ کام کر رہے ہین جو بنی اسرائیل مین انبیا کرتے تھے وہ نہ ہوتے تو دین کا خاتمہ ہو جاتا - جب کہ نبوت کا خاتمہ ہو گیا تھا - مگر ایسے علما ورثۃ الانبیاء کی تعداد متاخر زمانون اور خاص کر ہمارے اس زمانہ مین اس قلت کو پہونچ گئی ہے کہ ہم انکو ایک ہاتھ کی انگلیون پر شمار کر سکتے ہین -

ان کے مقابلہ مین اکثر وہ لوگ جو علما اور دین کے پیشوا کہلاتے ہین ایسے ہین جنکی برائی کی احادیث ذیل مین پیشین گوئی ہو چکی ہے - (۱) جنکا سب سے پہلے قیامت کے دن

قال رسول الله اول الناس یقضی علیہم القیمۃ رجل *	مقدمہ پیش ہوگا ان مین ایک وہ شخص
و رجل تعلم العلم و علمہ و قرأ القرآن فاتی	بھی ہو گا جس نے علم پڑھا اور پڑھایا اور
بہ فعرفہ نعمہ فعرفہا قال فما عملت فیہا	قرآن پڑھا اسکو خدا تعالے اپنا احسان
قال تعلمت العلم و علمتہ و قرات فیک القرآن	جتا کر پوچھے گا کہ تو نے (اسکی شکریہ مین)

* یہ احادیث یازدہ گانہ مشکوۃ مین بھی منقول ہین بصفحہ (۲۵) لغایت (۳۱)

قال کذبت و لکنک تعلمت العلم لیقال انک عالم و قرات القرآن لیقال ھو قاری فقد قیل ثم امر بہ فسحب علی وجھہ حتی القی فی النار + + + × × (رواہ مسلم)

کیا کام کیا وہ کہیگا مین نے علم پڑہا اور پڑہایا اور تیری راہ مین قرآن پڑہا خدا تعالی اوسپر یہ حکم لگائیگا کہ یہہ تو نے جہوٹ کہا ہے تو نے علم اسلیے پڑہا اور پڑہایا ہے کہ لوگ تجہے مولوی صاحب کہین قرآن اس لیے پڑہا ہے کہ لوگ قاری صاحب کہین سو (دنیا مین) کہا گیا (یعنے تو نے اسلام کا بدلا پا لیا) پہر حکم ہوگا تو اسکو موہنہ کے بل گہسٹ کر آگ مین ڈالا جائیگا۔

(۲) انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالی (قیامت کے قریب) علم

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعاً ینتزعہ من العباد و لکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالماً اتخذ الناس رؤساً جہالاً فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا

کو اس طرح قبض کرے گا کہ علما کی جان نکال لیوے گا یہان تک کہ جب کسی عالم کو نہ چہوڑے گا تو لوگ جاہلون کو اپنا سردار (پیشوا) بنالین گے پہر ان ہی جاہلون سے وہ لوگ مسائل پوچہینگے تو وہ بے علمی سے فتوی دین گے۔ خود گمراہ ہون گے اور لوگون کو گمراہ کرین گے۔

عن کعب بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طلب العلم لیجاری بہ العلماء او لیماری بہ السفہاء او یصرف بہ وجوہ الناس الیہ ادخلہ اللہ النار عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تعلم علماً مما یبتغی بہ وجہ اللہ لا یتعلمہ

اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص علم اس نیت سے پڑہتا ہے کہ وہ دوسرے علما کا مقابلہ کرے یا جاہلون سے جہگڑا کرے یا لوگون کے موہنہ اپنی طرف پہیرے یعنے متوجہ کرے تو اسکو خدا تعالی آگ مین ڈالیگا اور فرمایا جو شخص ایسا علم جس سے خدا کی رضا اور ثواب

الا لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد
عرف الجنۃ یوم القیمۃ یعنی ریحہا
رواہ احمد) **عن** ابن عباس قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
قال فی القران برائہ فلیتبوء مقعدہ
من النار **عن** عوف بن مالک
الاشجعی قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لا یقص الا امیر او مامور
او مختال (رواہ ابو داؤد) **عن**
ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم من افتی بغیر علم کان
اثمہ علی من افتاہ ومن اشار علی
اخیہ بامر یعلم ان الرشد فی غیرہ
فقد خانہ (رواہ ابو داود) **عن**
الاحوص قال سال رجل النبی صلی اللہ علیہ
وسلم عن الشر قال لا تسئلونی عن الشر وسلونی
عن الخیر یقولہا ثلثا ثم قال الا ان شر الشر
شرار العلماء وان خیر الخیر خیار العلماء
(رواہ الدارمی) **عن** علی قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یاتی
علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ

حاصل کیا جاتا ہے صرف اس غرض سے پڑھے
کہ وہ اس سے دنیا کماوے وہ بہشت کی
خوشبو نہ پائیگا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا
ہے جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے
(یعنی جو دلائل شرعیہ سے مستند نہ ہو) کچھ
کہے وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لے اور آنحضرت صلعم
نے فرمایا ہے وعظ یا تو وہ شخص کہتا ہے جو
کسی قوم کا امیر (یعنے سردار و پیشوا) ہوتا ہے
اور وہ جسکو کوئی (امیر یا قوم) مامور کرے یا
وہ جو ریاکار ہو (یعنی جو شخص نہ تو خود امیر ہو
اور [illegible] ہے تو وہ ریاکار
اور متکبر ہے جو اپنی مشیخت جتانا چاہتا ہے)
اور فرمایا جسکو کوئی بے علم فتوی دے
اسکا گناہ فتوے دینے والے پر ہے اور جو اپنے
بھائی کو ایسی بات کا مشورہ دے جس کے
خلاف بہتری اوسکی بہتری سمجھے وہ خائن ہے
اور فرمایا ہے سب بروں سے برے برے
علما ہیں۔ اور سب اچھوں سے اچھے اچھے
علماء۔ اور آپ صلعم نے فرمایا ہے لوگوں پر
ایسا زمانہ قریب آنیوالا ہے کہ اس میں اسلام
سے بجز نام باقی نہ رہیگا۔ اور نہ قرآن سے بجز حروف

جان محمد

ولا یبقی من القرآن الا رسمه مساجدهم
عامرة وهی خراب من الهدی علماءهم
شر من تحت ادیم السماء من عندهم تخرج
الفتنة وفیهم تعود (رواه البیهقی)

عن زیاد بن لبید قال ذکر
النبی صلی الله علیه وسلم شیئاً فقال
ذاك عند اوان ذهاب العلم قلت یا
رسول الله وکیف یذهب العلم ونحن
نقرأ القرآن ونقرئه ابناءنا ویقرئه
ابناءنا ابناءهم الی یوم القیمة فقال
ثکلتك امك زیاد ان کنت لاراك
من افقه رجل بالمدینة اولیس هذه الیهود
والنصاری یقرؤن التوریة والانجیل
لا یعملون بشیء مما فیهما (رواه احمد)

عن سفیان ان عمر بن الخطاب قال
لکعب من ارباب العلم قال الذین یعملون
بما یعلمون قال فما اخرج العلم من قلوب
العلماء قال الطمع (رواه الدارمی)

عن زیاد بن حدیر قال قال لی عمر هل
تعرف ما یهدم الاسلام قال قلت لا قال
یهدمه زلة العالم وجدال المنافق بالکتاب

انکی مسجدین آباد ہونگی (یعنے فرشون
جہاڑون اور لیمپون کے) اور وہ ہدایت سے اجاڑ
ہونگی - انکے علما تمام لوگون سے جو زیر آسمان
ہین بدتر ہونگے ان ہی کے بیچ سے
فساد اٹھینگے اور انہین مین پہر جا بسینگے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ
کسی امر کا ذکر کیا تو فرمایا کہ یہ اسوقت
ہوگا جب علم اٹھ جاویگا - زیاد بن لبید
نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ علم کیونکر
اٹھ جاویگا جب ہم اپنے لڑکون
کو قرآن پڑہاتے ہین اور وہ اپنے
لڑکون کو اسیطرح قیامت تک سلسلہ
جاری رہیگا آپنے فرمایا کہ کیا یہود
ونصاری توریت وانجیل نہین پڑہتے
مگر وہ انپر عمل نہین کرتے تو گویا یہ علم ان
مین سے اٹھ گیا۔

حضرت عمر
فاروق نے کعب احبار سے پوچھا اہل علم
کون لوگ ہین - انہون نے فرمایا وہ لوگ
ہین جو اپنے علم پر عمل کرتے ہین فرمایا
علما کے دل سے علم کو کونسی چیز نکالتی
ہے انہون نے کہا طمع اور اپنے

وحکم الائمۃ المضلین (رواہ الدارمی کلھا فی مشکوٰۃ ص۲۵ ۳۰)	زیاد بن حدیر کو فرمایا کہ کیا تو جانتا ہے ـ اسلام کو کونسی چیز ڈہاتی ہے ـ اونہون

نے کہا مین نہین جانتا - پہر آپنے فرمایا عالم کا پہسل جانا اور منافقون کا کتاب اللہ مین جہگڑنا - اور گمراہ پیشواون کا حکم - یہ آفات جنکا احادیث مذکورہ بالامین ذکر ہے (ریاکاری - بے علمی کے ساتہہ فتوی دہی - مفاخرت وجاہ طلبی طمع مال دین فروشی - خودرائی - خیال نام آوری - فتنہ پردازی - ترک عمل وغیرہ -) اس وقت سب کی سب ان حضرات مین موجود ہین - اوران کی تدریس تالیف - وعظ وافتا - ان آفات سے خالی نہین ہین جو لوگ پڑہانے کا شغل رکہتے ہین وہ شب وروز تفاخر وتعلی مین بسر کررہے ہین - یہہ کہنا ان کا سب سے پہلا فرض ہے کہ فلان شخص کی فلان [illegible] کیا ہے - اس نے کچہ نہین پڑہا اور ہمنے اسقدر پڑہا ہے اور فلان فلان شخص کو فارغ التحصیل کردیا - اسکی یہ غلطی پکڑی اور اس نے ہمارے سامنے کتاب کہولی - وعلی ہذا القیاس -

جو لوگ تالیف مین مصروف ہین وہ یہ تعلی وتفاخر بذریعہ تحریر کررہے ہین - اور اپنے مخالفون کی تحقیر وتذلیل مین اس حد تک پہنچ گئے ہین کہ عام بازاریون کیطرح اسکو مغلظات فحش سے یاد کرتے ہین - ہم بڑے بڑے مستند اور مقدس کہلانیوالون کی کتابون مین کلمات فحش لکہے ہوئے دیکہہ رہے ہین - اور اسپر سخت متعجب ہین - اپنی تالیف مین مخالفین مذہب (اصولی ہون خواہ فروعی) کے رد کیطرف متوجہ ہوتے ہین تو اوس مین وہ مخالف کے اکابر مذہب کو گالیان دیتے ہین اور اسکے مقابلہ مین اپنے اکابر مذہب کے حقمین گالیان سنتے ہین - اور اس باب مین اپنے مذہب کی اس ہدایت کا کہ تم لوگون کے خیالی معبودون کو گالی مت دو وہ تمہاری

لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ	

فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم (سورۃ انعام ع ۱۳) حقیقی معبود کو گالیاں دیں گے کچھ پروا نہین کرتے۔

اس مرض مین وہ لوگ بہی مبتلا ہین جو اپنی اتباع مین روحانی کہلاتے ہین۔ اس تالیف مین ایک **علامت** قیامت یہ بہی برپا ہو رہی ہے کہ جو لوگ **صرف** کا ایک حرف نہین پڑہے **نحو** کا ایک مسئلہ کسی کی زبان سے بہی نہین سُنے۔ عربی کلام کا ایک جملہ (اگر اوسپر زبر زیر نہ لکہی ہون) صحیح نہین پڑہ سکتے وہ صرف اردو مترجم کتب حدیث یا اردو مضامین علماء دیکہہ کر رسائل دین مین کتابین تالیف کرتے ہین۔ اور ان مین نہ صرف ترجمہ حدیث یا کلام علماء کی نقل پر اکتفا کرتے ہین۔ بلکہ اپنی طرف سے رائے زنی بہی کرتے ہین۔

اور اس علامت قیامت پر قیامت یہ قائم ہو رہی ہے کہ ان تالیفات کو وہ لوگ بہی پسند کرتے ہین جو علماء کہلاتے ہین۔ پہر وہ ان کی غلطیون پر مطلع نہین ہوتے مطلع ہوتے ہین تو ان کا اظہار نہین کرتے اور بر طبق ع من ترا حاجی بگویم تو مرا۔ ایک دوسرے کی تائید و توصیف کرتے رہتے ہین۔

اگر کوئی حق گو انصاف پژوہ ان اغلاط پر لوگون کو مطلع کرتا ہے تو مولفین بے علم اس کے دشمن بن جاتے ہین اور وہ نام کے علماء انکے حامی۔

فتوی دینے والون کا بہی یہی حال ہے اور پیشین گوئی نبوی جسکا حدیث نمبر ۲ مین ذکر ہے) پوری صادق آرہی ہے۔ علماء حقانی زیر زمین جا بسے ہین۔ اور جو ہین اون کو پوچہنے والے کم ہین۔ اکثر جاہلون مین انہی جہلا کا فتوی چلتا ہے۔ **بعضے** پڑہے لکہے مفتیون کا اس فتوے دینے مین یہ حال ہے کہ وہ تہوڑے سے طمع دنیاوی کے سبب ایک ہی دفعہ مین ایک ہی صورت پر دو شخصون کو مختلف فتوے دیتے ہین۔ چنانچہ اس قسم کے فتوے عدالتون مین موجود ہین۔

وعظ کہنے والے کا تو ان سب سے بڑہکر تباہ حال ہے جو لوگ روٹی کمانے کا کچہ کام نہین جانتے وہ دو چار فارسی بلکہ اردو بلکہ پنجابی زبان کے رسائل دیکہہ کر وعظ شروع کر دیتے ہین اور جو دو چار صرف و نحو کے رسالے یا قرآن کا ترجمہ پڑہا ہو وہ تو ملک الواعظین کہلاتا ہے ۔

یہہ لوگ اس بے بضاعتی یا کم علمی کے ساتہہ صرف اپنی دیکہی یا سُنی باتون پر (جو اردو ترجمہ قرآن یا کلام علماء مین دیکہی یا سنی ہون) اکتفا کرین تو انپر افسوس و تعجب نہ ہو رونا تو اسپر ہے کہ ایک بات تو وہ دیکہی یا سنی ہوئی کہتے ہین اور اسپر بیسون باتین اپنے اجتہاد سے کہدیتے ہین ۔

اور بعض حضرات یہ غضب کرتے ہین کہ شروع وعظ مین قرآن شریف کی ایک آیت پڑہ دیتے ہین پہر اسکو چہوڑ کر خدا جانے کدہر چلے جاتے ہین جدہر [illegible] ہو ۔

ایک صاحب کسی آیۃ کے (جسمین وہابی کا نہ صریح ذکر ہو نہ ایما یا اشارہ) ذیل مین وہابیون کا ذکر چہیڑ کر انپر یہ حکم لگاتے ہین کہ یہ شفاعت سے منکر ہین اولیاء اللہ سے کافر انسے جہاد کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے ۔

ان کے مقابلہ مین دوسرے صاحب ایک اور آیت (جس مین نہ تقلید کی بحث ہے نہ ترک تقلید کا ذکر یا اشارہ) پڑہکر مقلدین کا ذکر لے بیٹہتے ہین اور انپر یہ حکم لگاتے ہین کہ مقلدین سب کافر ہین جو بڑے ہین وہ بڑے کافر ہین اور چہوٹے چہوٹے ان دونون کو مسجد مین کہڑا کر کے طلاقی قسم دیکر پوچہین کہ ان آیات کو وہابی یا بدعتی یا مقلد سے کوئی تعلق ہے ۔ تو امید ہے کہ وہ انسے صاف انکار کرین ۔

یہ کام تو وہ ہین جسکو وہ فرض منصبی سمجہتے ہین اور جو کام وہ ان وعظون کے ذریعہ سے ناجائز اور اپنے فرض منصبی کے مخالف کرتے ان کی تفصیل ہم اس مقام مین بغیر

نہین کرسکتے اس تفصیل کی جگہہ اس اجمال پر اکتفا کرتے ہین **شعر**

واعظان کین جلوہ گر محراب و منبر میشوند ÷ چون بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند ÷

ان ہی **واعظون - مفتیون - مدرسون** اور **مؤلفون** کیطرف اس

شعر مین اشارہ ہوا ہے **شعر** حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولی ÷

دام تزویر مکن چون دگران قرآن را -

اور **ان ہی** کی حرکات مذکورہ بالا کی نسبت ہمنے **تحصیلداری و مجسٹریٹی**

کو (جس مین کبھی امتحان شراب کی خدمت سپرد ہوتی ہے) - اور **منصفی** کو (جس

مین کبھی سود کی ڈگری کرنی پڑتی ہے) بہتر کہا ہے اور ان حضرات کو تحصیلدارون

منصفون سے بدتر قرار دیا ہے -

اس کمی و بیشی پر دلیل یہ ہے کہ خدا ترس متدین تحصیلدار و منصف تو جب

خلاف شریعت [illegible] معہذا اس

خلاف کا ضرر و اثر ان کی ذات پر ہوتا ہے اور یہ مقدس حضرت جو گناہ کرتے

ہین اسکو دین سمجھتے ہین اور اسپر بڑے فخر سے مصر رہتے ہین اور اسکا اثر تمام لوگون

پر پڑتا ہے جو ان حضرات کی پیرو ہین -

یہ ایک **شغل** دنیاوی اور اسکے مشتغلین کا حال بیان ہوا ہے ایسا ہی دوسرے

اشغال دنیاوی حرفت و تجارت اور ان کے مشتغلین کا حال سمجھنا چاہیے ان

اشغال مین بھی اکثر لوگ **ممنوعات و مکروہات** سے نہین بچتے خیانت کرنے

اور جھوٹ بولنے کو تو وہ ایک فرض منصبی سمجھ رہے ہین حتے کہ یہ باتین بطور ضرب

ضرب المثل ان مین دائر و سائر ہین کہ **"سب کا چور سب کوی ہے"** اور **جھوٹ بولنے**

کے بغیر دنیا یا دکان کا کام نہین چلتا "

یہ دنیاوی کسبون اور کمائی کے ذریعون کا حال ہے اور اگر ہم دوسرے تعلقات

دنیاوی (نکاح - تربیت اولاد - وغیرہ) کی طرف خیال کرتے ہین تو ان مین بہی ہم اکثر لوگون کو اسی قسم کے مکروہات وممنوعات کا مرتکب دیکھتے ہین - بیوی - میان کی نافرمانی کرتی ہے - وہ اسکی حق تلفی - والدین اولاد کے سبب صدہا گناہون اور بدرسمون کے (موقع تولد - وغیرہ - شادی وغمی پر) مرتکب ہوتے ہین وہ انکی نافرمانی وسرکشی کے - ان امور کی تفصیل کی نہ ضرورت ہے - نہ گنجایش مقام

ان اشغال وتعلقات کے لوگون کو کب زیبا ومناسب ہے کہ محبٹریٹی ومنصفی وغیرہ امثلہ قسم سوم کو صرف بعض امور خلاف شریعت پیش آنے کے سبب مشتبہ ومکروہ کہین اور اس سے پرہیز کرین یا ایسے لوگون کو پرہیزگار حکم دین - یہ منصب ہے تو صرف ان لوگون کا ہے جو متقی وپرہیزگار رہون - نہ خود اس قسم کے اشغال رکہتے ہون اور نہ ان اشغال کے لوگون کی کمائی کہاتے ہون - اب ہمارے اخوان دین جو خود [illegible] لوگ [illegible] ہین کس قدر ہین اور یہ دعوی کس کس موہنہ سے نکلنا مناسب ہے - **شیطان** اول تو تمام بنی آدم کا دشمن ہے اور مسلمانون کے حال پر تو آجکل اس کی خاص نظر عنایت ہے نیکیون کے لباس مین آنا ہی اُسکا کام ہے جیسا کہ بدیون کیطرف بلانا - وہ نیک بخت ودیندار (مگر ناواقف باکم علم) مسلمانون کو نیکیون کی دام مین پہسانا اور اس طرح بہکاتا ہے کہ تحصیلداری یا منصفی مین کبہی نہ کبہی خدا تعالے کے حکم کا خلاف کرنا پڑے گا جسکو خدا نے کفر وظلم وفسق کہا ہے - یہ نوکری ہرگز نہ کرنا مسجد مین بیٹہکر خدا کی یاد یا شغل علمی مین لگے رہنا یا کوئی دنیاوی غریبانہ کام جوتی سینے یا کپڑے بننے کا کرنا - اور پہر مسجد مین لیجا کر وہ ان سے اسقدر حکم خدا کا خلاف کراتا ہے کہ تحصیلدارون منصفون سے اسکا عشر عشیر نہین ہوتا اور نہ ہو سکتا - جولاہے بنا کر چوری کرنا جہوٹ بولنا سکہاتا ہے اور علاوہ بران وہ بیشمار گناہ کراتا ہے جو

جو فلاکت و افلاس کو لازم ہین اور یہ بہولے بہالے مسلمان اسکی اس فریب و عداوت
کو سمجہ نہین سکتی -

اس معارضانہ بیان پر شائد اب یہ آخری دو اعتراض وارد ہون - **اول** یہ
کہ یہ مضمونِ ملازمت **قسم دوم** مسلمانون کے لیے لکہا گیا ہے (جنکو پابند
احکام اسلام تسلیم کیا گیا ہے) بمسلمانان **قسم اول** سے (جو پابند نہین ہین) تو
اسمین خطاب ہی نہین پہر ان پابندون کے مقابلہ و معارضہ مین یہ کہنا کہ تمہارے
دنیاوی اشغال و تعلقات مین ایسے گناہ ہوتے ہین جو تحصیلداری وغیرہ کے گناہون
کے برابر یا بڑہکر ہین - کیونکر صحیح ہے -

اعتراض دوم ان اشغال و تعلقات دنیاوی مین جنکو تمنے آمیزش گناہ
مین تحصیلداری و منصفی کے برابر یا بڑہکر کہا ہے **ایک فرق** تو یہ ہے کہ ان کامون
مین اگر کوئی چاہے تو گناہ سے بچنا ممکن اور اسکا اختیاری امر ہے چنانچہ بعض
اشخاص کا بچ رہنا تمنے بہی مان لیا ہے بخلاف **تحصیلداری و مجسٹریٹی**
کے کہ ان مین شریعت کے خلاف سے بچنا ممکن ہی نہین اور تحصیلدار کو قانون کے
خلاف کا اختیار ہی نہین ہے **دوسرا فرق** یہ کہ ان اشغال و تعلقات
کے گناہون کا شریعت مین کفارہ بہی آچکا ہے -

تجارت مین جو لغو اور جہوٹ بولا جاتا ہے اسکا کفارہ صدقہ ہے چنانچہ

عن قیس بن ابی غرزة قال قال رسول اللہ صلعم یا معشر التجار ان البیع یحضرہ اللغو والحلف فشوبوہ بالصدقۃ (ابوداؤد وغیرہ) **عن** النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فتنۃ الرجل فی اهله وماله وولده وجاره تکفرها الصلوة والصوم و

ابوداؤد کی حدیث مین آیا ہے **خانہ داری**
کے مکروہات و گناہون کا کفارہ نماز و
صدقہ اور اچہی باتون کا لوگون کو حکم دینا
ہے بری باتون سے روکنا چنانچہ بخاری
کی حدیث مین آیا ہے -

عن ابن مسعود قال الصدقۃ والامر والنہی
ان رجلا اصاب من امراۃ قبلۃ فاتی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فانزل اللہ تعالی
اقم الصلوۃ طرفی النہار و زلفا من اللیل
ان الحسنات یذھبن السیئات فقال الرجل
الی ھذا قال لجمیع امتی کلہم
بخاری صـ۷۵

علمی شغل کے گناہون کا کفارہ علما
کی نماز وغیرہ حسنات ہین جنکا کفارہ ذنوب ہونا
قول خداوندی سے قول حاشیہ مین اور بخاری
کی حدیث مین موجود ہے جسمین یہ ذکر ہے
کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لی لیا اس
قصور کا اعتراف آنحضرتؐ کے پاس کیا تو اسپر
یہ قول خداوندی نازل ہوا۔

یہ کفارہ محبسٹرٹیون و منصفون کے گناہون کے لیے کہان آیا ہے۔

ان اعتراضون کے جواب

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اکثر وہی مسلمان جو نماز و روزہ کے پابند ہین اور سود۔ رشوت
شراب خواری [illegible] وغیرہ منکرات [illegible] تجارت وغیرہ دنیاوی اشغال مین ان سے
مکروہات و ممنوعات کے مرتکب ہین۔ اور معہذا انکو پیروی شریعت اور دیدہ دانستہ اسکا
خلاف نہ کرنے کا دعوی ہے (جسکی نظر سے انکو پابند تسلیم کیا گیا ہے) لہذا اس معارضہ
و الزام کے لائق وہی لوگ ہین زانی و شراب خوار ون کو کون کہتا ہے کہ تمہاری
بیع مین یہ مکروہات واقع ہوتے ہین اور تمہاری کسب مین یہ گناہ۔
دوسرے اعتراض کا جواب اکثر مسلمانون کی موجودہ حالت کو دیکھا جاتا ہے تو انکو
تعلقات و اشغال دنیاوی مین گناہون سے بچنا صرف عقلاً ممکن ہے عملاً و عادۃً تو وہ محال
نظر آتا ہے اور یہ امکان عقلی منصفون اور مجسٹرٹیون کی نوکریون مین بھی موجود ہے۔
ممکن ہے کہ مسلمان منصف سود کی ڈگری نہ دے جب کبھی سود کا مقدمہ پیش آوے
اور مقدمہ مین مدعی و مدعا علیہ مین کسی بالمقطع رقم پر بلا حساب سود مصالحت کرادے تحصیلدار
کے لیے ممکن ہے کہ شراب کی آمدنی وہ خود وصول اور جمع نکرے اسکا کوئی نائب غیر مسلم

اپنے اس اختیار سے جو گورنمنٹ کیطرف سے اسکو حاصل ہے خود ہی یہ کام کرلے

مجسٹریٹ مسلمان کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ شراب کے امتحان پر مامور نہو یہ خدمت

کسی دوسرے کے سپرد ہو چنانچہ پنجاب مین دستور ہے و علی ہذا القیاس ۔

یہ امکان **عقلی** بعض اشخاص مین **عملی** طور پر بھی پایا گیا ہے ۔ **ایک** مسلمان

منصف کا حال ہمنے سنا ہے کہ اس نے تمام مدت ملازمت مین کبھی سود کی ڈگری نہین

دی اس بیان سے فرق اول دور ہوا ۔ **دوسرا فرق** محض غلط ہے ۔ اور صدقات

وغیرہ حسنات جیسکہ تجارت ۔ خانداری ۔ اور شغل علمی کے لیے کفارہ ہین ۔ ویسے ہی منصفی

و مجسٹریٹی ۔ تحصیلداری کے گناہون کا کفارہ ہوسکتی ہین ۔ اور قول خداوندی جو

منقول ہوا اپنے عموم کے سبب ان لوگون کے حق مین بھی شامل ہے جسمین کسی کو مجال تعال

نہین ہے ۔

کیا ایک تاجر کو جھوٹ بولنے اور ایک مولوی صاحب کے ریا کرنے ۔ اور ایک واعظ کے [illegible]

خاص اتنا وعظ مین پرائی عورت کو گھورنے کا نماز و روزہ و صدقہ کفارہ ہوگا

اور ایک خدا ترس اور متدین **منصف و ڈسٹرکٹ اسسٹنٹ کمشنر** کے یا

مجسٹریٹ کو اس گناہ کا کہ انہون نے کسی مقدمہ مین شریعت کا خلاف کیا انکا صدقہ جو

خیرات جو مولوی صاحبان کی نسبت وہ پسند کرتے ہین* نماز و روزہ کفارہ نہوگا ۔

منصفون اور مجسٹریٹون کا کفارہ خوب یہ عمل بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے فیصلجات مین

زیادہ تر شریعت کا اتباع و توافق کرین ۔ اور لوگون کو انکا حق پہنچادین اور ان کا جور

و ظلم جو خلاف شریعت اور حق تلفی مخلوق

سے متصور ہے کم ہو ۔ اس کفارہ کا ذکر

قال صلعم من طلب قضاء المسلمین حتی یناله ثم غلب عدله جوره فله الجنة ومن غلب جوره عدله

* ڈپٹی فیض الحسن صاحب کا حال ہمنے سنا ہے کہ جو نو سو یا ہزار روپیہ ماہواری انکو آتا تھا وہ سبھی غریبون رانڈون اور قرابتیون مین صرف کیا جاتا تھا و معہذا مولوی صاحب اپنے گناہون پر زار زار روتے تھے ۔

فلہ النار (ابوداؤد صہ ۱۴۲ جلد ۲) ابوداؤد کی حدیث منقولہ حاشیہ مین موجود

ہے - اور یہ کفارہ ان کے لیے ان کفارات (صوم صلوٰۃ وغیرہ حسنات) سے (جنمین
وہ اور لوگون کے شریک ہین) علاوہ احسان و انعام خداوندی ہے۔ **ان جوابات**
کو ہمارے دیندار بھائی انصاف سے پڑہین گے - تو امید ہے کہ ان اعتراضات کو
واپس لے لینگے - اور اپنے اکثر اشغال و تعلقات دنیاوی کو جنمین جمہور مدعیان
دینداری و پرہیزگاری مشغول ہین - اس قسم کی نوکریون پر ترجیح نہ دینگے اور
اِن مین اُن مین کچھ فرق نکرین گے -

بالجملہ امثلہ قسم سوم ملازمت مشتبہ ہین - اور انکا حکم کراہت ہے - متقی پرہیزگار
جو اس قسم کے دوسرے مکروہات سے محترز ہین ان سے مجتنب رہین - اور جو ان
سے بڑہکر مکروہات مین مستغرق و منہمک ہین **مع ذلک** افلاس و فلاکت
سے ذلیل ہو رہے ہین وہ ان ذلیل مکروہات کی جگہہ ان ملازمتون کو اختیار کرین
اور ساتھہ [illegible] اپنا شعار بنا دین اور ان نوکریون کے
ذریعہ سے جو انکو ثروت اور شوکت حاصل ہو اس سے زاد آخرت مہیا کرین تو یہ امر
ان کے حق مین بہتر ہے - اور امثلہ قسم اول و دوم تو مشتبہ بہی نہین چہ جا کہ حرام ہون -
اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہین اور قسم دوم اہل اسلام سے امید رکہتے ہین
کہ وہ اس مضمون کو پڑہکر نوکریون کی نسبت مطلق عدم جواز کے خیال کو بدل
دین گے اور اپنی دنیاوی حالت کی ترقی و اصلاح کرینگے - اور ان نوکریون اور انکے
وسائل اسباب کی تحصیل مین سرگرمی کے ساتھہ ساعی ہون گے -

وَاللّٰہُ المُوَفِّقُ لِلْخَیْرِ وَالسَّدَاد

اِشاعۃ السُّنَّۃ النَّبَوِیَّۃ

علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر پنجم ششم و ہفتم — معہ — جلد دہم ۱۰

ضمیمہ متضمن مسائل مذہب محدثین اہل السنۃ

عام قیمت سالانہ رسالہ عہ ہے۔ **خاص** (روسار اہل سلام سے) للوعلیہ رعایتی (چالیس روپیہ ماہوار والون سے) ‎۱‎ ادنے (دس روپیہ والون سے) ‎۱‎ **آخری**۔ بوسعت اہل علم و اشاعت سے ثواب آخرت۔ **قیمت ضمیمہ**۔ چہارم حصہ ہر ایک جہ۔ للعہ۔ ۱۲

خط وکتابت وارسال زر مہتمم کے پوری خطاب و نشان سے ہونا چاہیئے۔ ابوسعید محمد حسین مہتمم اشاعۃ السنۃ لاہور

مژدہ

اخبار ہدایت شعار رشد آثار منشور محمدی بنگلور (جو معاونون اور خریدارون کی عدم توجہ سے بند ہوگیا تھا) [illegible] خدا کے فضل وتوفیق اور اپنے مہتمم مولوی محمد شریف صاحب کی عالی ہمتی سے پھر جاری ہوگیا ہے **مگر اس چشمہ** فیض کا جاری رہنا اُسی صورت سے ہوسکتا ہے کہ قوم کے دریا دل اعیان سے اسکو مدد ملتی رہے۔ اور نہ سہی قیمت ہی وصول ہوتی رہے۔ اور اگر انہون نے پہر اسکی مددین کوتاہی کی تواسکا جاری رہنا مشکل ہے۔

کیا دین اسلام کے اعیان سے (جنمین اسوقت تک خدا کے فضل سے بڑے بڑے اہل ثروت تجار وغیرہ مالدار موجود ہین) یہ مستبعد ومحل تعجب نہین ہے؟ کہ وہ ایک پانچ روپیہ سالانہ تنخواہ دار خادم دین کا جو اپنی خدمتِ خاص (مقابلہ پادریون) مین اپنی نظیر نہین رکھتا۔ [illegible] تھا صدہا مخالفین سے مبارزت کر رہا ہے) عوض خدمت ندے سکین۔ اور صرف روپیہ نہونے کی وجہ سے اسکے بند ہوجانے کی نوبت آنے دین۔ گزشتہ را صلوات آیندہ ہی وہ غیرت اسلامی حمیت کو کام مین لائین۔ اور اس خادم کو پہر وہ منحوس دن نہ دکہائین۔

ایک اور مژدہ

فتح الباری شرح صحیح بخاری کا دوسرا پارہ بھی چھپ کر ہمارے پاس آگیا ہی۔ اور سنا گیا ہی کہ تیسرا بہی چھپ چکا فالباً ان دونو کی قیمت بہی وہی پارہ اول کی قیمت ایک ایک روپیہ ہوگی۔ اور محصولڈاک۔ شائقین قدرشناس مولوی عبد المجید صاحب مہتمم مطبع انصاری [illegible]

مضامین نمبر ۵ و ۶ و ۷

صرف دو ہین۔

(۱) اہلحدیث مین نااتفاقی (لائق توجہ اعیان فرقہ)

(۲) اسلامی مسائل نکاح و طلاق پر مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جواب معہ مصادمہ۔

اور

احکام اسلام ومذاہب معترضین سے انکا موازنہ (لائق توجہ اہل مذاہب وگورنمنٹ)

نوٹس

جو لوگ حساب اشاعۃ السنۃ کی بے باقی نہین کرتے اور نہ ہماری بیڑ و بیرنگ خطوط کا جواب دیتے ہین انکی فہرست باقیات آیندہ اشاعۃ مین شائع ہوگی۔ اسدفعہ اسکی اشاعت کیلیے جگہ نہین ملی۔ بہتر ہے کہ وہ اس اشاعت کی نوبت نہ آنے دین روپیہ ارسال کرنے مین توقف یا کوئی عذر ہو تو اس سے مطلع کرین تب بھی ہم فہرست کو ملتوی کردینگے۔ ورنہ مجبوری ہے۔

مطبع مفید عام لاہور مین طبع ہوا

اہلحدیث مین نا اتفاقی

دولت ہمہ ز اتفاق خیزد ـــ بے دولتے از نفاق خیزد

اہل اسلام کی خوش قسمتی۔ کہ جون جون انمین اتفاق کی کوشش کیجاتی ہے۔ تون تون انکا باہمی نفاق بڑہتا جاتا ہی اور انکے حال پر اختلال پر یہ مصرعہ صادق آتا ہی۔ ؎ مرض بڑہتا گیا جون جون دوا کی۔

یہ نفاق پہلے تو اہل اسلام کے مختلف العقائد فرقو مین تہا۔ جس کے سبب انہون نے۔ رافضی۔ خارجی۔ وہابی بدعتی وغیرہ کہلایا۔ اور ایکنے دوسرے کو دائرہ اسلام یا سنت سی خارج کیا۔ اب یہ نفاق ایک متحد العقائد گروہ اہل حدیث مین پہیلتا جاتا ہے۔ جو اتفاق کا بڑا حامی تہا۔ اور دل سی اسکا خواہان۔ اور دوسرے فرقون کی نا اتفاقی پر بصد آہ و نالان

> واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا۔ ولا تفرقوا ×× ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا × ان الذین فرقوا دینکم وکانوا شیعًا لست منہم فی شیء × ولا تنازعوا فتفشلوا وتذہب ریحکم

انکے باہمی تفرقہ و اختلاف کو وہ افسوس و حسرت کی نگاہ سی دیکہتا تہا۔ اور انپر آیات منقولہ حاشیہ پڑھکر اتفاق و اتحاد کی طرف انکو بلاتا تہا۔

ہندوستان مین۔ اس گروہ کی نشو و نما کو تہوڑا ہی عرصہ گذرا تہا۔ اور ہنوز اسکی [illegible] ظاہر نہوا تہا۔ کہ خود اس فرقہ کے اعیان مین پہوٹ پڑ گئی اور جس تفریق کے سبب وہ اورون کو حسرت و حقارت کی نگاہ سی دیکہتے ہے وہ انکی جماعت قلیلہ مین نظر آنے لگی۔ اور اب وہ انمین اس آب و تاب سی چمک رہی ہی کہ اسکی نظیر پہلی متفرقین مین دکہائی نہین دیتی۔

آیات مذکورہ بالا جنکو وہ دوسرون کی تفریق پر پڑہتے تھی اب انپر صادق آرہی ہین۔ اور علاوہ بران بہت سے آیات جنمین بعض حاشیہ مین منقول ہین۔ انکو عزت خطاب بخش رہی ہین۔

> تحسبہم جمیعًا وقلوبہم شتی ذلک بانہم قوم لا یفقہون × یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضًا

پرانے اہل تفریق تو اپنے ہمسرون سی مخالفت کرتے تھی۔ عوام جاہل عامی جاہلون سے اور علماء و فضلا اپنی ہمجنس عالمون فاضلون سے معارض و مقابل ہوتے۔ اس گروہ مین عجب نامساواتی کے ساتھ مخالفت ہو رہی ہی۔ کہ جو امی محض ہین نہ ایک حرف لکہنا جانتی ہین نہ پڑہنا۔ وہ اپنی علما کی خیالات و مقالات کی صرف سنکر انپر نکتہ چینی کے لیئے کمیٹیان کرتے اور انمین اغلاط و کہوٹ نکال رہی ہین۔ اور جو لوگ اردو و فارسی یا کسیقدر عربی جانتی ہین وہ ان اشخاص کا جنکو زبان و قلم سی عالم۔ فاضل۔ سرگروہ۔ سرغنہ وغیرہ وغیرہ خطاب دیچکی ہین۔ مقابلہ و معارضہ بذریعہ تحریر آکر رہی ہین یہہ مخالفت اگر شائستگی سی ہوتی اور دوستانہ و برادرانہ طور پر ظہور مین آتی۔ تو ہرگز افسوس و شکایت کا محل نہوتی۔ اور نہ اس

٭ جبکہ خادم القوم اشاعۃ السنۃ سے ظہور مین آتی ہی کہ وہ کبھی کسی مسئلہ اور کسی مضمون مین کسی خاص شخص کو مخاطب نہین کرتا۔ اور نہ کسی کا نام لیتا ہے۔ نہ مسائل ضروریات مین اسنے کسیکو مخاطب بنایا۔ نہ اپنے قول مین کسیکا نام لیا۔ نہ غیر مقلد کے مقابلہ مین اسکا [illegible]

تفریق کا موجب بنتی - بلکہ کمال ہمدردی متصور ہوتے اور بحکم حدیث منقول حاشیہ نصیحت و خیرخواہی سمجھی جاتی -

الدین النصیحۃ للہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتہم

مگر وہ اس بد تہذیبی و بے ادبی و ناشایستگی سے وقوع میں آئی ہے - کہ اخوت و ہمدردی و نصیحت و خیرخواہی کی بو تک بھی اسمین پائی نہین جاتی -

وہ اپنے پیشواؤن یا بھائیون یا (بنظر خیال حال) اپنے خادمون کو انکے اغلاط و خطاؤن پر زبانی یا پرائیویٹ تحریر دیکے ذریعہ سے کبھی متنبہ نہین کرتے - بلکہ اپنی مجالس بدگوئی مین رات دن انکی غیبت و عیب جوئی کرتے ہین یا الٹا کر اخبار دن اور جنگی رسالون کے ذریعہ سے نہایت بری الفاظ سے انکے نام لیکر اُن کی برائی کی تشہیر کرتے ہین - کوئی انکو مقلد یا حنفی کہتا ہے (جو قائل کے خیال مین کافر یا مشرک کہنے کے برابر ہے) کوئی نیچری کا خطاب دیتا ہے - کوئی شیعہ تفضیلی بناتا ہے - وعلیٰ ہذا القیاس - **اور طرفہ** یہ کہ جن لوگون نے انکو کلمہ توحید پڑہایا - اُنسے رام رام کہنا چھڑایا - سالہا سال انکو دین سکہایا - ہندوستان و پنجاب مین توحید و سنت کا ڈنکا بجایا - اطراف عالم (ہند و عرب وغیرہ جزائر) مین اتباع سنت کا خیال پھیلایا - سالہا سال نیچریون کا رد کیا ان کی نسبت وہ اخبارون مین یہ اکاذیب و اراجیف شائع کرتے رہتے ہین کہ اُنکے خیالات بدل گئے ہین - اور اپنے کانفیڈنشل جلسون مین کہتے ہین - کہ "وہ حنفی بن گئے" اور اپنے دوستون کو (جو ان پیشواؤن کو ابتک پیشوا سمجھتے ہین) پرائیویٹ خطو نہین لکھتے ہین کہ "وہ نیچری ہو گئے" - اور خود عقل کے دشمن مذہب کے نادان دوست اتنا نہین سمجھتے کہ ان [illegible] ہین اُس نادان کی مانند

حلیہ یا کوئی پتہ بتایا - وعلیٰ ہذا القیاس - آپنے خیال کے اظہار کا (خطا ہو خواہ صواب) ہر کسیکو اختیار و حق حاصل ہے - مگر اپنے ہی اعضا و اخوان مین سے کسی خاص کا نام لینا یا اسکا خاص پتہ بتا کر اسکو نشانہ بنانا ان ہی لوگون کا کام جنکو حق و اظہار حق سے کوئی تعلق نہین ہے - وہ نامی و مشہور اشخاص کے مقابلہ سے صرف اپنا نام و شہرت چاہتے ہین - احقاق و اظہار حق سے کوئی تعلق نہین رکھتے - اشاعۃ السنۃ کے مضامین پر بعض لوگونکا یہ گمان کہ اسمین بھی خاص اشخاص کو اشارۃً نشانہ بنایا جاتا ہے گو انکا صریح نام نہین لیا جاتا - محض غلط ہے - یہ گمان تب صحیح ہو جبکہ ان مضامین مین کسی شخص کی طرف ایسے الفاظ سے اشارہ پایا جائے - جنکو اس شخص سے تعلق ہو - اور اسکے بجز اس شخص کے کوئی دوسرا مفہوم نہ ہو سکے - ان مضامین مین تو عام الفاظ جیسے "بعض اہلحدیث" یا ہمارے "بعض اخوان" یا "ایک صاحب" مخاطب ہوتے ہے - جنمین کوئی خاص اشارہ نہیں پایا جاتا - اور نہ اس سے کوئی خاص شخص مفہوم ہوتا ہے - ہان ان مضامین کے پڑہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسمین فلان فلان اشخاص کا جواب ہے مگر یہ ان مضامین اور ان کے الفاظ یا اشارات کا نتیجہ نہین ہے - بلکہ ان اشخاص کی تحریرات کا نتیجہ ہے - جو ان مضامین کے مخالف انکی قلم سے نکل چکی ہین - یہی وجہ ہے کہ جس شخص نے ان تحریرات کو نہ دیکھا ہو وہ اُن مضامین کو پڑہکر ہرگز نہین سمجھ سکتا کہ وہ ان تحریرات کے مقابلہ مین ہین پالجملہ دوستون و بھائیون سے صراحۃً نام لیکر یا انکا پتہ بتا کر چھیڑ چھاڑ کرنا اور پھر اسمین ادب و شایستگی کو ملحوظ نہ رکھنا دوستانہ و برادرانہ طریق نہین ہے - اور اسی پر افسوس ہے - مجرد معارضہ و مطلق مخالفت پر کوئی [illegible] سکتا ہے

یکی بر سر شاخ بن می برید +
خداوند بستان نگہ کرد و دید +
بگفتا گر این شخص بد میکند +
نہ با من کہ با نفس خود میکند +

جسکے فعل کی حکایت رباعی مندرجہ حاشیہ مین ہی - اور اسمین انکی جماعت کا ممبر کہتا ہے اور انکے مخالفون (شیعون - حنفیون - نیچریون) کا نمبر بڑہتا ہی یہ بات انکی مخالف سنینگے تو خوشیان منائینگے - اور انپر یہ الزام قائم کرینگے کہ تمہارا مذہب ردی و باطل ہی تب ہی تمہارے پیشواؤن اور سالہا سال کی رہنماؤن نے اسکو ترک کر دیا ہی چنانچہ ہر ایک گروہ ہندو - مسلمان - عیسائی یہودی وغیرہ کے مناظرین اپنی مخالفون پر اس قسم کی الزام قائم کرتے ہین - جب کسی مذہب مخالف کے لیڈر (رہنما) ان کی مذہب میں آجاتی ہین اور اس الزام کی دست آویز سے بہت سے عوام گروہ اہلحدیث کو اپنی مذہب کیطرف بلائینگے اور مذہب اہلحدیث انسے چہڑائینگے - اور بعید نہین کہ وہ اس دعوت مین کامیاب ہون - اور عوام اہلحدیث جو ان پیشواؤن کی پیرو ہین اس الزام کے دام مین پہنس کر اس مذہب سی دست بردار ہو جائین - اس سے طرفہ تر یہ کہ وہ اپنے ان پیشواؤن کی تکفیر کے بھی درپے ہین اور اس تکفیر کے لئے چند مفترات و بہتانات قائم کر کے انکی حقمین علماء مذہب حنفیہ سے (جو گلابی٭ جو ورقہ مین اس گروہ کو کافر بنا چکی ہین) فتوے کفر لینے پہرتے ہین - اس فعل مین انہون نے یہود کے بھی کان کاٹے - جو آنحضرت کی عداوت مین اہل کتاب ہو کر

الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یؤمنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھؤلاء اھدی [illegible]

مشرکین مکہ کے مصدق بن گئی تہی - کیونکہ پہلے تو یہ حضرات انکو مشرک و کافر سمجھتے تہے - (جیسا کہ وہ انکو) اب اپنے [illegible] مؤمن و مفتی و قاضی و حاکم شرع بنا بیٹھے ہین - اور بدقسمتی سے اتنا نہ سوچے کہ اس زمانہ تحقیق و آزادی مین اور اس گروہ مین جو کسیکا مقلد نہین ہی ان کاغذ کالے کفر کے فتوون سے کون ڈرتا ہی - اور ایسی ایسے فتوے کون نہین لگا سکتا - ایک جانب سے کفر کا فتوے لگیگا تو دوسری جانب سے ڈبل فتوے کفر جڑا جائیگا آخر باتفاق فریقین فریقین کا کفر ثابت ہوگا - اور اہلحدیث کیا اہل اسلام کہلانے کا بہی کوئی مستحق نہ رہیگا سوا سبحان اللہ - قومی ترقی اسیکا نام ہی اور اہلحدیث کا یہی کام ہی یہہ کام صرف معدودے چند علم نا فہیم خام اہل علم مین محدود رہتا تو اس سے وہ بدنتیجہ (تفریق) پیدا نہوتا - رونا تو اس پر ہی کہ چند اشخاص اس فساد کی مرتکب و مہتمم ہین اور باقی اعیان سے (جنمین اس گروہ کے مشائخ اور پرانے واعظ اور رفتار زمانہ سے واقف اور پولٹیکل مقتضیات و ضروریات سے باخبر موجود ہین) کوئی مال سے انکا مؤید ہی - کوئی قلم سے حامی ہی - کوئی سکوت تسلیم سے انکا مصدق ہی - ایسا کوئی نہین جو انکی ہاتہ زبان اور قلم کو پکڑ لے - اور ہنگوئی اور نام لے کر نشانہ بازی سے انکو روک کر باب تفریق و فساد کو بند کر دے - باوجودیکہ اس وقت اس گروہ مین ایسے ذی علم سوخ اکابر و مشائخ اور ہوشمند اشخاص موجود ہین کہ اگر وہ چاہین تو اس فساد کو یکلخت موقوف کر دین - ان کی واقعی حالات اور مشاہدہ و اتہاسے ثابت ہوتا ہی کہ یہ گروہ ابہی چراغ سحری ہی اور بہت جلد صرف زوال کا طوفان آنیوالا ہی - خارجی حملے تو پہلے اسپر ہوتے تہے جو اسوقت تک اسکی ترقی کا موجب رہے - اب داخلی حملے بہی اسپر ہونگے اور اسکے ممبر بالفعل آپسمین لڑ کر فنا ہو جائینگے - اگر یہ دو فریق فساد موقوف ہوئے - جلسیان و مدعیان حمایت قوم ابہی اس قوم کو سنبہالنے و اس تفریق کی باب و وسائل کو قطع کرین دور سے بیٹھے بیٹھے تماشا نہ دیکہین قلم سے یا زبان ہاتہ سے جو ہو سکے [illegible] ان کی نصیحت اس قوم کی ساکت و غافل اعیان پر کچھہ اثر نہ کیا تو آیندہ نمبر مین کچھہ تفصیلاً گذارش ہوگا -

٭ گلابی جو [illegible]

اسلامی احکام نکاح وطلاق پر مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جواب ومصاد

اور

احکام اسلام ومذاہب معترضین کا موازنہ

(لائق توجہ اہل مذاہب وگورنمنٹ)

جو لوگ احکام ومسائل اسلام سے پورے واقف نہین ومعہذا وہ ہمہ دانی کے مدعی ہین وہ بعض مسائل نکاح وطلاق کے سبب اسلام پر سخت معترض* ہین۔ اور اپنے مسائل مذہب کو مسائل اسلام پر ترجیح دیتے ہین۔

نکاح کی نسبت ان کے دو سخت اعتراض ہین **ایک یہ** کہ اسلام مین تعدد ازدواج کا ایک ایسا حکم ہے جس سے انسان کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور اخلاقی حالت تباہ ہوتی ہے مرد وعورت مین مساوات کا نیچرل قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے مرد کو قدرتی حق مساوات سے زیادہ حق دیا جاتا ہے۔

دوسرا یہ کہ اسلام مین عورت کو ایک جائداد منقولہ کی مانند سمجھا جاتا ہے اور مرد کو اس کا مالک وآقا۔ وہ تمام عمر کے لیے خواہ کیسے ہی حالات ومقتضیات علیحدگی پیش آئین مرد کی قید مین رکھی جاتی ہے۔ کسی حالت مین وہ اس سے علیحدہ ہونے اور اسکو نکاح سے آزاد ہونے کی مجاز ومستحق نہین سمجھی جاتی۔ جس مین اس کی قدرتی آزادی فنا ہوتی ہے اور اسکی خداداد قوی وصفات کی بیکاری عمل مین آتی ہے

* اج کل کے معترض سر ولیم میور صاحب کے مقلد ہین جنہون نے اپنی اس کتاب مین جس مین حالات زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث کی ہے لکھا ہے۔ "کثرت ازدواج طلاق اور غلامی سے جو مذہب اسلام کے مسائل مین پبلک کے اخلاق کو نقصان پہنچتا ہے۔ پبلک کی زندگی کو زہر ملتا ہے۔ سوسائٹی مین پراگندگی ہوتی ہے۔ مذہب انصاف کی آزادی کچلی جاتی ہے اور فنا ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ"۔

طلاق پر [illegible] کا یہ اعتراض ہے کہ اوسکی عام اجازت اخلاق و انسانی ہمدردی کے مخالف ہے قدرت کے سلسلہ انتظام کی ناقض پبلک مین تفرقہ اندازی کی موجب ہے اوس کے اختیار و استحقاق کو مرد سے مخصوص کرنا عورت کا اس استحقاق سے محروم رکھنا انصاف کا خون کرنا ہے - اور نیچرل قاعدہ مساوات کو توڑنا -

ہم ان اعتراضات کی کچھ **پروا نکرتے** اور نہ ان کے جوابات کے درپے ہوتے اگر یہ اعتراضات ہمارے نوجوان اسلامی اخوان انگریزی خوانون پر ساحرانہ تاثیر نہ کر جاتے اور وہ انکی تاثیر سے متردد و متوحش ہو کر اصل اسلام مین مذبذب نہو جاتے مگر جب ہم بعض اخوان انگریزی خوانون پر اس تاثیر کا مشاہدہ کر رہے ہین اور اس تاثیر کے سبب سے اُن کو چاہ ضلالت مین گرتے ہوئے دیکھہ رہے ہین تو ہمارا ان اعتراضات سے اغماض کرنا - اور ان کے جوابات سے ساکت رہنا یہ شہادت [illegible] پسند گناہ ہے سخت گناہ ہے اور ان اعتراضات کی مدافعت اور ان اخوان اسلام کو معاونت بحکم الدین النصیحۃ ہمارا ہماری اسلامی فرض ہے - اور یہہ فرض اس سے ہزار وجہ بہتر ہے کہ ہم کسی باہمی اختلافی فروعی مسئلہ (رفع الیدین و آمین بالجہر یا ترک تقلید) مین خامہ فرسائی کرین - اور اپنے کسی اسلامی بھائی کو لے ڈالین -

ایک تازہ محرک اور قوی سبب ان اعتراضات کی مدافعت کا یہی ہوا ہے کہ آج کل سلطنت جس کے ہاتھ مین اہل اسلام ہندوستان کی عنان حکومت ہے بعض اعتراضات کی طرف متوجہ ہو رہی ہے اور اسکا یہ خیال ہے کہ موجودہ قوانین ازدواج و طلاق معمولہ اہل ہند مین (مسلمان ہون خواہ ہنود یا غیر) عورت کو ایک جائداد منقولہ سمجھا جاتا ہے اور یہ امر اخلاق اور انصاف سے بعید ہے لہذا عورت کو اس حالت سے رفعت و ترقی دینا مناسب ہے اور جو عورت اپنے خاوند کے گھر مین آباد

نہ ہونا چاہیے اُسکو بذریعہ قید اس آبادی پر مجبور کرنا مناسب نہیں ہے (چنانچہ چٹہیات گورنمنٹ بمبئی وگورنمنٹ ہند اس خیال کی مظہر حاشیہ مین منقول ہین) گورنمنٹ کی اس خیال کی طرف

نقل چٹہی گورنمنٹ بمبئی نمبر ۱۹۰۳ مورخہ ۳ مارچ ۱۸۸۶ء

منجانب

اے شوان بہادر قائم مقام انڈر سیکرٹری گورنمنٹ بمبئی صیغہ دیوانی

بنام

سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا صیغہ لیجس لیٹیو

جناب من

حسب الحکم درخواست کیجاتی ہے کہ آپ مقدمہ داداجی بہیکاجی بنام رکھما بائی کی جانب جناب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل کی توجہ کرائینگے جو انڈین لا ریپورٹ سلسلہ بمبئی جلد [illegible] ہے اس مقدمہ مین مدعی شوہر نے واسطے اعادہ آغاز حقوق زناشوی دعوے کیا تہا۔ زوجہ کی شادی اسکی بچپن مین بلا رضامندی اس کے ہوئی۔ اور فریقین کبہی ہم صحبت نہ ہوئے

۲۔ نتیجہ و اپیل مقدمہ کا عدالت اپیل سے یہ ہوا کہ عدالت ابتدائی نے یہ ڈگری صادر کی کہ رکما بائی اپنے شوہر کے گہر ایک مہینہ مین چلی جائے درصورت عدم تعمیل (اور یہ معلوم ہے کہ رکما بائی کا ارادہ مصمم تعمیل نہ کرنے کا ہے) یہ ڈگری بذریعہ قید کے حسب دفعہ ۲۶۰ ضابطہ دیوانی کے جاری ہوسکتی ہے۔

۳۔ اس مقدمہ پر بحث ہوئی ہے اور ایک فرقہ قوم کا ترمیم قانون کا طالب ہے اور غالباً اسکی تائید انگلینڈ مین بہی ہو۔

۴۔ درحقیقت نسبت نامناسب ہونے اس امر کے کہ ہماری عدالتین انشاء دیونگی تعمیل جبریہ کرلینے کی ڈگری صادر کرین جو بحالت بچپن منعقد ہوئین بہت کچہہ کہا

پوری توجہ ہو گئی ہے اور اوس نے موجودہ قوانین نکاح وطلاق اہل اسلام کو مخالف

جا سکتا ہے مگر جناب گورنر بہادر با جلاس کونسل فی الحال اس وسیع میدان

بحث مین داخل ہونا نہین چاہتے انکی یہ رائے ہے کہ کچھ ترمیم ضروری ہے

مگر کارروائی اختیار کردہ قانون انگلینڈ کی پیروی کرنا کافی خیال کرتے ہین۔

اور دعوی اعادہ حقوق زناشوئی کو بحال رکھکر اس فریق کی ذات کو جس کے

مقابلہ مین ڈگری صادر ہو مواخذہ قید سے بری کر دیا جائے۔ انگلینڈ مین یہ ترمیم

بموجب ۴۷ و ۴۸ وکٹوریہ باب ۶۸ کے ہوئی ہے۔ اور مجھکو اس امر کے

لکھنے کی ہدایت ہوئی ہے کہ جناب گورنر باجلاس کونسل کی رائے مین دفعہ

۲۶۰ ضابطہ دیوانی اور دفعہ ۱۳۶ - ایکٹ ۱۵ ۱۸۶۵ء کی اسی حد تک

ترمیم کی جائے۔

۶- [illegible] ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۲۵۹

پر بھی اسی وقت توجہ کی جائے اگر ہماری یہ خواہش ہے کہ حیثیت عورات

اس ملک کی بڑھائی جائے اور انکی قدر زیادہ کی جائے تو ازدواج کی نسبت

یہ کہنا کہ "وہ از قسم جائداد منقولہ" ہین سوائے عقل مشکل سے معلوم ہوگا۔

نقل چٹھی گورنمنٹ ہند نمبری ۹۹۱/۱۴ مورخہ ۱۷ جون ۱۸۸۷ء

گورنمنٹ ہند نے چٹھی بمضمون ذیل جملہ لوکل گورنمنٹوں کے نام جاری کی ہے

دفعہ ۱ - گورنمنٹ بمبی نے تجویز پیش کی ہے کہ دفعہ ۲۶۰ ضابطہ دیوانی

۱۸۸۲ء کو جہانتک کہ اسکا تعلق حقوق ازدواج کی اجرائے ڈگری سے ہے

ترمیم کیا جائے۔ واضح ہو کہ یہ تجویز بحوالہ مقدمہ دادا جی بیکھاجی مدعی بنام

رکما بائی جو عدالت ہائی کورٹ بمبی نے فیصلہ کیا ہے پیش کی گئی ہے۔ اور

بابت ترمیم کے یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ اگر طریقہ مروجہ قانون انگلینڈ کی

عقل و انصاف و برخلاف اصول اخلاق سمجھکر اس مین مداخلت کی (جیساکہ اسلامی

پیروی کیجاوے تو اغلبا کافی ہوگا۔ اور اگرچہ نالش حقوق زناشوی قائم رکھی جاوے تاہم جس شخص پر ڈگری صادر ہو وہ قید ہونے سے بری رکھا جاوے۔

دفعہ ۲ - قانون ہند کے رو سے دو قسم کے مقدمات ہو سکتے ہین جن کے ذریعہ سے شوہر اپنی زوجہ کی رفاقت حاصل کر سکتا ہے۔

الف - بابت واپسی بازنو عورت (ایکٹ نمبر ۵ ا ۱۸۶۱ء ضمیمہ ۲ مد ۳۴)

ب - واسطے حقوق زناشوی (ایکٹ نمبر ۱۵ ا ۱۸۶۱ء ضمیمہ ۲ مد ۳۵)

ایسے مقدمات کی اجراے ڈگری کا ضابطہ دفعات ۲۵۹ و ۲۶۰ ضابطہ دیوانی مین علے الترتیب درج ہے۔ درباب مقدمات قسم اول جو کہ واسطے دلاپانے بازدی عورت نسبت اس شخص کے ہوتا ہے جس نے عورت کو روک رکھا ہے ہمارا کچھ تعلق نہین۔ لیکن اگر دوسری قسم کے مقدمات کی نسبت قانون [illegible] تو ان دو قسم کے مقدمات مین صاف طور پر تمیز قائم کرنے سے فائدہ اٹھانا مناسب ہے۔ درباب مقدمات قسم دوم - واضح ہو کہ جو قانون رشتہ شوہر و زوجہ کا تسلیم کرتا ہے وہ اس امر کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ شوہر کا فرض زوجہ کے ساتھ اور زوجہ کا فرض شوہر کے ساتھ گذران کرنے کا ہے - اس واسطے مقدمات حقوق زناشوی مفید قسم کے مقدمات ہین۔ بشرطیکہ ایسے مقدمات کی صادر شدہ ڈگری کی تعمیل کے واسطے ایسے وسائل اختیار نہ کیے جاوین جو اخلاق یا معاشرت کے برخلاف ہون۔ بموجب دہرم شاستر کے یہ امر منجملہ شرائط شادی کے ایک ہے کہ مرد و عورت آپس مین رفیق ہون - اور ہادیان قوم نے قرار دیا ہے کہ اگر کوئی فریق دوسرے کو ترک دیوے یا اوسکی پرواہ نہ کرے تو ہر دو جہان مین مستوجب سزا ہوگا (دیکھو تشریحات جگندر ناتھ شرومنی صفحہ ۹۶) پس اگر کوئی فریق شادی اس فرض سے انکار کرے تو انصاف یہ ہے کہ عدالت قرار دے کہ وہ فرض

او سپر لازمی ہے لیکن جب عدالت کے سامنے منجملہ فریق شادی کے ایک فریق کا انکار بابت تعمیل حقوق زناشوی پیش ہو تو ایک مشکل پیدا ہوتی ہے اور امر غور طلب یہ ہو کہ ایسی تعمیل کرانے مین سرکار کو کیا مداخلت کرنی چاہیے۔

دفعہ ۳ - عدالتہائے ہند کا سابقہ عملدرآمد جس کے ذریعہ عورت کا بازو خاوند کے ہاتھ مین دیا جاتا تھا ممکن ہے کہ رواج ہندوؤن کے مطابق ھو - مگر بمقدمہ جو ہری بی بنام امیر چند یہ قرار دیا گیا تھا کہ عورت کا انکار از تعمیل حکم عدالت بابت گذران کرنے ہمراہ شوہر دفعہ ۲۰۰ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۸۵۹ء کے ذیل مین آتا ہے - اور حکم کی تعمیل بذریعہ قید یا قرقی جائداد یا ہر دو سے ہو سکتی ہے ۔ پریوی کونسل نے بھی اس رائے کو منظور کیا (دیکھو ۱۱ مور انڈین اپیل صفحہ ۵۵۱) اور اسی لیے دفعہ ۲۶۰ ضابطہ مرمہ سنہ ۱۸۸۲ء مین یہ رائے شامل کی گئی - اور جس دفعہ پر شرائط ضابطہ مروجہ حال مبنی ہین گورنمنٹ ہند کو یہ امر جتلایا گیا ہے کہ عملدرآمد سابقہ محولہ بالا اور نیز وہ طریقہ جسکے موجب ناراض شدہ عورت کو قید کیا جاتا ہے زمانہ حال کے خیالات کے برخلاف ہے اور ایما کیا گیا ہے کہ بہترین علاج حسب تجویز گورنمنٹ بمبئی کی یہ ہے کہ قانون انگلینڈ کی پیروی کی جاوے خصوصًا اس وجہ سے کہ ایسے عمل سے قانون ہند اس معاملہ مین دیگر اقوام و مذہب کی معمولی کارروائی کے مطابق ہو جاوے گا - بموجب قانون انگلستان ۴۷ و ۴۸ وکٹوریہ باب ۶۸ حسب ذیل حکم ہے -

اول - ڈگری در باب حقوق زناشوی ذات پر جاری نہ کی جاوے - دفعہ ۲ -

نے مداخلت کی ہوئی ہے) تو وہ مداخلت مذہب بن جائیگی اور مسلمانون کو بحکم "الناس

دوم - جبکہ درخواست منجانب عورت کی ہو تو عدالت حکم دے سکتی ہے کہ بصورت عدم تعمیل اجرائے ڈگری کے رسپانڈنٹ روپیہ واسطے نان ونفقہ کے ادا کرے (دفعہ ۲ -)

سوم جب درخواست منجانب خاوند کے ہو تو عدالت حکم دے سکتی ہے کہ زوجہ کی جائداد واسطے فائدہ سائل واطفال نکاح خرچ کی جاوے (دفعہ ۳)

چہارم - عدالت کسی حکم ادائے روپیہ کو جیسا مناسب سمجھے تبدیل کر سکتی ہے - (دفعہ ۴)

پنجم - ڈگری کی عدم تعمیل بمنزلہ ترک بقصور ہو گی - اور نالش واسطے جوڈیشل علیحدگی یعنے طلاق فی الفور دائر ہو سکے گی - اگر شوہر مجرم زنا کا ہو تو جائز ہے کہ عورت درخواست فسخ نکاح کی کر سکے - (دفعہ ۵)

ششم - عدالت واسطے حفاظت وپرورش وتعلیم اطفال کے حکم دی سکتی ہے (دفعہ ۶)

دفعہ ۴ - چونکہ مسلمانون مین آسانی سے طلاق ہو سکتا ہے - اور چونکہ ہندوؤن کی بہت قومون مین بھی اسکا رواج ہے - اگرچہ از روے دہرم شاستر کے ممنوع ہے اس لیے بلحاظ امر مذکرہ صدر یہ بات پیش کی گئی ہے کہ عدم تعمیل ڈگری واسطے منسوخی شادی ایک وجہ سمجھی جاوے - بشرطیکہ

الف - فریق مطلقہ کو معاوضہ دیا جاوے -

ب - واسطے پرورش اطفال نکاح کے واجبی اور معقول انتظام کیا جاوے

دفعہ ۵ - اخیر مین یہ بھی تجویز پیش کی گئی ہے کہ اگر حسب طریقہ بالا کوی کارروائی کیجاوے تو قانون اور عملدرآمد کو مطابق کرنے کی غرض سے ضرور

علے دین ملوکہم اوسکی تعمیل واجب وناگزیر ہوگی اور ہمین جسقدر مذہب اسلام کی منقصت ومضرت ہے وہ محتاج بیان نہین ہے - **اس نظر** سے بہی ہمارا اور ہر ایک مسلمان کا (جس مین خداداد لیاقت تائید اسلام موجود ہو) ایمانی واسلامی فرض ہے کہ ان اعتراضات کے جواب سے تعرض کرین اور اس مین یہ ثابت کردکہائین کہ موجودہ قوانین نکاح وطلاق اہل اسلام عقل - اخلاق اور انصاف کی مخالف نہین و لہذا برٹش گورنمنٹ کو (جو ایک منصف ومہذب ونیوٹرل گورنمنٹ ہے ان مسائل مین مداخلت کرنا بلحاظ اپنی نیوٹرلٹی کے ناواجب ہے اور یہ مسائل ان اسلامی یا غیر اسلامی مسائل کے مانند نہین ہین جنکو گورنمنٹ نے خلاف عقل انصاف وخلاق سمجہکر ان مین دست اندازی کی ہے -

اس **ضرورت** کو ہمارے اخوان کیا عینی (اہلحدیث) کیا علاقی (حنفیہ) نظر انداز [illegible] اہل اسلام [illegible] مسائل مین بحث کرنا اپنا اعلے منصب اور اصل فرض سمجہین - اور باہمی جہگڑون اور مسائل فروعی مین خانہ جنگیون کو یکلخت بالاے طاق رکہدین - یہ ہمت وجرأت اپنے آپ مین نہ پادین

ہوگا کہ ضمن تعزیری دفعہ ۳۶ - ایکٹ طلاق پارسیان نمبر ۱۵ سنہ ۱۸۶۶ء کو منسوخ کیا جاوے -

دفعہ ۶ - ان تجاویز پر اخیری فیصلہ کرنے کے پیشتر نواب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل مناسب سمجہتے ہین کہ انکی بابت لوکل گورنمنٹونکی رای لیجاوے -

اس لیے ہم التجا کرتے ہین کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر بعد تحقیقات وصلاح لینے ان اشخاص کی مختلف جماعتون سے جو ایسے معاملات مین گورنمنٹ کو صلاح دینے کے لائق ہون گورنمنٹ ہند کو بابت سوالات مندرجہ صدر جسقدر جلد ممکن ہوسکے اپنی راے دیوین"

توجو لوگ اس کام مین لگ رہے ہین انکی تائید و تعریف مین رطب اللسان رہین اور اپنے طعن وافسوس کرنے سے اپنے قلم وزبان کو روک رکھین -

وہ حضرات اس ضرورت کو تسلیم ہین کرتے تو ہم انکو بھی بحکم مقولہ مشہور "نادان دوست دانا دشمن سے بدتر ہے" ان ہی مخالفین ومعترضین کی قطار مین شمار کرتے ہین - اور ان اعتراضات کے جواب کے درپے ہوتے ہین -

سب سے پہلے ہم عقل اور قانون قدرت کے اصول سے تعدد ازدواج اور طلاق اور حقوق زوجیت کی ضرورت کا اثبات کرتے ہین - (جو اعتراضات مخالفین کا ایک اجمالی جواب ہے) اسکے بعد نکاح وطلاق وحقوق زوجیت کے متعلق احکام اسلام کتاب وسنت سے بیان ہوگا - اور ان احکام کا عقل اور قانون قدرت سے مطابق ہونا ثابت کیا جائے گا اسکے بعد اعتراضات مخالفین کا [illegible] (یہود ونصاری) کو بیان کرکے ان احکام اور احکام اسلام مین موازنہ کیا جائیگا -

اخیر مین اپنی مہربان گورنمنٹ کے حضور مین مودبانہ گذارش ہوگا کہ وہ اس مضمون کو انصاف وتوجہ سے ملاحظہ فرماکر مسلمانون کی موجودہ مسائل * نکاح وطلاق کو دست اندازی سے بری رکھے -

---

* ان مسائل واحکام کے ملاحظہ سے گورنمنٹ کو یقین ہوگا کہ مسائل نکاح وطلاق مین اسلام نے پہلے ہی عقل - انصاف اور اخلاق کی رعایت کر رکھی ہے نہ مرد کو عورت پر یہ حق دیا ہے کہ وہ اسکو ناوجب جبر کرکے گھر مین بسا دے - اور نہ عورت کو مرد پر یہ حق دیا ہے کہ وہ اس سے ناوجب آزادی اختیار کرے یا جبرًا طلاق لے لے - مرد کو ان ہی حالات مین جبرًا عورت کو گھر بسانے کا حق دیا ہے جن حالات مین عقل - انصاف اور اخلاق اسکو جبر کرنے کی اجازت دیتے ہین ایسے ہی حالات مین عورت کو مرد سے آزاد ہو جانے اور جبرًا طلاق لینے کا حق دیا ہے لہذا گورنمنٹ کو مناسب نہین کہ وہ ان مسائل اسلام مین مداخلت کرے اور عورتونکو بہرحال آزادی دے انکی وجب الجبر حالات مین بھی انکو انکے خاوندون کے گھر مین آباد ہونے پر قید کے ذریعہ سے مجبور نکرے - بلکہ از خود طلاق لینے کا حق عطا کر دے -

عقل اور قانون قدرت سے ضرورت تعدد نکاح اور طلاق اور حقوق ازواج کا اثبات

نکاح کی بنا دو قدرتی وعقلی ضرورتوں پر ہے ۔ جو انسان کے انسان اور مدنی الطبع ہونے کے مقتضیات سے ہیں ۔ ایک ضرورت حفظ شخص (اپنے آپ کو بچانا) دوسری ضرورت حفظ نوع ۔ (انسانی نسل بڑھانا) شخص سے مراد ہر ایک شخص کی اپنی ذات یا وجود ہے اور وہ جسم اور روح دونو چیز کا مجموعہ ہے جسم کی حفاظت کے لیے نکاح کی ضرورت پر یہ دلیل ہے کہ انسان میں جب وہ حد بلوغ کو پہنچتا ہے ایک ایسا فضلہ (مگر لطیف وشریف) جس کو منی یا نطفہ کہا جاتا ہے پیدا ہوتا ہے کہ جب تک وہ اس کو تقاضا طبع کے وقت بدن سے خارج نکرلے اس کی صحت کو نقصان پہنچتا ہے اور وہ اپنی جسمانی و روحانی قوتوں سے پورا کام نہیں لے سکتا ۔

نکاح (جس سے ہر مذہب وملت میں رسمادی ہو یا خود تجویزی) عورت کے ساتھ ایک خصوصیت اور مزاحمت غیر سے اسکی حفاظت پیدا ہوتی ہے) اس ضرورت کا ایک سہل الحصول سبب ہے ۔ اور اس نکاح کے بغیر ہر وقت اور ہر حالت ضرورت میں اس کام کا پورا ہونا خوف قتال یا جدال کا محل ہے چنانچہ عام زحیوانون میں اور خواص کران انسانون میں جو اسکام میں حیوانات کے اصول طبعی پر چلتے ہیں ہم اسس امر کا رات دن مشاہدہ کر رہے ہیں ۔

* ان دو ضرورتون کے علاوہ جو نکاح کی تمدنی ضروریات ہین وہ ان ہی دو کی فروعات ہین ۔

حفاظت نوع کے لیے نکاح کا ضروری ہونا بہت ظاہر ہے۔ جو لوگ یہ جسمانی ضرورت (دفع فضلہ) نکاح کے ذریعہ سے نہیں کرتے۔ بلکہ اس میں حیوانات کے اصول طبعی پر چلتے ہیں ان کے روحانی صفات (اخلاق) معدوم ہو جاتے ہیں۔ بی تمیزی بے حیائی۔ اور بے مروتی میں وہ حیوانات کے برابر۔ اور اپنے جوڑے اور نسل پر شفقت نہ کرنے کی نظر سے وہ حیوانات سے بدتر* ہو جاتے ہیں۔

حفظ نوع کے لیے نکاح کی ضرورت پر یہ دلیل ہے کہ اگر نوع انسان کو انسان بنا کر بڑھنا چاہیں تو اس کے لیے صرف نکاح ہی ایک ایسا سبب ہے جس سے نسل کے ساتھ ایک نسبی تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اور یہی نسبی تعلق ایک ایسا سبب ہے جس سے اولاد کی شائستگی سے تربیت اور انکی اخلاق کی تہذیب ہو سکتی ہے۔ جو انسانیت کے لیے لازم اور انسان و حیوان میں مابہ الفرق ہے۔

[illegible] بے تحقیق کا کوئی [illegible] قربا ہیں [illegible] شائستگی اور اخلاق کی تہذیب کا (جس سے وہ انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے) کوئی ذمہ وار ہو سکتا ہے۔

نکاح کا ان دونوں ضرورتوں (حفظ شخص اور حفظ نوع) پر مبنی ہونا مسلم یا لائق تسلیم ہوگا تو اس سے یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ جس نکاح سے یہ دونوں غرضیں یا ان میں سے کوئی ایک حاصل نہ ہو وہ کان لم یکن ہے (یعنے ایسا ہے جیسا نہوا) لہذا ایسے نکاح کو فسخ کرنا (منکوحہ عورت کو طلاق دیدینا) یا (اگر کسی مصلحت ہمدردی

*حیوانات میں بعض نر اور تمام مادے اپنے بچوں پر ان کے وقت تربیت تک انس و شفقت سے پیش آتے ہیں تتے کہ درندے وحوش اس انس سے خالی نہیں مگر بدکار انسان صورت حیوان سیرت اپنی اس نسل سے جو بازاری عورتوں کے پیٹ کا گھر میں چھوڑ جاتے ہیں کچھ انس و محبت نہیں رکھتے اسلیے وہ حیوانات سے بدتر ہیں۔

انسانی یا ایمانی سے سکو فسخ نہ کیا جائے) ایسے نکاح کی حالت قیام وموجودگی مین دوسرا نکاح (جس سے یہ دو غرضین یا ان مین سے ایک پیش نظر ہو) نہ صرف جائز بلکہ عقل وقانون قدرت کے شہادت اور انسانیت واخلاق کے اقتضا وفتوے سے واجب ولازم ہے ۔

اس سے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ان دونو غرضون کا پورا کرنا زوجین مین سے اس شخص کا قدرتی وانسانی وعقلی فرض ہے جس کی قدرت واختیار مین انکا پورا کرنا ہو ۔ اور وہ اس فرض کے پورا کرنے مین وہ بحکم عقل وقانون قدرت واخلاق مجبور ہے ۔

اس تقریر کو معترضین غور وانصاف سے پڑہین گے تو امید ہے کہ وہ اپنے تینون اعتراض واپس لے لینگے ۔ باانہمہ ہم اسپر اکتفا نہین کرتے اور باقی [illegible]

احکام اسلام نکاح اور طلاق کے متعلق اور قانون قدرت وعقل سے انکا تعلق

پہلا حکم

نکاح کرنا اس شخص کے لیے جائز یا ضروری* ہے جو جسمی طاقت اور مالی وسعت رکھتا ہو پھر جو جسمانی طاقت نہ رکھتا ہو اسکو نکاح کرنا جائز ہی نہین اور جو مالی طاقت نہ رکھتا ہو اسکو وسعت کا انتظار بہتر ہے ۔ اور بلا وسعت نکاح کر لینے مین معصیت کا اندیشہ ہے حقتعالے نے فرمایا ہے

ولیستعفف الذین لایجدون نکاحاً حتی یغنیھم اللہ من فضلہ (النور ع ۱۰)

جو لوگ نکاح (یعنے اسکی اسباب سامان نفقہ وغیرہ) نہین پاتے وہ گناہ سے بچین یہانتک کہ خدا تعالے انکو مالدار کردے یعنے جس سے وہ نکاح کر سکین ۔

اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (چنانچہ صحیح بخاری ومسلم مین آیا ہے)

* بعض حالتون مین (جبکہ معصیت و نقصان کا یقین ہو) نکاح واجب ہوجاتا ہے ۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء۔
(بخاری ص۷۵۸ ومسلم ص۴۴۹)

اے جوانون کے گروہ جو تم مین طاقت (مالی اور جسمانی) رکھے وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح آنکھہ کو نظر بد سے بند رکھتا ہے اور شرمگاہ کو فعل حرام سے بچاتا ہے اور جسکو طاقت (مالی) نہ ہو وہ روزہ رکھے وہ اسکو خصی کردے گا۔

امام نووی رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا ہے لفظ باءۃ سے جو اس حدیث

اختلف العلماء فی المراد بالباءۃ علی قولین یرجعان الی معنی واحد اصحہما المعنی اللغوی وھو الجماع فتقدیرہ من استطاع منکم الجماع لقدرتہ علی مؤنہ وھی مؤن النکاح فلیتزوج (نووی)

مین ہے مباشرت مراد ہے اور اس کی طاقت ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ اسکے بہم رسانی اسباب نکاح کے [illegible] اسکی طاقت رکھتا ہو

دوسرا حکم

نکاح سے دو غرض ومقصود پیش نظر رکہنا ضروری ہے جس سے انسانی فعل بہائم کی طبعی افعال سے ممتاز ہوسکتا ہے۔ ایک تسکین وعفت نفس۔ دوسری اولاد صالح کی طلب۔

حق جل وعلا نے فرمایا ہے خدا کی شان وقدرت سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری

ومن اٰیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ (الروم ع۲)

جنس سے جوڑے بنائے کہ اس سے تمکو تسکین[+] ہو اور تم مین محبت اور رحمت رکہدی۔

اور فرمایا تمہاری عورتین تمہاری کہیتی ہین تم اپنی کہیتی کیطرف آو جس

نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم و

کیفیت سے چاہو (یعنے تخم ریزی کرو)

+ ایک تسکین نفس سے جسم کو اور اسکے ذریعہ سے روح کو اور حفظ اخلاق سے روح کو ہوتی ہے۔

وقدموا لانفسکم (بقرہ ع ۲۸)
قیل قدموا لانفسکم یعنی طلب الولد
(معالم التنزیل ص ۹۶)

اور اس کے پہلے نیت اچھی کرلو مثلاً یہ کہ اولاد ہو اور عفت کا ثواب ملے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر بن عبداللہ کو (جبکہ غزوہ تبوک یا ذات الرقاع سے واپس ہوئے - اور نئی شادی کے سبب گھر کو جلد روانہ ہوئے -) فرمایا اے

قال رسول اللہ صلعم یا جابر الکیس الکیس یعنی الولد (بخاری ص ۷۶۹ و ص ۳۷۵ وغیرہ)

جابر عقلمندی اختیار کرنا - (یعنے اس فعل سے طلب اولاد کی نیت رکھنا)

اور آپنے فرمایا چنانچہ صحیح مسلم مین آیا ہے ہم کو اپنی (عورتون سے)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی بضع احدکم صدقة - قالوا یا رسول ایاتی احدنا شہوته ویکون له فیها اجر قال ارأیتم لو وضعها فی حرام اکان علیه فیها وزر فکذلک اذا وضعها فی الحلال کان له اجر -
(صحیح مسلم ص ۳۲۵)

مباشرت مین بھی صدقہ کا اجر ہے - کسینے پوچھا کیا ہم اپنی شہوت رانی کرتے ہین تو اس مین بھی ہمکو اجر ملتا ہے - آپنے فرمایا یہ شہوت رانی حرام محل مین ہو تو کیا اوس مین گناہ نہیں ہوتا؟ ایسا ہی اسکو ثواب ہونا چاہیے اگر وہ حلال محل مین شہوت پوری کرے -

اور آپنے فرمایا چنانچہ سنن ابوداؤد مین آیا ہے (نکاح ایسی عورت سے کرو جو محبت والی

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم (ابوداؤد ص ۲۷۹)

اور جننے والی ہو کیونکہ مین تمہاری کثرت نسل کے سبب اور امتون پر فخر کرنے والا ہون یعنے قیامت کے دن فخر کرونگا -)

یہ دو غرضین (جو مسئلہ دوم مین بیان ہوئی ہین) وہی دو ضرورتین ہین جنپر نکاح کا مبنی ہونا بحکم عقل و قانون قدرت ثابت کیا گیا ہے جس سے ناظرین خصوصاً

معترضین کو یقین ہوسکتا ہے کہ شرع کا یہ حکم مقتضائے عقل وقانون قدرت کے عین مطابق ہے ۔ ایسی ہی شرط استطاعت (جس کا بیان مسئلہ اول مین ہوا ہے) عقل و قانون قدرت کے مطابق ہے ۔

اس شرط اور ان دونون غرضون کو پیش نظر رکھکر بانی اسلام نے یہ حکم سوم دیا ہے جو ذیل مین بیان ہوتا ہے ۔

تیسرا حکم

جن لوگون کی پہلی یا دوسری یا دونو غرضین ایک نکاح سے حاصل نہ ہون (مثلاً اسوجہ سے کہ ان کی جسمانی طاقت اِسقدر ہے کہ اس طاقت کو صرف کرنے کے لیے انکو ایک عورت مکتفی نہین یا ایک عورت سے انکی اولاد نہین ہوتی ۔ یا حسب مراد نہین ہوتی ۔ اولاد کم ہے ۔ اور وہ خداداد جسمانی ومالی وسعت کے اقتضا سے زیادہ چاہتے ہین (یا اولاد [illegible] عورت [illegible] اولاد [illegible] بیکار ہو چکی ہے یا اولاد نرینہ نہین ہوتی ہے) اور ان مین مالی اور جسمانی طاقت اس قدر ہو کہ وہ ایک سے زاید عورتون کی واجبی طور سے خبر گیری کر سکین ۔ اور ان کا نفس ایسا مطمئن ہو کہ وہ اس کے ذریعہ سے متعدد ازواج کے واجبی حقوق مین عدل ومساوات کرسکین ۔ انکو جائز (یا بعض حالتون مین) ضروری ہے کہ وہ ایک سے زائد دو یا تین یا نہایت چار عورتون سے اپنی ضرورت اور طاقت اور امید استقامت کے موافق نکاح کرلین ۔

حقتعالے نے فرمایا ہے کہ اگر تم ڈرتے ہو کہ تم یتیم عورتون سے اپنے جو تمہارے نکاح مین ہین) انصاف نہین کرسکتے تو تم (انکی جگہہ) اور عورتین جو تمہین خوش لگین دو دو یا تین تین یا (نہایت

وان خفتم ان لاتقسطوا فی الیتمی فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع وان خفتم ان لاتعدلوا

فواحدة (سورۂ نساء ع ۱)

چار چار نکاح مین لاؤ - ان مین بھی تمکو یہ خوف ہو کہ تم انصاف نہ کر سکوگے تو ایک ہی رہنے دو۔

عرب کے لوگ یتیم عورتون کو جو انکی تولیت مین ہوتین صرف اُن کے

اے ان خفتم ان لا تعدلوا فی الیتمی
النساء اذا تزوجتم بھن فتزوجوا
ما طاب لکم من غیرھن اذ کان
الرجل یجد یتیمة ذات مال وجمال
فیتزوجھا ضنًّا بھا فربما اجتمع
عندہ من ھن عدد ولا یقدر علی القیام
بحقوقھن (بیضاوی ۱۷۱)

خوب صورت و مال دار ہونے کے
طمع سے (نہ ان اغراض و
ضرورتون کی نظر سے جو تعدد نکاح
کو جائز کرتی ہین) نکاح کر لیتے اور
اس طور سے ان کے پاس کئی عورتیں
جمع ہو جاتین جن کے حقوق زوجیت
وہ ادا نہ کر سکتے تب یہ آیت نازل ہوی

صحیح بخاری مین حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ یہ قول خداوندی اس شخص

عن عائشة ان رجلا کانت له یتیمة
فنکحھا وکان لھا عذق وکان
یمسکھا علیه ولم یکن لھا فی نفسه
شیء فنزلت فیه ان خفتم الخ -
(بخاری ص ۶۵۸)

کے حق مین نازل ہوا ہے - جس کی ولایت
مین یتیم لڑکی ایک باغ کی مالک تھی
وہ اس باغ کے طمع سے اسکو نکاح مین
لایا - مگر اس سے حق واجب کچھ ادا نہ
ہوتا تھا۔

عن عائشة فی قول الله ان خفتم نزلت
فی الرجل یکون له یتیمة ھو ولیھا ووارثھا
ولھا مال ولیس لھا احد یخاصم دونھا
لا ینکحھا لمالھا فیضربھا ویسیء صحبتھا
(صحیح مسلم ص ۳۲۰ جلد ۲)

صحیح مسلم مین یہ بھی آیا ہے کہ وہ مال
کے خیال سے اسکا نکاح دوسرے شخص
سے نہ کرتا اپنے ہی نکاح مین رکھتا پھر
اسکو مارتا اور برے طرح سے اسکے
ساتھ برتاؤ کرتا۔

ہیہ قول صدیقہ قول عامہ مفسرین بیضاوی وغیرہ کے مخالف نہیں جو لوگ کئی جوروں کو گھیر رکھتے وہ سبھی یہ کام کرتے اور بری اغراض پیش نظر رکھتے تھے لہٰذا ان عورتوں مین عدل نہ کرتے جس پر وہ قول خداوندی نازل ہوا۔

اس آیت مین صرف ایک شرط عدل کا ذکر اسلیے ہوا ہے کہ اس آیت کے موقع نزول پر اسی عدل سے سوال اور اس کا خوف پیدا ہوا تھا۔ باقی دو شرطون اور ضرورتون مذکورہ بالا سے اس لیے تعرض نہیں ہوا کہ ان کا ذکر دوسری آیات و احادیث مین ہو چکا ہے۔ اس آیت مین ان شرطون یا ضرورتون کے مذکور نہ ہونے سے کوئی ان کا واجب اللحاظ نہ ہونا استنباط کرے تو یہ اس کی غلطی ہے۔ اور ان آیات و احادیث سے (جو مسئلہ دوم و سوم کی ذیل مین بیان ہوئی ہین) غفلت و مخالفت۔

اس مقام مین اس امر کا بیان بھی ضروری ہے کہ عدل مشروط اس حکم مین نفقہ۔ نوبت۔ تقسیم اوقات۔ حسن معاشرت۔ ملاطفت۔ وغیرہ اختیاری افعال مین مساوات ہے۔ دلی محبت اور اس کے نتیجہ کیفیت یا مقدار مباشرت مین مساوات مراد نہیں ہے۔

اسپر دلیل خدا تعالےٰ کا یہ قول ہے کہ تم عورتون مین برابری دینے

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء و لو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقہ وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفورًا رحیمًا (سورۃ نساء ع ۱۶)

(ہر امر مباشرت۔ محبت وغیرہ مین) ہرگز نہ کر سکوگے اگرچہ اسکی حرص کرو پر ایسا ہی نہ کرنا کہ بالکل ہی ایک عورت کی طرف جھک پڑو اور دوسری کو ایسی چھوڑ رکھو جیسی ادھر مین لٹکتی تم سنورتے رہو گے (جہانتک کہ تمہارا اختیار ہو)

اور خدا سے ڈرتے رہو تو خدا (تمہارے غیر اختیاری نا برابری کو) معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل کہ آپ اپنے ازواج مطہرات مین حضرت عائشہ صدیقہ سے زیادہ محبت رکھتے اور اپنی آخری بیماری کے ایام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر مین بسر کیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حضرت عائشہ صدیقہ کو حضرت حفصہ سے زیادہ تر محبوب جناب نبوی کہا۔ جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلیم کیا اور اس پر تبسم فرمایا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے اور اس سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ ایک بیوی سے دوسری کی نسبت زیادہ محبت رکھنا جائز ہے

ثم قلت یا رسول اللہ لو رأیتنی ودخلت علی حفصة فقلت لها لا تغرنك ان كانت جارتك اوضأ منك واحب الى النبي صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یرید عائشة فتبسم النبي صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری صـ ۷۸۲)

یہ حدیث بھی صحیح بخاری مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری بیماری مین ازواج مطہرات سے پوچھتے کہ کل کو مین کہان رہونگا جس سے آپکا مقصود یہ تھا کہ عائشہ کا دن ہو۔ ازواج نے آپ کی مرضی پاکر اجازت دی کہ جہان آپ چاہین وہان رہین تب آنحضرت نے عائشہ صدیقہ کے گھر مین رہنا پسند کیا اور وہین انتقال فرمایا۔

عن عائشة ان رسول اللہ كان يسئل فی مرضه الذی مات فيه این انا غدًا این انا غدًا یرید یوم عائشة فاذن له ازواجه یکون حیث شاء فكان فی بیت عائشة حتی مات (بخاری صـ ۷۸۵)

یہی فعل (میلان قلب و زیادہ حب) ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری میں عذر کیا تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم میں عدل کرتے اور یہ فرماتے کہ اے خدا یہ تقسیم میری ان امور میں ہے جو میرے

> عن عائشۃ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقسم فیعدل فیقول اللھم ھذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا املک
>
> (اصحاب السنن الاربعۃ وغیرہ)

اختیار میں ہیں (یعنے نوبت نفقہ وغیرہ) پھر تو مجھے اس امر کی تقسیم میں جو تیرے اختیار میں ہے نہ میرے۔ برابری نکرنے کے سبب ملامت نکریو۔

اس حدیث کو ابن حبان و حاکم نے صحیح کہا ہے اور ترمذی وغیرہ کو گو اس کے موصول ہونے میں کلام ہے مگر وہ کلام ہمارے مدعا کو ضرر رسان نہیں ہے۔ ہمارا اعتماد اس باب میں بخاری کی حدیث پر ہے جس میں حضرت عائشہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ محبت رکھنا ثابت ہو۔ یہ حدیث صرف اس حدیث کی تائید و شہادت میں پیش کی گئی ہے۔ لہذا اس حدیث میں کسی قسم کا کلام اگر لایق اعتماد ہو ہمارے مدعا کو توڑ نہیں سکتا ایسا ہی جو اس حدیث کے سمجھنے میں اسوقت کو بعض ریفارمرون نے کلام کیا ہے کہ اس میں لفظ لا تملک سے محبت مراد نہیں ہو سکتی وغیرہ وغیرہ وہ بھی ہمارے مدعا کا مصادم نہیں ہو سکتا کیونکہ بخاری کی حدیث میں محبت کی زیادتی پر تصریح ہے جسمیں کسی تاویل و تسویل کی گنجائش نہیں ہے۔

یہی معنے عدل کے (جو قول خداوندی اور فعل و قول نبوی سے ثابت ہیں) بحکم عقل و شہادت قانون قدرت۔ اس حکم میں مراد ہو سکتے ہیں۔ اور دلی محبت اور اسکے نتیجہ میں مساوات کا مراد ہونا نہ بحکم عقل جائز ہے نہ بشہادت قانون قدرت ممکن

بلا اختلاف مشاہدہ مین آتا ہے اور کس و ناکس اسکا وجدانی تجربہ رکھتا ہے کہ دو چیزون مین سے (عورتین ہون خواہ اولاد ـ یا گھوڑے یا گدہے وغیرہ) ایک کو کسی صفت (صورت یا سیرت وغیرہ) مین دوسرے پر مزیت یا فوقیت ہو تو وہ اس دوسرے کی نسبت بالطبع زیادہ تر مرغوب اور بیشتر محبوب ہوتی ہے ـ اور عقل بہی اسی کو ترجیح دینا پسند کرتی ہے ـ اور ترجیح مرجوح کو جائز نہین رکھتی ـ

اور یہ امر بہی عموماً مشاہدہ مین آتا ہے کہ متعدد عورتون سے (جو لوگون کے نکاح مین آتی ہین) سبہی جملہ صفات مین مساوی نہین ہوتین ـ صورت یا سیرت یا شباب ـ یا اخلاق یا عقل وغیرہ صفات مین متفاوت ہوتی ہین ـ

اس اصول عقلی وقدرتی اور اس امر واقعی (دوقو) کیطرف نظر کرنے سے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ کئی بیویون کے خاوند کا خواہ وہ کیساہی بے نفس و [illegible] صفات اتم یا اکثر پائی جاتی ہون زیادہ میلان کرنا ـ اور اس کو کم صفات یا مفقود الاوصاف بیویون کی نسبت بڑہکر دوست رکہنا ـ ایک لازمی امر ہے ـ اور اس کا خلاف میلان و محبت مین مساواۃ اسکی طاقت انسانی سے خارج ہے پہر کیونکر ممکن ہے کہ ایسے مساوات اوسپر واجب ہو اور خداوند تقدس وتعالے کی (جس نے اپنی کلام پاک مین صاف فرمایا ہے کہ وہ کسی جی کو ایسے کام کرنے کی تکلیف نہین

> لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا
> (سورۂ بقرہ ع ۴۰)

دیتا جو اوس کی وسعت سے خارج ہو) حکم مذکور مین عدل سے ایسے ناممکن الوقوع مساواۃ مراد ہو ـ

یہی وجہ ہے کہ زمانہ نزول حکم مذکور سے اسوقت تک کے علماء اسلام اس حکم کے یہی معنے سمجھے ہین جو ہمنے بیان کیے ہین اور دلی محبت اور اسکی نتیجہ مین مساواۃ

کے معنی بجز اس وقت کے بعض ریفارمرون کے کسی کے خیال مین نہین آئے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر مین (جس پر اسوقت کے ریفارمرون کا بڑا اعتماد ہی)

فیه قولان الاول لن تقدروا علی التسویة بینهن فی میل الطباع واذا لم تقدروا علیه لم تکونوا مکلفین به - الثانی لا تستطیعون التسویة بین الاقوال والافعال - لان التفاوت فی الحب یوجب التفاوت فی النتائج الحب لان الفعل بدون الداعی او مع قیام الصارف محال فلا تمیلوا کل المیل والمعنی انکم لستم منهیین عن حصول التفاوت فی المیل القلبی لان ذلک خارج عن وسعکم ولکنکم منهیون عن اظهار ذلک التفاوت فی القول والفعل - روی الشافعی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه کان یقسم ویقول هذا قسمی فیما املک وانت تعلم بما لا املک

(تفسیر کبیر ۳ جلد)

فرمایا ہے۔ کہ اس قول خداوندی کے "کہ تم عدل نہ کرسکوگے" معنے مین دو قول ہین۔ ایک یہ کہ میلان طبع مین برابری کی تم قدرت نہین رکھتے۔ لہذا اس میلان مین مساواۃ کی تم کو تکلیف نہین دی گئی **دوسرا** یہ کہ تم مین تمام افعال واقوال مین مساواۃ کی طاقت نہین۔ کیونکہ محبت مین تفاوت اس کے نتائج (افعال واقوال) مین تفاوت کی موجب ہوتی ہے۔ اور وہ فعل جسکا سبب موجود نہ ہو یا مانع موجود ہو وجود مین آنا محال ہے۔ پھر خداوندتعالے نے فرمایا کہ تم بالکل ہی جھک نہ پڑنا اس کے معنے یہ ہین کہ تم کو میلان طبع مین کمی بیشی سے منع نہین کیا گیا۔ کیونکہ اس سے بچنا تمہاری طاقت سے خارج ہے تمکو اس امر کی ممانعت ہو کہ اس تفاوت کا اپنے قول یا فعل سے اظہار کرو یعنے سونے بیٹھنے اٹھنے مین ایک ہی کے ہو رہو

امام شافعی نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (نوبت نفقہ مین) تقسیم کرتے اور یہ فرماتے۔ اے خدا یہ میری ان امور مین تقسیم ہے جنکا مجھے اختیار ہے اور تو جانتا ہے جس کی تقسیم مین مساواۃ کا مجھے اختیار نہین ہے۔"

تفسیر بیضاوی مین ہے کہ اس قول خداوندی کی کہ تم پورا عدل ہرگز نہ کرسکوگے یہ وجہ ہے کہ پورا اور حقیقی عدل تو یہ ہے کہ کسی قسم کا میلان کسی عورت کیطرف نہ ہو۔ اور یہ امر محال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج مین (نوبت ونفقہ مین) تقسیم کرتے اور یہ فرماتے اے خدا یہ میری اس امر مین تقسیم ہے جسکا مین مالک ہون۔ پہر تو مجھے اس امر کی تقسیم مین مواخذہ نہ کریو جسکا مالک تو ہے مین نہین ہون۔ بالکل جھک پڑنا یہ ہے کہ جسقدر تقسیم ہوسکے وہ بہی ترک کردین اور جس کیطرف رغبت نہ ہو اوسپر ظلم کرین اسی لیے اسلیے منع کردیا ہے کہ جو چیز سب کی سب ہاتھہ نہ آوے وہ سبہی چھوڑی نہین جاتی۔

لان العدل ان لا یقع میل البتۃ و ھو متعذر و لذا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقسم بین نسائہ فیعدل و یقول ھذا قسمی فیما املک فلا تاخذنی بما تملک ولا املک - فلا تمیلوا کل المیل بترک المستطاع والجور علی المرغوب عنھا فان ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ -
(بیضاوی ص۲۵ ج۱)

ایسا ہی **معالم التنزیل** وغیرہ تفاسیر مین ہے۔ اور اسکا خلاف ہمنے پرانی تفسیر ون مین کہین نہین دیکہا۔ **اسوقت کے** دو از ایل **ریفارمرون** نے اس شرط عدل کے بیان مین خامہ فرسای کی ہے تو تحقیق وتدقیق کی راہ اختیار نہین فرمائی **ایک صاحب نے** تو تحقیق سے بالکل ہی کام نہین لیا اور ایک طولانی (مگر لاطائل) بحث سے زعم خود یہ ثابت کیا ہے کہ عدل سے مراد اس **حکم** مین کل الوجوہ مسلمان

طمع ومحبت وغیرہ مین) مساواۃ مراد ہے اور معہذا ایسے بہی تسلیم کر لیا ہے کہ اس معنے کر مساواۃ انسانی طاقت سی خارج ہے اور یہ غور نہین کیا اور نہ اوس کے **سوال کا کچہ جواب** دیا ہی کہ اس صورت مین خدا تعالے کا تعدد ازواج کی اجازت دینا (جو بعض تمدنی صورتون اور خاص حالتون مین آپ کے نزدیک بہی مسلم ہے) اور اس اجازت کو ایک ایسی شرط سی جو محال اور انسانی طاقت سے خارج ہے مشروط و مقید کرنا کیا معنے رکہتا ہے اور ایسی اجازت سی (جسکی شرط کا وجود محال ہو) فائدہ کیا نکلتا ہے۔

خدا ے حکیم کی شان کو یہ کب مناسب ہے کہ وہ ایک امر کی اجازت دے پہر اسکو ایک ایسی شرط سی جسکا وجود محال ہو مقید و مشروط کر دے۔ جیسے کوئی نادان کسیکو دریا مین [illegible] تر نہ کری

بحث عدل کے خاتمہ پر آپ کا یہ کہنا کہ تعدد ازواج کی اجازت اُسوقت ہی کہ حسب مقتضاے طبیعت انسانی وضروریات تمدنی کے عقل و اخلاق وتمدن اس کی اجازت دے اور خوف عدل باقی نرہے (جس سے آپکی مراد شاید یہ ہے کہ محل عدل باقی نرہے۔ پہلی عورت مر جاے یا بیکار ہو جاے چنانچہ اس سے پیشتر اسپر اپنے مضمون کی تصریح کی ہے) اس سے وہ سوال اُٹھ نہین سکتا بلکہ اور پختہ ہوتا ہے کیونکہ اسمین صاف اعتراف پایا جاتا ہے کہ جب تک پہلی عورت موجود اور کار آمد ہو دوسری عورت کے ساتہہ عدل ناممکن ہے۔ پہر تعدد ازواج کی اجازت کیا معنے رکہتی ہے

دوسرے صاحب اپنی تجویزی معنے عدل پر اس سوال کا وارد ہونا سمجہ گئے ہین اور وہ اس سے بچنے کے لیے یہ مسلک اختیار کیے ہین۔ کہ یہ آیت جس مین عدل کی قید لگائی گئی ہے از قسم نواہی ہے نہ از قسم اوامر یعنے اس سے مقصود تعدد نکاح سے روکنا ہے نہ اوسکی اجازت دینا۔

آپ فرماتے ہین "آیت تحلیل تعدد ازدواج" (شاید یہ لفظ ہوے سے آپ کی قلم سے نکل گیا ہے آپ اپنے اصل مقصود کو پیش نظر رکھتے تو اس آیت کو آیۃ تحریم تعدد ازدواج کہتے) کے پہلی جزو سے اذن مطلق مفہوم ہوتا ہے مگر دوسرا جزو پہلی جزو کی شرط واقع ہے اور فرائض ضروری کے قبیل سے ہے - پس جب شخص جزو ثانی اور اسکی لوازم کی تعمیل نہ کرے تو بمفاد اذا فات الشرط فات المشروط - اوس نے یہ فعل یقیناً خلاف اسلام کیا - اور خدا تعالے کا گنہگار ہوا - پس بہر کیف حکم تعدد ازدواج کو از قبیل نواہی سمجھنا چاہیے نہ از قبیل اوامر" اور اس سے تھوڑا سا پہلے فرما چکے ہین "جس آیت سے اذن مفہوم ہوتا ہے فی الواقع اس آیت سے انتفا اور کالعدم ہونا ہی لازم آتا ہے"

اس تقدیر و تقریر پر بے شک وہ سوال تو وارد نہین ہوتا مگر اس سے بڑھکر اور سخت تر ایک سوال اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس صورت مین تعدد ازدواج کو صاف اور صریح الفاظ - اور کہلے پیرایہ مین حرام و ممنوع کہنا مناسب تہا جس کو قرآن کی مخاطبین سے کس و ناکس جو اس تعدد ازدواج مین مبتلا تہی (خصوصاً عرب کے اونٹ بکریان چرانے والے) بخوبی سمجھ سکتے - نہ ایسے لفظ سے جس کے معنے مراد کو بجز آپ دو صاحبون کے آجتک کسی نے نہین سمجھا - اور ایسے پیرایہ مین جسکو آپ دو مین سے بہی صرف ایک صاحب نے سمجھا ہے -

خدا تعالے حکیم اور ہادی ہے اور قرآن فصاحت و بلاغت مین معجز ہے پہر کیا خدا کی ہدایت و حکمت اور قرآن کی فصاحت و بلاغت کا یہی مقتضا ہے کہ ان کا مطلب تو تحریم تعدد ازدواج ہو مگر اس مطلب کو وہ اس قسم کی صریح پیرایہ مین کہ تم پر ایک عورت سے زائد حرام ہین یا تم کو ایک وقت مین دو عورتون کا نکاح مین رکہنا جائز نہین ہے ادا نہ کرین بلکہ اس پیرایہ مین کرین کہ اس تحریم کی ضد تحلیل ازدواج کو ایک ایسی شرط (عدل) سے مشروط و مقید کر دین جسکا محال ہونا

مخاطبین سے بجز دو شخصون کے کسی کے خیال مین نہ آوے سبھی اوسکو جائز الوقوع اور ممکن سمجھین۔ و بنائً علیہ وہ اس بیان سے تعدد نکاح کا جواز استنباط کرین۔ (چنانچہ ایسا ہی وقوع مین آیا ہے عام مسلمانون نے اس آیۃ کو جو آپ کے نزدیک دلیل تحریم اور از قبیل نواہی ہے۔ دلیل تحلیل تعدد ازواج اور از قسم اوامر سمجھ لیا۔

اس پیرایہ بیان سے (اگر اس سے مقصود خداوندی تحریم تعدد ازواج قرار دیا جائے) خدا کی ہدایت اور حکمت اور قرآن کی فصاحت و بلاغت کو بٹہ لگتا ہے جس سے خدائے مقدس اور اسکا کلام پاک و منزہ ہے

دوسرا اعتراض یہ کہ اس صورت مین جواز تعدد نکاح پر جسکو آپ لوگون نے بعض خاص حالتون مین مسلم رکھا ہے۔ اپ لوگون کے ہاتھ مین کوئی شرعی دلیل نہین رہی۔ قرآن مین صرف یہی ایک آیۃ ہی جس سے تعدد ازواج کا جواز بشروطہٖ ثابت ہوسکتا ہے اور اسکو آپنے دلیل حرمت ٹھرایا ہے۔ اور احادیث نبویہ پر جو اس باب مین مین آپ لوگون کا اعتماد نہین ہے۔ رہے تو ان مین آپ کے شروط جواز کی تفصیل نہین ہے لہذا وہ اپ لوگون کے مدعا کی دلیل نہین ہو سکتین۔ پھر آپ لوگون کے ہاتھ مین نقلی دلیل جواز تعدد نکاح کونسی ہے ؟

٭ اصل عبارت جناب یہہ ہے۔ "یہ بات ناظرین کے ذہن نشین رہے کہ تعدد ازدواج مصالح وقت پر موقوف ہے بعض زمانون مین اور بعض حالات مخصوصہ تمدن مین یہ رسم عورتون کو فاقہ کشی اور ہلاکت سے بچانے کے لیے ضروری و لابدی ہو جاتا ہے یہ ایک امر واقعی ہے۔ لہذا اس سے چشم پوشی نہین ہوسکتی"

اس تحقیق و تدقیق سے ثابت ہوا - کہ عدل سے مراد اس حکم مین ظاہری اور اختیاری امور (نوبت ونفقہ) مین مساوات ہے - نہ باطنی وغیر اختیاری امور (محبت دلی وفعل خاص) مین مساوات - اور اس مراد کے ساتھہ یہ حکم سوم عقل وقانون قدرت وانسانی طبیعت کے عین مطابق ہے - اور ان ضرورتون کی نظر سے جو تعدد نکاح کے لیے بیان ہوئی ہین یہ تعدد نہ صرف جائز بلکہ لازم ہے -

ان مسائل واحکام ثلثہ کو قید قلم مین لانے کے بعد ہمنے امۃ محمدیہ کے ایک روحانی حکیم حضرت **شاہ ولی اللہ** دہلوی قدس سرہ کی کتاب **حجۃ اللہ البالغہ** کو (واقعی اسم بامسمے ہے) ملاحظہ کیا تو اس مین بہی اپنی تفصیل کا اجمال پایا - اور اس توارد وتوافق پر خدائے تعالے کا شکر ادا کیا - اس مقام مین **اس کتاب کی عبارت کا نقل** کردینا ضروری ہے - کیونکہ ہم کو اپنے بعض ہمعصرون خصوصًا (عیسائی [illegible] سے [illegible] کہ وہ ہم کو بیان شروط تعدد نکاح مین متفرد قرار دیگی اور اس سے یہ نتیجہ نکال لینگے کہ ہمنے تعدد نکاح کو شروط لگا کر مٹا دیا یا بہت محدود کر دیا ہے -

اب بہی وہ ہمپر یہ الزام لگانا چاہین تو پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا کلام بلاغت نظام کسی سے پڑہوا کر سن لین اسکے بعد جو کہنا ہو سو کہین **حضرت** ممدوح فرماتے ہین منجملہ ان امور کے جن سے ناجائز عورتون کے نکاح کی حرمت ثابت ہوتی ہے

ومنها العدد الذی لا یمکن الاحسان الیه فی العشرة الزوجیة فان الناس کثیرا ما یرغبون فی جمال النساء ویتزوجون منهن ذوات عدد ویستاثرون منها حظیة و

ایک وہ تعداد ہے جسمین معاشرت مین خوبی ناممکن ہے - کیونکہ اکثر لوگ عورتون کی خوبصورتی مین راغب ہوتے ہین اور کئی عورتون سے نکاح کرلیتے ہین پہر ان مین سے اس عورت کو جس سے انکو

يتركون الأخرى كالمعلقة فلا هي
مزوجة حظية تقر عينها ولا هي
ايم يكون امرها بيدها ولا يمكن
ان يضيق في ذلك كل تضييق فان
من الناس لا يحصن فرجه واحدة و
اعظم المقاصد التناسل والرجل
يكفي بتلقيح عدد كثير من النساء
وايضا فالاكثار من النساء شيمة
الرجال وربما يحصل به المباهاة
فقدر الشارع باربع وذلك ان
الاربع عدد يمكن صاحبه
ان يرجع الى كل واحدة
بعد ثلث ليال وما دون ليلة لا
يفيد فائدة القسم ولا يقال في ذلك
بات عندها وثلث اول حد كثرة
وما فوقها زيادة الكثرة وكان للنبي
صلى الله عليه وسلم ان ينكح ما شاء
وذلك لان ضرب هذا الحد انما
هو لدفع مفسدة غالبية دائرة
على مظنة لا لدفع مفسدة عينية
حقيقة والنبي صلى الله عليه وسلم

حظ حاصل ہوتا ہے سنبھال بیٹھتی ہین اور
دوسریون کو ادھر ہی چھوڑ رکھتے ہین
پیرنہ تو وہ شوہر والی ہوتی ہین جس سے
انکی آنکھہ کو ٹھنڈک پہنچے اور نہ رانڈ
کہلاتی ہین کہ وہ اپنا نکاح دوسرے
سے کرلین اسباب مین یہ بھی ممکن
نہین ہے کہ ہر ایک کو ایک ہی جورو
رکھنے کے حکم دین۔ اور اس دائرہ
کو ہر طرح سے تنگ کردین۔ کیونکہ
بہت لوگ ایسے رقوی و توانا ہین
[illegible] ی کے لیے ایک
عورت کافی نہین ہوتی۔ اور نیز نکاح کے
بڑے مقاصد (اغراض) سے نسل
بڑہانا بھی ہے۔ اور ایک مرد کئی عورتون ملے
سے نسل لینے کے لیے کافی ہوتا ہے
عورتون کی کثرت مردون کی ایک طبعی
صفت بھی ہے مگر اس مین کبھی انسان
حد تفاخر کو پہنچ جاتا ہے (جو بلحاظ اخلاق
مذموم ہے) اسلیے بانی اسلام نے اس
کثرت کی حد چار عورتون سے مقرر کردی ہے
اوسکی وجہ (ایک یہ) ہے کہ کثیر الازواج

قد عرف المظنة فلا حاجة له فی المظنة وهو مامون فی طاعة الله وامتثال امره دون سائر الناس۔
حجة الله البالغة صفحہ ۳۲

مرد تیسری شب کے بعد تو ایک عورت کے پاس شب باشی کرے۔ سالم رات سے کم مین تقسیم کا کچھ فائدہ نہین ہوتا۔ اس صورت مین یہ نہین کہا جاتا کہ وہ کسی عورت کے پاس رات رہا۔ تین کا عدد کثرت کی پہلی حد ہے اور اس سے اوپر جو ایک ہو کثرت مین زیادتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار رہتا کہ جسقدر چاہین نکاح کرین اسکی وجہ یہ ہے کہ حد کا مقرر کرنا مفاسد (ظلم و نامساوات یا اور مفاسد جو عورتون جانب سے ہون) کو روکنے کے لیے ہے جنکا وقوع غالبًا مظنون ومحتمل ہوتا ہے نہ ایسے مفاسد کو روکنے کے لیے جو ہر ایک محل مین دم نقد اور یقینًا موجود ہون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ ظاہری اپنے حالات و علامات کا علم تھا [illegible] ضرورت نہ تھی وہ خدا کی اطاعت اور امتثال حکم مین با امن ہی تھے اور لوگ اسمین مامون نہ تھے لہذا انکے لیے بنا بر ظن و احتمال مفاسد سے ایک روک ضروری تھی۔ نہ آپ کے لیے۔

اس **کلام** مین حضرت شاہ صاحب کے ہمارے بیان کی پوری تائید ہے اور علاوہ برین ان اعتراضات کے **جواب** بھی موجود ہین جو مخالفین اسلام اس حکم سوم پر وارد کرتے ہین از انجملہ **ایک** یہ اعتراض کہ اگر تعدد نکاح کی اجازت ایک عورت سے اغراض نکاح پورے نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ تو پھر اس تعدد کا انحصار چار عورتون مین کیون ہوا۔ **جس شخص** کے اغراض چار عورتون سے پورے نہ ہون اسکو پانچ عورتون سے نکاح کی اجازت کیون نہین ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے۔ اگر چار کا عدد کوئی معنے اور وجہ انحصار رکھتا

ہے۔ تو پیغمبر اسلام نے چار سے زیادہ عورتون سے کیون نکاح کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے ان اعتراضات کے جو جواب دیے ہین وہ کسیقدر تفصیل وزیادت طلب ہین ہم اس تفصیل وزیادت کے ساتھہ ان جوابات کی تقریر کرتے ہین۔

پہلے اعتراض کا جواب

مردون مین بہت سی لوگ ایسے ضعیف الجسم والقوے ہین کہ وہ ایک عورت کے لائق بہی نہین ہوتے۔ ان لوگون کے لیے اللہ تعالے نے ایک عورت کی بہی اجازت نہین دی (چنانچہ مسئلہ اول مین بیان ہوا ہے) اور بہت ایسے ہین جو صرف ایک عورت کو نبہا سکتے ہین اون کے لیے ایک ہی عورت متعین ہے (جیسا کہ حکم سوم سے ثابت ہے) بعض کثیر ایسے ہین جو ایک عورت سے اپنی اغراض کو پورا نہین کرسکتے۔ ان کیلیے تعدد ازواج جائز ہے۔ نکاح کی غرضین (جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے) دو ہین۔ حفظ شخص [1] حفظ نوع [2]۔

دوسری غرض کا ایک عورت سے کسی شخص کو حاصل نہ ہونا (یعنے اسی مطلق اولاد۔ یا اولاد نرینہ کا پیدا نہ ہونا) کس وناکس کو معلوم ہوسکتا ہے۔ اور اوسپر یہ گمان یا ظن کہ اولاد نہ ہونے کا سبب اوسی کی ذات مین موجود ہے۔ تاوقتیکہ متعدد محلون مین اُسکا امتحان نہو ہو نہین سکتا۔ لہذا ایک عورت سے اوسکی اولاد نہ ہو تو دوسرے نکاح کی دوسری سے بہی نہ ہو تو تیسری کی تیسری سے بہی نہ ہو تو چوتہی کی اجازت اس کے لیے صریح انصاف ہے چار سے اوپر باوجود پورے نہ ہونے اس غرض کے اسلیے اجازت نہین دی گئی۔ کہ اس عدد کے بعد یہ یقین یا غلبہ ظن پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہان جو قصور ہے میان ہی کی طرف سے ہے۔ بیویان بے قصور ہین۔ میان کے نطفہ مین تولید کی قوت نہین ہے۔ ہر تو ایسی مغلوب

ہے جسپر محل کی قوت غلبہ رکھتی ہو۔ اسلئیے اولاد نہین ہوتی ہو تو نرینہ نہین ہوتی اس نطفہ سی پانچوین یا چھٹی محل مین بہی اسی نتیجہ کی امید ہو۔ اسمین داخلی یا خارجی اسباب سی وہ قوت پیدا ہوگی۔ تو موجودہ محلون سے ہی وہ غرض پوری ہوجائیگی۔ اس یقین یا غلبہ ظن کے حصول کیوجہ یہ ہی کہ تین کثرت کی اول حد ہو اور چوتھی کی اجازت سو اس کثرت پر یہ بہی زیادتی ہوئی۔ چہارم محل مین بہی اس نطفہ کی بیکاری ثابت ہوئی تو آیندہ کسی اور محل مین اسکے امتحان کی ضرورت باقی نرہے ممتحن اور حاکم کا حق تو یہ ہے کہ جو شخص تین دفعہ کسی امتحان مین فیل ہو جاوے یا تین دفعہ کوئی خطا کرے وہ پہر اس امتحان مین شامل نہ کیا جاوے اور اسکی خطا معاف نہو مگر شارع اسلام رحیم وکریم ممتحن و حاکم ہے اسنے تین دفعہ کے فیل شدہ امیدوار کو اسکے حق سی بڑہکر ایک دفعہ اور بہی امتحان دینے کا اختیار دیا اس مین بہی وہ فیل ہوا تو اسکو کوئی عذر وسوال کا موقع نرہا علاوہ برین چار سے زیادہ عورتون کی اجازت نہین عموماً [illegible] شخص کے محل تہمت ہونے کا اندیشہ ہی جسکا بیان بحث متعلق غرض اول مین عنقریب آتا ہے۔

پہلی غرض کا ایکعورت سی پورا نہو محل اشتباہ اور مظنہ کذب و تہمت ہے۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ ایک شخص اپنی حاجت ایک ہی عورت سی پوری کرسکتا ہو۔ اور پہر وہ صرف حسن پرستی اور نفس پروری سے متعدد نکاح کرنا چاہتا ہو۔ اور یہ بہی ممکن ہے کہ اسکی حاجت ایکعورت سی پوری نہوتی ہو لہذا اس غرض کے طالبون کے لیے ایک ایسی تحدید نہایت ضروری تھی جس سے شہوت پرست بڑہ نسکے اور حاجتمند کو تنگی نہ پہنچے اس تحدید کے لیے بہی وہی چار کا عدد اسیوجہ سی اختیار کیا گیا کہ تین کثرت کی اول حد ہے۔ اور چوتھی اوسپر زیادت ہی جسکے بعد جہوٹے اور حیلہ ساز کو سوال کیجگہ نہین رہتی۔ اور سچے حاجتمند کی حاجت بہی اس عدد سی کافی طور پر پوری ہو سکتی ہو۔

مگر اگرچہ عموماً عورتون سے قوی جسمانی وشہوانی مین بڑہکر ہوتے ہین اور اسپر تعدد نکاح کے جواز کی بنا ئے ہے۔ مگر یہ زیادت عموماً چار گونہ سی زائد نہین ہوتی بلکہ

[*] یہ بات تجربہ طبی اور دلیل عقلی سی ثابت ہو۔ کہ اولاد کا نرینہ ہونا مرد کی منی کے غلبہ قوت پر موقوف ہے۔ رحم کی رطوبت یا بیضون کو اجزا نطفہ مرد کے ساتھ ملکر ایسی خبر و جنین بنتی ہے جیسے تخم زرعت کو ساتھ ملکر اجزا زمین جز زرعت کو اسکے ڈاکٹر منی نکہیں غلبہ ہوگا تو اولاد نرینہ ہوگی ایسا ہی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے چنانچہ صحیح مسلم مین آیا ہے فاذا اجتمعا فعلا منی الرجل منی المراۃ اذکرا باذن اللہ واذا علا منی المراۃ منی الرجل انثا باذن اللہ۔

ہم اکثری تجربہ و مشاہدہ کے بھروسہ پر کہہ سکتے ہین کہ چار گونہ نسبت اس زیادتی کی آخری
حد ہے۔ ہمارا یہ دعوی نہین ہے کہ ہر ایک قوی مرد ہر ایک ضعیف عورت سے یہی
نسبت رکھتا ہے جسکو مقابلہ مین کوئی یہ دعوی پیش کرے کہ بعض عورتون سے بعض مرد دس
حصہ زیادہ قوت رکھتے ہین ہمارا دعوی صرف یہ ہے کہ دونو جانب مین اکثریت کا
لحاظ ہو تو اس نسبت سے بڑھ کر زیادت نہ نکلیگی و بنا برعلیہ ایسا مرد غالباً کوئی نہ ہوگا۔
جس کو قوت شہوانی صرف کرنے کے لیے ایک وقت مین کوئی چار عورتین
کافی نہ ہون*۔

قوی سے قوی مرد نکاح کرنا چاہے تو اس حکم شریعت کے مطابق جسکا ذکر عنقریب ہوگا
عورت کو اچھی طرح دیکھ کر قوی و توانا اور اپنے جوڑ کے موافق پاکر نکاح کرے
اس عورت کو حمل و رضاعت وغیرہ خارجی و داخلی اسباب ضعیف کردین اور
اوس کی تحمل کے لائق نہ رہنے دین تو پھر پہلی کے بعد دوسری قوی و توانا عورت
سے نکاح کرے۔ وہ بھی اس کے متحمل نہ ہو سکے تو پھر اس سے بڑھکر تیسری نکاح کرے
علی ہذا القیاس چوتھی سے جب وہ اس کوشش و تگ و دو کے ساتھ کثرت کی اول حد سے بھی

* بہتیری سلاطین اسلام نے (جنکو ننگ اسلام کہا جائے تو نہایت مناسب ہے)
جو صدہا عورتین گھیسر رکھین تھین اسکی وجہ یہ نہ تھی کہ چار عورتین ان کے
لیے کافی نہ ہوتین۔ بلکہ اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ اسلامی بلکہ انسانی
اصول کی پابندی سے بھی خارج ہو گئے تھے۔ اور حیوانات کی طرح جس مادہ کو پسند
کرتے اس سے صحبت ہو جاتے پھر اسکو حرم سرا مین داخل کرکے دوسری نظر منظور
کی طرف متوجہ ہوتے اسیطرح گلہ جمع ہو جاتا جو غیرون کے کام آتا۔ ان بہائم
سیرت انسان صورت افراد کا فعل اسلامی قواعد پر اعتراض کا موجب
نہین ہو سکتا۔

متجاوز ہوجائے گا۔ اور چار کا شوہر کہلائے گا تو غالباً اِس کا کام ہی تمام ہوجائے گا۔ اور
اگر کوئی ایسا ہی چہپا رستم نکل آئے جو چار قوی و توانا عورتون کا کام تمام کرکے بہی خود
ناکام رہے تو اسکی حاجت روائی کے لیے پانچوین یا چہٹی عورت کے اجازت دینے
کی نسبت کم مضرت وسہل العمل یہ تدبیر ہے۔ کہ وہ پہلی چار اسامیون کو پنشن دیکر
یکے بعد دیگرے یا یکبارگی (جیسے ضرورت وموقع ہو) ریٹائر کردے اور اون کی جگہہ
چار اور (یکے بعد دیگرے یا یکبارگی) بہرتی کرلے۔ انکو بہی وہ چہپا رستم ہرادے
تو ان کو چہوڑ کر چار اور کرلے وعلی ہذا القیاس۔

ایسے شخص مفروض الوجود والصفات کو چار کی موجودگی مین پانچوین کی اجازت
دیجائے تو اس مین گو اس خاص شخص کے لیے کوئی نقصان نہین بلکہ فائدہ ہے مگر اس
سے ضرر عام کا اندیشہ ہے اس سے وہ حصر (جو بنظر اکثر اشخاص کافی ومناسب ہے) ٹوٹ
جائے گا۔ اور دیندار بدمعاشون وعیاشون کو ایک حیلہ وبہانہ ہاتھ آجائے گا۔ وہ اس
بہانہ سے بہت سی عورتون کو گہیر لینگے اور مخلوق خدا کی حق تلفی کرین گے۔

چار کی تحدید وحصر مین **عورتون کی محافظت** حق کا بہی لحاظ اور یہ مقصود ہے
کہ ہر ایک عورت کو جو کثیر الازواج کے نکاح مین ہون۔ کم سے کم تین دن کے بعد تو پوری
رات کی باری تقسیم مین آوے جس سے اسکو سیر چشمی وطمانیت دلی حاصل ہو اور بلاء
انتظار سے نجات ہو ایک ہی شب مین کوئی سب عورتون سے بہگت لے تو اس سے
انکی طمانیت نہ ہوگی۔ اور یہ بات نہ کہی جا سکے گی کہ وہ شخص کسی عورت کے
پاس شب باش ہوا۔

دوسرے اعتراض کا جواب

تقریر جواب اعتراض اول سے ثابت ہوچکا ہے کہ تعدد نکاح سے روکنے اور اسکے لیے چار
کی حد مقرر کرنے کی بنا صرف ظن پر ہے۔ پہلی غرض سے تعدد نکاح کا کوئی طالب ہو

٭ دیندار انکو انکے دعوی کے موجب کہا گیا ہے۔ اور حقیقت مین وہ بدمعاش ہین

تو چار عورتوں کے بعد اس شخص کی نسبت یہ ظن پیدا ہوتا ہے کہ اولاد نہ ہونے کا سبب اوسی کی ذات مین موجود ہے ۔ عورتوں کا اس مین قصور نہین ہے ۔
دوسری غرض سے طالب تعدد کی نسبت یہ ظن پیدا ہوتا ہے کہ وہ چار عورتون سے غرض دوم حاصل نہ ہونے کے دعوے مین جھوٹا ہے اور انپر زیادتی صرف شہوت پرستی اور نفس پروری کے لیے چاہتا ہے اور ہر ایک پر یہ ظن تو عموماً ہوسکتا ہے کہ کثرت ازواج کی حالت مین وہ عورتون کی حق تلفی کرے گا ۔ اور ان مین عدل نہ کرسکے گا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اُن ظنون اور بُرے گمانون سے پاک و مبرا تھے اور اپنا حال وہ یقیناً جانتے تھے اور بے اعتدالی کے خوف سے مطمئن تھے لہذا آپ کے لیے وہ تحدید (جو صرف مظنہ پر مبنی تھی) ضروری نہ تھی[*]

[*] حضرت شاہ صاحب کی یہ راے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عورتون کی [illegible] اس راے کے مخالف ہین ان کی راے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان نو ازواج کے بعد دوسری عورت کو نکاح مین لانے یا ان نو مین سے کسیکو طلاق دیکر اوس کے بدلے دوسری عورت سے نکاح کرنے کی اجازت نہ تھی اور وہ اس قول خداوندی سے استدلال کرتے ہین جو سورہ احزاب مین ہے کہ اے نبی تجھے ان عورتون کے سوا کوئی عورت نکاح مین لانا یا ان عورتون کے بدلے دوسری عورت سے نکاح کرنا حلال نہین ہے اگرچہ انکا حسن تجھے خوش لگے ۔

> ولا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن ازواجا ولو اعجبک حسنھن (احزاب ۲۶)
> ای بعد ھولاء التسع (ابو السعود)

اس راے جمہور کی بنا پر اس تحدید کی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کوئی بدظنی اور خوف حق تلفی نہین ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تحدید

یہ **حضرت** شاہ صاحب کے جواب کی تقریر و تفصیل ہے - مگر یہہ جواب ان ہی لوگون کے لیے طمانیت بخش ہے - جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق مانتے اور ان بدظنون سے بری جانتے ہین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف اور دین اسلام سے منکر اس جواب کو تسلیم نہ کرین گے ان کے لیے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تاریخی حالات متعلقہ نکاح کی تفصیل کرتے ہین - جسکو نظر انصاف سے بڑہکر مخالف و منکر کو بہی (اگر وہ عناد سے مبرا ہو) یقین ہو سکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقعی ان ظنون سے مبرا تہے اور خوف و بدگمانی (شہوت پرستی - نفس پروری - حق تلفی زنا الضافی) کے محل نتہے -

یہ امر **مخالفین** و معترضین کے نزدیک بہی مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و

مین آپ اپنی امت کے لیے ایک عمدہ نمونہ نہین اور آپ کے حکم و قول و فعل پر مخالفت [illegible] کے لیے

اس تحدید مین ویسی ہی تشدید ہے جو امت کے لیے چار کی تحدید مین ہے بلکہ آپ پر اس تحدید مین بڑہکر تشدید پائی جاتی ہے - امت کو تو ہمیشہ کے لیے اختیار ہے کہ چار کی حد تک جتنی عورتون کو چاہین نکاح مین لاوین - پہلی چار بیکار ہو جائین یا موافق مقصود نہ ہین تو ان کی جگہہ چار اور نکاح مین لے لین - اسیطرح اور چار و علی ہذا القیاس بیسون عورتون سے نفع اٹھائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ سخت تحدید ہوئی کہ بس ان ہی نو عورتون پر (جنمین اکثر بڑہیا تہین - اور صاحب اولاد نہین تہین) صبر کرین ان مین سے کوئی مر جائے خواہ کیسی ہی بکروہ ذکمی حالت کو پہنچ جاے اسکی جگہہ بہی دوسری کو (خواہ وہ آپکو بالفرض خوبصورت معلوم ہو) نکاح مین نہ لائین - اس تحدید کی وجہ ہو تو اس سے (تحدید) اور پہلی رائے (عدم تحدید) مین معنوی مبنی کے نظر سے مخالفت نہین رہتی گو صورتمین مخالفت ہے

خدیجه بنت خویلد وهی اول من
تزوجها صلی الله علیه وسلم ولها یومئذ
من العمر اربعون سنة وکان له صلی
الله علیه وسلم خمس وعشرون ولم ینکح
النبی صلی الله علیه وسلم علیها امرأة
حتی ماتت (زاد المعاد وجامع الاصول صـ۲۶)
توفیت علی الصحیح بعد النبوة
بعشر سنین فاقامت معه صلی الله
علیه وسلم خمسا وعشرین سنة
(قسطلانی صـ۱۵۶ جلد ۶)
وفی العاشرة من البعث [illegible] توفیت
خدیجة وهی بنت خمس وستین سنة
(مجمع البحار) ثم تزوج بعد وفاتها
بایام سودة بنت زمعة القرشیة
ثم تزوج بعدها الصدیقة بنت
الصدیق عائشة ولم یتزوج بکرا
غیرها (زاد صـ۲۶ مجمع صـ۵۳۳)

سلم نے عنفوان شباب سے پچاس سال
تک صرف ایک بیوی حضرت خدیجہ پر
جنکی عمر بوقت نکاح چالیس سال کی
تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم کی عمر اسوقت پچیس برس کی)
اکتفا کیا اور اپنی جوانی کے پچیس سال
اسی (بزرگ اور صالحہ) بڑھیا کے
ساتھ بسر کیے۔ وہ پینسٹھ سال
کی عمر کو پہنچکر فوت ہوئی تب آپنے
اور نکاح کیے جبکہ آپ کی عمر پچاس* سال
[illegible] تھی۔ اور یہ بھی [illegible] کو تسلیم کرنا
پڑے گا کہ آپ کے ازواج مطہرات
سے کنواری صرف ایک بیوی (عائشہ
صدیقہ) تھی باقی سب رانڈ بیوہ تھیں۔
جنمیں بعض کی عمر بوقت نکاح تیس‡
سال سے اوپر اور بعض کی پچاس سے
اوپر تھی۔ اور ان میں بعض عاجز و
بیکس تھیں بعض واجب الرحم اور جانی دوستوں کی اولاد بعض آپ کے
دشمنوں اور مخالفین اسلام کی ذریات۔
اور اس امر کی تسلیم سے بھی انکو چارہ نہ ہوگا کہ اس زمانہ میں جبکہ آپ کے
نکاح میں نو عورتیں موجود تھیں اور اس سے پیشتر آپ کی عیش (کھانے پینے

رحیم

* دیکھو کتاب جان ڈیون پورٹ موسوم بعذر از طرف محمدؐ و قرآن میں وہ عبارت جو صفحہ ۱۹۲ میں منقول ہے۔
‡ جیسے ام حبیبہ و میمونہ۔

کا یہہ حال تھا - کہ جو کی روٹی سے آپ نے دو روز اور گیہون کی روٹی سے
تین روز متواتر پیٹ بھر کھانا نہین کھایا - اور مہینون آپ کی دولت خانہ
مین چولہا گرم نہین ہوا - صرف پانی پر گذارا رہا -
کسی شب آپ کے حرم سرا مین چراغ نہ جلتا ٹاٹ یا اوڑہنی کا جس مین پوست
خرما بھرا ہوا تھا آپ کا بستر ہوتا جس
لباس مین آپ اس جہان سے رخصت
ہوئے ہین وہ پیوندون سے تو بر تو
تھا آپ فوت ہوئے ہین تو آپ کی زرہ
دو من غلہ جو کے بدلے ایک یہودی کے
پاس گرو تھی - فروتنی و نفس کشی کا یہ
عالم تھا۔ اپنے گھر کے کام آپ بذات
خود کرتے اپنے میلے کپڑے اپنے ہاتھ
سے دہوتے اپنا کپڑا جوتا آپ خود سیتے
اپنی بکری آپ دوہتے و علیٰ ہذا القیاس
اور بے نفسی کے امور ہین جنکو غیر مذہب
کے مصنفون نے بھی تسلیم کیا ہے * اور
یہ سب کچھ اسوقت مین ہوا تھا جب کہ
عرب و یمن و شام کا ملک آپ کے زیر
سلطنت و حکومت ہو چکا تھا روپیہ اشرفی
سب کچھ میسر آتا تھا - مگر جو آتا راہ مولے
مین صرف کیا جاتا نفس کا حصہ اوسمین

عن عائشۃ ما شبع ال محمد من خبز
الشعیر یومین (مشکوۃ ص ۴۳۶)
وعنها ما شبع ال محمد صلی اللہ علیہ
وسلم منذ قدم المدینۃ من طعام بر
ثلث لیال تباعا حتی قبض بخاری ص ۹۵۶
وعنها کنا ننظر الی الھلال - فی الشھرین
وما اوقد فی ابیات رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نار (بخاری ص ۹۵۶)
وعنها فی حدیث صلوۃ اللیل والبیوت
یومئذ لیس فیها مصابیح (بخاری ص ۴۳)
وعنها کان فراش رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من ادم حشوها لیف
بخاری صفحہ ۹۵۶ وعنها سالت
حفصۃ ما کان فراش رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فی بیتک - قالت مسحا
الخ (شمائل ترمذی ص ۲۵) عن ابی ھریرۃ قال
اخرجت الینا عائشۃ کساءً ملبدا

* دیکھو سیل کا دیباچہ ترجمہ قرآن -

قالت فی هذا نزع روح النبی صلی الله
علیه وسلم بخاری ص ۳۴ توفی
النبی صلی الله علیه وسلم ودرعه مرهونة
عند یهودی بثلثین صاعا (بخاری ص ۴۱)
کان رسول الله صلی الله علیه وسلم
فی مهنة اهله تعنی خدمة اهله (بخاری
صفحه ۹۳) کان یفلی ثوبه ویحلب شاته
ویخدم نفسه (شمائل ترمذی ص ۲۷)
و رد یخیط ثوبه ویخصف نعله یرقع
دلوه (عینی شرح بخاری)
وفتح علیه فی حیاته صلی الله علیه و
سلم بلاد الحجاز والیمن وجمیع جزیرة
العرب وما دانی ذلک من الشام والعراق
وجلب الیه من اخماسها وجزیتها
وصدقاتها ما لا یجبی للملوک الا
بعضه وهادته جماعة من ملوک
الاقالیم فما استاثر بشیء منه ولا
امسک منه درهما بل صرفه مصارفه
واغنی به غیره وقوی به المسلمین
وقال ما یسرنی ان لی احدا ذهبا یبیت
عندی منه دینار الا دینارا ارصده

کچھ نہ ہوتا یا بہت تھوڑا ہوتا آپ کے ان
حالات اور آپ کے اکثر ازواج کے
صفات (بیوگی - پیرانہ سالی - درماندگی
وغیرہ) اور آپ کے نکاح کے اوقات
وسنوات کی طرف بے تعصبی و
انصاف کے ساتھ نظر کرنے سے مخالف
سے مخالف بھی تجویز نہیں کر سکتا -
کہ آپ کا تکثر و تعدد نکاح شہوت پرستی
ونفس پروری کی غرض سے تھا - شہوانی
ونفسانی غرض سے یہ تکثر ہوتا تو اُسکا
[illegible] تا بسی سال ✝
چو چہل آمد فرو ریزد پر و بال ✝ چالیس
سال عمر سے پہلا زمانہ تھا اور اس
غرض کا حصول بھی آپ کے لیے
سہل و آسان تھا - کیونکہ آپ اپنی قوم
مین صاحب حسب ونسب تھے اور
مکارم اخلاق مین ایسے مشہور و ممتاز
کہ اپنی قوم سے - "عادل" - "امین" "ثمال
الیتامی" (یتیمون کی پناہ) عصمۃ الارامل
(رانڈون کے محافظ) وغیرہ القاب ✝ حاصل
کر چکے تھے - آپ نفسانی اغراض رکھتے

✝ نبوت سے بیشتر آپ اپنی قوم مین عادل کہلاتے - اور انکی خصومات کا فیصلہ (باقی بصفحہ ۱۷۲)

لذہبی واتتہ دنانیر مرۃ فقسمہا و بقیت منہا بقیۃ فدفعہا لبعض بناتہ فلم یاخذہ نوم حتی قام وقسمہا وقال الآن استرحت وماب ودرعہ مرہونۃ فی نفقۃ عیالہ (شفا صـ ۴۲)

اور ان اغراض سے عیش چاہتے تو عالم شباب مین رسم ورواج قوم کے مطابق بہت سی عورتین نکاح مین لا سکتے تھے سو بھی جوان اور باکرہ جو نفسانی اغراض کا اصلی محل ہین۔

اسپر اگر مخالفین یہ اعتراض کرین کہ جوانی کے وقت آپ تنگ دست تھے۔ اسلیے اسوقت اور نکاح نہین کر سکے تو اسکا **جواب** یہ ہے ایک دو جوان عورتون کے نکاح پر کونسا مال کثیر صرف ہوتا تھا۔ جس کے آپ متحمل نہ تھے اور اگر آپ ایسے ہی ہوتے تو یتیم ورانڈ عورتون کی پرورش ہی سے انکو مربی وکفیل کیونکر کہلاتے۔

اسپر [illegible] انصاف اختیار فرما کر یہی خیال کرلے کہ اس تکثر وتعدد ازواج پر باعث آپ کو نفسانی اغراض ہوتے توجسوقت آپ صاحب سلطنت اور ملک عرب ویمن وشام کے مالک ومتصرف ہو گئے اور اس تعدد نکاح کے (جو مخالفین کا محل اعتراض ہے) مرتکب ہوئے تھے اسیوقت آپ جوان اور باکرہ عورتون سے (جو عیش ونفسانی اغراض کا

فرماتے اہل مکہ نے کعبہ کو اپنے وقت مین نئے سرے بنایا تو پہلا پتھر آپ ہی کے مبارک ہاتھون سے رکھوایا اور یہ کہا کہ یہ "امین" ہے ہم اس کے ہاتھ سے پتھر رکھوانے مین خوش ہین۔ ابو طالب نے آپ کی تعریف مین کئی اشعار کہے تھے جن مین آپ کو "امین" و "صادق" وغیرہ وغیرہ خطابون سے یاد کیا ہے از آنجملہ ایک یہ شعر ہے

وابیض یستقی الغمام بوجہہ   ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

اصلی محل مین) نکاح کرتے و مع ہذا کہانے پینے پہننے کے وہ سامان عیش مہیا کرتے جنمین آپ کے ہمعصر سلاطین عیاش منہمک تہے - اس کے کیا معنے ہین کہ طالب تو نفسانی اغراض کے ہون اور نکاح تیس چالیس اور پچاس برس کی عورتون سے کرین - اور پیٹ بہر کر کہانا نہ کہائین رات کو گہر مین چراغ نہ جلائین (جس سے بی بیون کی صورت دکہلائی دے) اور اسی قسم کے اور سامان رکہین جن سے عیش کی روح قبض ہو **شاید** یہان کوئی **یہ سوال** پیش کرے کہ اگر ان متعدد نکاحون سے نفسانی اغراض پیش نظر نہ تہے تو اور کیا اغراض تھے اسکا **جواب یہ** ہے - کہ آپکے اور آپ کے ازواج مطہرات کے ظاہر حالات و اوصاف کیطرف نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان نکاحون پر آپ کو باعث آپ کی وہی - عالی صفات تہے جن کے سبب آپ "ثمال الیتامیٰ" و "عصمۃ الارامل" وغیرہ خطاب پا چکے تہے - یعنی رانڈ [illegible] کی تربیت اور یہ بہی اس مین مقصود تہا کہ اپنے جان نثار دوستون سے احسان و مواساۃ ہو اور دشمنون سے تلطف و مدارات جس سے ان کے دلون مین آپ کی اور آپکے دین اسلام کی محبت پیدا ہو - اور ان کا بغض و عناد جو مخالف مذہب کے سبب سے تہا کم یا دور ہو چنانچہ ایسا ہی وقوع مین آیا اور ان نکاحون سے ان فواید کا بخوبی ظہور ہوا اور اسی قسم کے اور بہت سی فواید ان سے ظاہر ہوئے ہین جن مین نفسانیت کا شبہ نہ تہا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی سے عالم جاودانی کیطرف رہگرا ہوئے تو آپ کے یہ نو ازواج تہے
سودہ - عائشہ - حفصہ
ام سلمہ - زینب بنت جحش

(تزوج بعد وفات خدیجہ سودۃ ثم عائشۃ ثم حفصۃ ثم ام سلمۃ ثم جویریۃ ثم زینب بنت جحش ثم زینب بنت خزیمۃ ثم ام حبیبۃ ثم صفیۃ ثم میمونۃ)

+ ہکذا فی الاصل ولعلہ سہو من الکاتب والصحیح ان تزوج جویریۃ ثم بعد تزوج زینب - ایڈیٹر

فمانت زینب بنت خزیمۃ تو فی عن التسع المبوا بلا خلاف وفی العاشرۃ من النبوۃ تزوج عائشۃ وسودۃ (مجمع البحار صفحہ ۵۳۰)

جویریہ۔ ام حبیبہ۔ صفیہ۔ میمونہ

حضرت سودہ سے آپ کا نکاح نبوت کے دسوین سال ہوا۔ جسمین حضرت خدیجہ کا انتقال ہوا تھا۔ اسی سال حضرت عائشہ رضی صدیقہ سے نکاح ہوا۔

حضرت سودہ کے نکاح سے ایک بڑا مقصود یہ تہا کہ بنی عبد شمس سے جنکی اولاد

عبد بن زمعۃ بن قیس بن عبد الشمس القرشی العامری اسلم یوم الفتح وھو اخو سودۃ ام المومنین (قسطلانی صفحہ ۱۰ جلد ۴)

سے حضرت سودہ تہین الفت اور اتحاد پیدا ہو اور وہ ان کے اسلام کا باعث ہو چنانچہ فتح مکہ کے دن طوعاً یا کرہاً ظہور مین آیا ہے اور عبد بن زمعہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالی عنہا کا بہائی مشرف باسلام ہوا حضرت سودہ کا بیکس جبکہ بیوہ ہو گئی تہین بیوہ ہو جانا بہی اس نکاح کا سبب تہا

حضرت [illegible] حضرت صدیق اکبر کے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدقت وواسانی بنفسہ ومالہ (بخاری صفحہ ۵۱۶)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابوبکر (بخاری صفحہ ۵۱۶)

جانی ومالی خدمات کی کسیقدر مکافاۃ ہو اور انکی لخت جگر کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیت ہونے کا شرف حاصل ہو جو انکی عزت ومکرمت کا بہی باعث ہو صدیق اکبر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ جان ومال سے ایسی مواساۃ کی ہے جسکی نظیر اور کسی نے نہین دکھائی

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہو کر فرمایا ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ نے اسوقت میری رسالت کی تصدیق کی تہی جب تم نے تکذیب کی ہے ابوبکر نے جان ومال سے میری مواساۃ

* مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضرت سودہ شروع زمانہ نبوۃ میں مشرف باسلام ہوئی تہین انکا خاوند سکران نامی بہی انکے ساتھہ مسلمان ہو گیا پہر انہون نے ہجرت کی اور سکران نے حبشہ یا مکہ میں رحلت فرمائی تو آنحضرت نے ان سے نکاح کر لیا

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لاحد عندنا ید الا کافیناہ ما خلا ابا بکر فان لہ عندنا یدا یکافئہ اللہ یوم القیمۃ۔ وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر (ترمذی ص ۲۲۲)

کی ہے۔ اور فرمایا تمام لوگوں سے بڑھکر میرا محسن میرے ساتھہ رہنے اور مال خرچ کرنے میں ابی بکر ہے۔ اور فرمایا جو احسان مجھپر لوگوں کے ہوئے ہیں میں انکی مکافات کر چکا ہوں بجز احسان ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جسکی مکافات خدا تعالیٰ قیامت کے دن کرے گا۔ جسقدر ابو بکر کا مال میرے کام آیا ہے کسیکا نہیں آیا۔

حضرت حفصہ کے نکاح سے اجو ہجرت کے تیسرے سال اور نبوت کے سولھوین[۱۶]

وفی الثالثہ من الهجرة تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حفصة بنت عمر فی شعبان وکانت تحت خنیس بن حذافة شهد بدرا فتوفی بالمدینة (مجمع ص ۵۳۵) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللهم اعز الاسلام باحب الرجلین الیک بابی جهل وبعمر بن الخطاب (ترمذی ص ۴۲۹) فاصبح عمر فغدا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاسلم ثم صلی فی المسجد ظاہرا (مشکوۃ ص ۵۵۹) قال ابن مسعود ما زلنا اعزة منذ اسلم عمر (مشکوۃ ص ۵۵۸) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرض علی

اور عمر شریف نبوی چھپن سال میں ہوا تھا) یہی ان کے باپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعزاز واکرام منظور تھا۔ جس کے وہ اپنی ذاتی ومتعدی صفات کے سبب مستحق تھے۔ ازانجملہ اسلام کی نصرت واہل اسلام کی عزت جو آپ کے مشرف باسلام ہونے سے ہوئی تھی اور جسیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانون کو علانیہ مسجد میں نماز پڑھنے کی جرأت ہوئی۔ وازانجملہ دین میں استقامت اور رای کی اصابت وغیرہ وغیرہ جنکا احادیث منقولہ حاشیہ میں ذکر ہے

عُمرُ وعلیہ قمیص یجرہ - قالوا ما اولت ذلک یا رسول اللہ قال الدین (بخاری صہ ۵۱۷) قال رسول اللہ صلعم مامن نبی الا ولہ وزیران من اھل السماء و وزیران من اھل الارض فاما وزیرای من اھل السماء فجبرئیل و میکائیل واما وزیرای من اھل الارض فابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما (ترمذی صہ ۲۲۹)

ان دونو حضرات کے استحقاق اکرام کی مثبت ایک حدیث ترمذی مین یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کے لیے دو وزیر آسمان والون سے اور دو وزیر زمین والون سے ہوتے ہین - میرے آسمانی وزیر میکائیل وجبرئیل ہین اور زمین والون سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما -

ایسے ہی فضائل وفواضل حضرت عثمان وحضرت علی کے تھے جن کے سبب وہ بھی اسی اعزاز واکرام مصاہرۃ کے مستحق تھے - مگر اسکا ظہور دوسرے نوع مین ہوا [illegible] مشرف ہوئے اس شرف مصاہرہ کا (نوع اول سے ہے خواہ دوم سے) کوئی اندازہ قدر و منزلت کرنا چاہے تو اپنے وقت کے سلاطین کے خسر یا دامادون کی قدر و منزلت کو دیکھ لے اور خیال کرے کہ جسکو بادشاہ وقت اپنی بیٹی دے یا اوسکی بیٹی قبول کرلے وہ کس درجہ کا معزز اور لوگون کی نظر مین عزیز ہوجاتا ہے -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جان نثار خلفاء کو اس شرف سے مشرف کرنا چاہا تبھی ان سے رشتہ مصاہرۃ قائم کیا - اس مین نفسانیت کا کچھ دخل نہ تھا -*

* شیعہ وخوارج پر سخت افسوس اور ان کے فہم وعقل پر نہایت تعجب ہے کہ ان مین سے ایک فریق شیخین کی قدر نہین پہچانتا - دوسرا ختنین کی باوجودیکہ وہ اپنے وقت کے سلاطین کے خسر و دامادون کو ان بادشاہون کے نزدیک بہت معزز جلیل القدر سمجھتے ہین -

حضرت ام سلمہ کے نکاح سے (جو ہجرت کی چوتھی اور نبوت کی سترہوین اور عمر شریف کی ستاون سال مین ہوا تھا) ٹبرا مقصود یہ تھا - کہ اس عاجز بیوہ کی دستگیری اور اوس کے بچون کی پرورش ہو - جب انکا پہلا خاوند ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوا تو ان کو سخت صدمہ پہنچا - اور انہون نے بہت جزع و فزع کا ارادہ کیا جس کو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا اور انکو یہ خیال پیدا ہوا کہ اب مجھے ایسا خاوند کہان ملیگا جو میرے پہلے خاوند سے بہتر ہوگا - شاید اسی خیال سے انہون نے حضرت ابو بکر کے پیام نکاح کو قبول نہ کیا - آخر انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیام بھیجا تو اونہون نے یہ عذر کیا

ثم تزوج ام سلمة هند بنت ابی أمیة القرشیة المخزومیة (زاد جلد ۲) وفی السنة الرابعة من الهجرة تزوج ام سلمة فی شوال وفیها توفی زوجها ابو سلمة (مجمع صفحہ ۵۳۲)

عن ام سلمة لما مات ابو سلمة قلت غریب فی ارض غربة لابکینه بکاء یتحدث عنه + + + فقال تریدین ان تدخلی الشیطان بیتا اخرجه الله منه مرتین فکففت عن البکاء فلم ابک (صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۱)

وعنها قالت سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ما من مسلم تصیبه مصیبة فیقول ما امره الله انا لله وانا الیه راجعون اللهم أجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منها الا اخلف الله له خیرا منها قالت فلما مات ابو سلمة قلت ای المسلمین خیر من ابی سلمة اول بیت هاجر الی رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم انی قلتها فاخلف الله لی رسول الله صلعم وعنها قالت ارسل الی رسول الله صلعم حاطب بن ابی بلتعة یخطبنی له فقلت ان لی بنتا وانا غیور فقال اما ابنتها فندعو الله ان یغنیها عنها ادعوا ان یذهب بالغیرة (صحیح صفحہ ۳۰۰)

وعنها قالت لما انقضت عدتی بعث الی ابو بکر یخطبنی فلم اتزوجه فبعث رسول الله صلی الله علیه وسلم عمر ابن الخطاب یخطبها علیه فقلت اخبر

رسول الله صلى الله عليه وسلم انى امرأة غيراء وانى مصيبة فذكر ذلك له فقال ارجع اليها فقل لها اما غيرتك فسادعوا الله ان يذهبها واما صبيتك فستكفين رخجه المنساق غيراء كثيرة الغيرة والمصبية ذات صبيان واولاد صغار (تيسير الوصول صـ ۴۶۸)

کیا کہ مین بڑی صاحب غیرت ہون (یعنی آپ کے دوسری ازواج پر مجھے غیرت آئے گی) اور مین صاحب اولاد ہون۔ اس کے جواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی کہ تیری غیرت کے لیے مین دعا کرون گا کہ وہ دور ہو۔ اور تیرے بچون کی پرورش ہوگی پھر ان سے نکاح کیا۔

اس خیال اور اس غیرت کی اور ایسے بال بچون والی عورت کا آنحضرت "ثمال الیتامی" و "عصمۃ الارامل" کے سوا اور کون کفیل ہوسکتا تھا۔

حضرت زینب بنت جحش کے نکاح [illegible] جو ہجرت کی پانچوین اور نبوت کی اٹھارہوین

ثم تزوج زينب بنت جحش من بنى اسد ابن خزيمة وهى ابنة عمته اميمة (زاد المعاد صـ ۲۷) فى الخامسة من الهجرة تزوج زينب وامها اميمة بنت عبد المطلب (المجمع صـ ۵۲۷) وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم الاية نزلت فى زينب بنت جحش الاسدية واخيها عبد الله ابن جحش وامها اميمة بنت

اور سن شریف آنحضرت کی اٹھاون سال مین ہوا تھا) مقصود نص قرآن مین بیان ہوا۔ حق تعالی نے خود فرمایا ہے کہ ہمنے اسکا نکاح تیرے ساتھ اس لیے کر دیا ہے کہ مومنون پر اپنے لے پالکون کی بیویون کے نکاح مین تنگی نہ ہے۔ حضرت زینب نسب مین شریف تہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ کی بیٹی اور ان کا خاوند زید آنحضرت کا آزاد کیا ہوا

عبد المطلب عمة النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب لمولاہ زید بن حارثة وکان رسول اللہ صلعم اشتری زیدا فی الجاهلیة بعکاظ فاعتقه فلما خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب رضیت وظنت انه یخطبها لنفسه فلما علمت انه یخطبها لزید ابت وقالت انا ابنة عمتک یا رسول اللہ فلا ارضاه لنفسی وکانت بیضاء جمیلة فیها حدة وکذلک کره اخوها ذلک فانزل اللہ عز وجل وما کان لمومن یعنی عبد اللہ بن جحش ولا مومنة یعنی اخته زینب اذا قضی اللہ ورسوله امرا ای اذا اراد اللہ ورسوله امرا وهو نکاح زید لزینب ان یکون لهم الخیرة من امرهم (معالم صـ۱۷)

عن ابن عباس قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انطلق لیخطب علی فتاه زید بن حارثة فدخل علی زینب بنت جحش الاسدیة فخطبها قالت لست بناکحته قال بلی فانکحیه قالت یا رسول اللہ اوامر نفسی فبینما هما یتحدثان انزل اللہ هذه الآیة علی رسوله قالت قد رضیته لی یا رسول اللہ منکحا

غلام تھا۔ حضرت زینب کو زید سے نکاح کرنا دل سے پسند نہ تھا۔ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انہوں نے منظور کیا تھا۔

پھر نکاح ہو جانے کے بعد وہ زید کی قدر (جیسا خاوند مستحق ہوتا ہے) نہ کرتین بلکہ اپنی شرافت کے زعم سے وہ ان کے ساتھ بدگوئی سے پیش آتین زید نے تنگ آکر حضرت کے پاس اُن کی شکایت کی۔ اور ان کو طلاق دینی چاہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نصیحت کی اور یہ بات فرمائی۔ کہ تو طلاق دی اور خدا سے ڈر (یعنے جو طلاق کو پسند نہیں کرتا ہے) اسوقت خدا تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ الہام یہ بات بتا دی تھی۔ کہ یہ طلاق ضرور واقع ہوگی اور زینب تیرے ہی نکاح مین آکے گی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کو جانکر بھی بمقتضائے بشریت

کھوجو

قال نعم قالت اذن لا اعصی رسول الله صلی الله علیه وسلم قد
انکحته نفسی اخرجه ابن جریر وابن مردویه وعنه قال قال
رسول الله صلی الله علیه وسلم لزینب انی اریدان ازوجک
زید بن حارثة فانی قد رضیته لک قالت یا رسول الله لکنی
لا ارضاه لنفسی وانا ایم قومی بنت عمتک فلم اکن لا فعل
فنزلت هذه الاية وما كان لمومن یعنی زید ا ولا مومنة
یعنی زینب اذا قضی الله ورسوله امرًا یعنی النکاح فی
هذا الموضع ان یکون لهم الخیرة من امرهم یقول لیس
لهم الخیرة من امرهم خلاف ما امر الله به قالت قد اطعتک
فاصنع ما شئت فزوجها زیدا ودخل علیها اخرجه
[illegible] وکان تزوجها [illegible]
قبل الهجرة بنحو ثمان سنین فتح البیان صفحہ ۶۴۱ جلد ۳
یقول للذی انعم الله علیه وانعمت علیه امسک علیک
زوجک واتق الله وتخفی فی نفسک ما الله مبدیه وتخشی الناس و
الله احق ان تخشٰه فلما قضی زید منها وطرًا زوجنکها لکی لا
یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیائهم اذا قضوا منهن
وطرا وکان امر الله مفعولًا (احزاب ع ۵) عن انس قال
جاء زید یشکو فجعل النبی صلی الله علیه وسلم یقول اتق
الله وامسک علیک زوجک (بخاری صفحہ ۱۱۰۳) یشکو
له من اخلاق زینب (قسطلانی صفحہ ۲۲۲ جلد ۱)
فاتی زید رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال انی ارید ان افارق

لوگون سے ڈرتے
اور یہہ اندیشہ
کر رہے تھے کہ
لوگ طعن کرینگے
اور یہہ کہینگے
کہ اپنے منہ بولے بیٹے
کی بیوی یعنی بہو سے
نکاح کر لیا ہے
خدا تعالے
نے یہ فرمایا کہ
تیرے دل
(یعنے علم و
خیال) مین تو وہ
بات ہے جسکو
ہم ظاہر کرنے
والے ہین۔
یعنے زینب کا
مطلقہ ہونا اور
تیرے نکاح مین
آجانا اپھر تو
لوگون سے

صاحبتی قال مالک ارابک منہا شئی قال لا واللہ یا رسول اللہ ما رأیت منہا الا خیرا ولکنہا تتعظم علی لشرفہا وتؤذینی بلسانہا فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم امسک علیک زوجک واتق اللہ فی امرہا ثم طلقہا زید فذلک قولہ عزوجل واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ بالاسلام وانعمت علیہ بالتربیۃ ھو الاعتاق وھو زید بن حارثۃ امسک علیک زوجک یعنی زینب بنت جحش واتق اللہ فیہا ولا تفارقہا اسعالم رضاک واللہ احق ان تخشاہ وروی سفیان بن عیینۃ عن علی بن زید بن جدعان قال سالنی علی بن الحسین زین العابدین ما تقول فی قولہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ [illegible] ان جاء زید الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا نبی اللہ انی ارید ان اطلق زینب فاعجبہ ذلک فقال امسک علیک زوجک واتق اللہ فقال علی بن الحسین لیس کذلک بل کان اللہ تعالی قد اعلمہ انہا ستکون من ازواجہ وان زید سیطلقہا فلما جاء زید وقال انی ارید ان اطلقہا قال لہ امسک علیک زوجک فعاتبہ اللہ وقال لم قلت امسک علیک زوجک وقد اعلمتک انہا ستکون من ازواجک وھذا ھو الاولی والالیق بحال الانبیاء وھو مطابق للتلاوۃ لان اللہ علم النبی بیّن ویظہر ما اخفاہ ولم یظہر غیر تزویجہا منہ فقال زوجناکہا فلو کان الذی اضمرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبتہا او ارادۃ طلاقہا لاظہر ذلک لانہ لا یجوز ان یخبر انہ یظہرہ ثم یکتمہ فلا یظہرہ

بھی ڈرتا ہے اور حق یہ تھے کہ تو خدا ہی سے ڈرے۔ لوگون کی کچھ پرواہ نکرے آخر زید نے اس کو طلاق دیدی جسپر یہ قول خداوندی نازل ہوا۔ کہ زید نے اسکو طلاق دیدی ہے۔ تو ہمنے اس کا نکاح تیرے ساتھہ اسلیے کر دیا تاکہ اور اہل ایمان کو اپنے موہنہ بولے بیٹون کی بیویون کے نکاح مین تنگی نہ رہے حضرت زینب کے نکاح کی یہی وجہ ہے

فدل علی انہ انما عوتب علی اخفاء ما اعلمہ اللہ انہا ستکون زوجۃ لہ
وانما اخفاہ استحیاء ان تقول لزید ان التی تحتک وفی نکاحک ستکون
زوجتی وھذا قول حسن مرضی (معالم ص ۲۷۱-۲۷۲) واللہ احق
ان تخشاہ فی کل حال وتخاف منہ وتستحییہ ولا تامر زیدا بامساک
زوجتہ بعد ان اعلمک انہا تکون زوجتک فعاتبہ اللہ علی
ھذا قال بعضھم وما ذکروہ فی تفسیر ھذہ الایۃ من
وقوع محبتہا فی قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وارادتہ
طلاق زید لہا فیہ اعظم الحرج وما لا یلیق بمنصبہ صلی
اللہ علیہ وسلم واقدام عظیم من قائلہ وقلۃ معرفۃ بحق
النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبفضلہ وکیف یقال راٰھا
فاعجبتہ وھی بنت عمتہ ولم یزل یراھا منذ ولدت ولا کانت
النساء یحتجبن منہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو زوجہا لزید
فلا یشک فی تنزیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ان یامر
زیدا بامساکہا وھو یحب تطلیقہ ایاھا قال واصح ما فی
ھذا الباب ما قال علی بن الحسین ان اللہ قد اعلمہ انہا ستکون
من ازواجہ وان زیدا سیطلقہا فلما جاء زید وقال انی ارید
ان اطلقہا قال لہ امسک علیک زوجک وقد اعلمتک انہا
ستکون زوجتک قال الخطیب وھذا ھو الاولی والالیق
بحال الانبیاء وھو مطابق للتلاوۃ لان اللہ تعالی اعلم انہ یبدی
ویظہر ما اخفاہ ولم یظہر غیر تزویجہا منہ فقال تعالی زوجنا کہا
فلو کان الذی اضمرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبتہا او

جو بیان ہوئی
ہے۔ اس معاملہ
کے متعلق جو
بات آنحضرت
صلی اللہ علیہ و
سلم کے دل میں
تھی وہ یہی تھی
کہ طلاق ضرور
ضرور ہو جائیگی
اور زینب آنحضرت
کے نکاح میں
آئیگی کیونکہ اس
بات کی نسبت
خدا تعالے نے
قرآن میں صاف
فرما دیا ہے کہ
ہم اس بات کو
ظاہر کرنے والے
ہیں۔ اور ظاہر
جو ہوا ہے وہ
یہی ہوا کہ زینب

اراده طلاقها لكان يظهر ذلك لانه لا يجوز ان يخبر الله انه يظهره ثم يكتمه فلا يظهره فدل على انه انما عوتب على اخفاء ما اعلمه الله من انها ستكون زوجته وانما اخفى ذلك استحياء ان يخبر زيدا ان التى تحتك وفى نكاحك ستكون زوجتى قال الكرخى وهذا القول هو المنصور المعول عليه عند الجمهور (فتح البيان صفحہ ۶۲۲)

کو طلاق ہوئی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آگئی اس بیان کے مخالف جو عامہ تفاسیر میں لکھا ہے کہ آنحضرت کی ایک دن اتفاقیہ زینب پر نگاہ پڑی تو آپ کو اسکی شکل پسند آگئی اور آپکے مونہہ سے اوسکی تعریف نکل گئی زید کو خبر ہوئی تو اوس نے بپاس خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکو طلاق دینی چاہی جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو زبان سے تو طلاق دینے سے روکا۔ مگر دل میں آپ کے خیال تھا کہ یہ طلاق دے تو [illegible] عقل و نقل دونوں سے مخالف ہے عقل سے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زینب کو ناگہان دیکھنا کچھ معنے نہیں رکھتا وہ آپ کی پھوپھی کی بیٹی تھی۔ اور بچپن سے آپ کے دیکھنے میں آتی تھین آپ ایسے عاشق مزاج حسن پرست ہوتے اور اسکو دیکھ اسکی جمال پر مفتون ہو جاتے تو پہلے ہی سے اپنے نکاح میں لاتے۔ اپنے غلام کے ساتھ نکاح کرنے پر فہمائش و تکرار کے ساتھ اس کو راضی نہ کرتے۔ اُسوقت (جبکہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا کا نکاح آپ نے زید سے کرا دیا تھا) آپ کی عمر بھی پینتالیس سال کی تھی۔ کیونکہ زینب کا نکاح ہجرت سے آٹھ سال پہلے ہوا تھا۔ پھر کیا یہ امر بعید از قیاس و مخالف شان نبوت نہیں ہے کہ ابتدا ء شباب سے پینتالیس سال کی عمر تک رات دن کے دیکھنے سے آپ زینب کے حسن پر مفتون نہ ہوں۔ اور اٹھاون سال کی عمر کو پہنچکر ایک دن اتفاقیہ دیکھکر اوسپر مفتون ہو جائیں۔

نقل ہے اس واہی قصہ کے مخالف ہونے کی وجہ بیان ہو چکی ہے ۔ اور نص قرآن سے ثابت کیا گیا ہے ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مین چھپی بات سے مراد طلاق و نکاح زینب کا علم ہے ۔ نہ ان کی محبت علاوہ برین اس قصہ کی کوئی سند صحیح نہیں ہے ۔ لہذا بحکم قواعد نقل یہ ہرگز لائق قبول و اعتماد نہیں ہے ۔ اور اشاعة السنہ مین بارہا بتفصیل ثابت ہو چکا ہے ۔ کہ قول بلا سند لائق قبول نہیں ۔ افسوس ان مفسرین نے ان باتون کو نہ سوچا ۔ اور اس قصہ کو تفاسیر مین نقل کر کے مخالفین اسلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر حسن پرستی و تعشق کا الزام و اتہام قائم کرنے کا موقع دیدیا ۔ جس کے جواب مین ہم کو اور ہم سے پہلے بہت خیر خواہان اسلام کو خامہ فرسائی کرنی پڑی ۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ان ہی مفسرین مین بہت ایسے لوگ بھی ہین ۔ جو اس واہی قصہ کے مخالف ہین اور اس آیت کی تفسیر مین وہی بات کہہ چکے ہین جو ہمنے کہی ہے ۔

تفسیر معالم التنزیل مین وہ بات حضرت امام زین سے نقل کی ہے ۔ اور تفسیر فتح البیان مین اس کی نقل کے علاوہ اس واہی قصہ پر بعض عقلی اعتراضات بھی کیے ہین ۔ جو ہمنے وارد کیے ہین ان کتابون کی عبارتین ہمنے حاشیہ مین نقل کر دی ہین ۔

ہمارے اسلامی خصوصاً عینی بھائی (جو بے علمی یا کم عقلی کے ساتھ ہمارے مضامین پر نکتہ چینی کی ہوس رکھتے ہین) اس قصہ سے انکار کے سبب ہم پر کوئی اعتراض جڑنا چاہین تو پہلے ان کتب کو دیکھ لین ۔ یا کسی اہل علم سے پڑھوا کر سن لین پھر جو کہنا ہو سو کہین ۔

حضرت جویریہ کے نکاح سے (جو ہجرت کے چھٹے اور نبوت کے انیسوین اور عمر نبوی کے اونسٹھ سال مین ہوا

وفی السنة السادسة من الهجرة اضنا

اصاب جویریۃ بنت الحارث ثابت بن قیس فتزوجھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم اسلم ابوھا و اخوھا۔

(مجمع البحار صفحہ ۳۶)

عن عائشۃ ان جویریۃ بنت الحارث جاءت فقالت یا رسول اللہ انا جویریۃ بنت الحارث وانما کان فی امری ما لا یخفی علیک وانی وقعت فی سھم ثابت بن قیس وانی کاتبت علی نفسی وجئتک اسئلک فی کتابتی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھل لک الی ما ھو خیر منہ قالت وما ھو یا رسول اللہ۔ قال اودی عنک کتابتک واتزوجک۔ قالت قد فعلت فتسامع تعنی الناس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد تزوج جویریۃ فارسلوا ما فی ایدیھم من السبی فاعتقوھم وقالوا اصھار رسول صلی اللہ علیہ وسلم فما راینا امراۃ کانت اعظم برکۃ علی قومھا منھا اعتق فی سببھا مائۃ اھل بیت من بنی المصطلق (ابو داود صفحہ ۱۹۲)

تھا) یہی مقصود عاجزون کی دستگیری اور قیدیون کی مخلصی تھی۔ حضرت جویریہ بنی مصطلق کے قیدیون مین سے ثابت بن قیس (صحابی) کے حصہ مین آئین۔ تو انہون نے کچھ مال لیکر آزادی کی دستاویز انکو لکھدی وہ اس مین مدد لینے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بدلہ مال دیدیا۔ اور ان کو آزاد فرما کر ان سے نکاح کرلیا۔ یہ نکاح نہ صرف انکی آزادی کا بلکہ ان کے سوا سو گھر کے ان مرد قیدیون کی آزادی کا سبب ہوا۔ جب لوگون نے دیکھا کہ آپ ازواج مطہرات مین داخل ہو گئی ہین تو آپ کی قوم کے سبھی قیدیون کو جو ان کے پاس تھے آزاد کر دیا اور کہا کہ یہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال کے رشتہ دار ہو گئے ہین (یعنی اب ہم ان کو اپنی قید و غلامی مین کیون کر رکھہ سکتے ہین) اس نکاح اور اسکی برکت آزادی کا ایک یہ نتیجہ ہوا۔ کہ آپ کے

کے والد اور دو بہائیون کو شرف اسلام نصیب ہوا۔

یہی مقصود حضرت صفیہ کے نکاح سے ہتا (جو ہجرت کی ساتوین اور نبوت کی بیسوین اور عمر نبوی کے ساٹہوین سال ہوا تہا) اور ایک سبب اس نکاح کا یہہ بہی ہُوا کہ حضرت صفیہ بنی نضیر کے ایک سردار کی بیٹی اور حضرت ہارون حضرت موسے علیہ الصلوٰة والسلام کے بہائی کی اولاد سے تھی۔ اور صورت وجمال مین بہی اپنی وقت مین بے مثل اور ان خوبیون وکمالات کے ساتہہ وہ قیدیون مین سے ایک لشکری (دحیہ کلبی صحابی) کے قبضہ مین پہنچین تو بعض لوگون کو رشک وحسد پیدا ہوا۔ وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور معترض ہوئے کہ یا رسول اللہ یہہ بنی بنی نضیر کی سردار ہے۔ اور

وتزوج النبي صلعم صفيه بنت حيي بن اخطب سيد بني النضير من ولد هارون بن عمران اخي موسى فهي ابنة نبي وزوجة نبي وكانت من اجمل نساء العلمين (زاد ص۲) في سنة سبع اصاب من سبايا هم صفية وكانت عروسا بكنانة۔ (مجمع ص۵۲۹) جاء دحية فقال يا نبي الله اعطني جارية من السبي فقال اذهب فخذ جارية فاخذ صفية بنت حيي فجاء رجل الى النبي صلعم فقال يا نبي الله اعطيت دحية صفية بنت حيي سيدة قريظة والنضير لا تصلح الا لك قال ادعوه بها فلما نظر اليها النبي صلعم قال خذ جارية من السبي غيرها قال فاعتقها النبي وتزوجها (صحيح بخاري ص۵۳ وغيرها)

یہہ تحفہ آپ کے کسی شخص کے لیے مناسب نہین ہے۔ آپنے جب اُس کو دیکہا اور یہہ یقین ہوا۔ کہ یہ لشکریون مین سے کسی شخص کے پاس نہ رہنے پاہین گے آپ کے سوا کسی اور کے پاس رہینگی تو دوسرون کے حسد وعناد کی موجب ہونگی۔ تو آپ

وما جرى مع دحية فله وجهان اما انه رد الجارية برضاه واما انه اذن له بجارية من جواري السبي لا افضلهن فلما راى النبي صلى الله عليه وسلم انه اخذ

انفسهن واجودهن نسبا وشرفا فی قومها وجمالها استرجعها لانه لم یاذن فیها ۔ ورای فی ابقائها مفسدة لتمیزه بمثلها علی الجیش ولما فیه انتهاکها مع موتبتها وربما یترتب علی ذلک شقاق فکان اخذه صلی الله علیه وسلم ایاها لنفسه قاطعا لهذه المفسدة (کرمانی)

نے اُن کے بدلے سات لونڈیان قیدیون مین سے اس لشکری کو دین ۔ اور حضرت صفیہ کو اپنے قبضہ لا کر آزاد کیا ۔ اور انکی درخواست* سے ان کے ساتھ نکاح کیا اس نکاح مین ان کا جمال ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطمح خیال نہ تھا ۔ یہ ہوتا تو اون نے ہوتے اسی سال بوڑھیا عورتون (ام حبیبہ رض و میمونہ رض) سے آپ کا نکاح (جسکا ذکر ذیل مین آتا ہے) ہرگز نہ ہوتا کیونکہ یہ عقلی اور طبعی قاعدہ ہے کہ جس عورت کا جمال و شباب کسی مرد کا مرغوب و معشوق ہوتا ہے ۔ وہ اوس کے ہوتے دوسری عورت کا جو جمال اور [illegible] طالب پلاؤ کے ہوتے **جو کی** سوکھی **روٹی** کبھی نہین کہاتا اور جو پلاؤ کے ہوتے جو کی سوکھی روٹی کہائے اسکو پلاؤ کا طالب کوئی نہین کہہ سکتا ۔

حضرت ام حبیبہ اور حضرت میمونہ کے نکاحون سے (جو اسی نکاح صفیہ کے سال ہوئے تھے) بھی عاجز رانڈون کی پرورش

وفی السنة السابعة من الهجرة تزوج ام حبیبة کانت مع زوجها عبید الله بن جحش مهاجرة فی الحبشة فتنصر زوجها ومات فزوجها النجاشی لرسول الله صلی الله علیه وسلم ولها یومئذ بضع وثلثون سنة وفیها تزوج میمونة بنت الحارث وبنی بسرف وکانت اخر امراته (مجمع ص ۵۲۰)

اور ان کے اقارب کی تالیف قلوب مد نظر تھی **حضرت ام حبیبہ** نے بڑی مردانہ ہمت کی تھی کہ ابو سفیان کی بیٹی ہو کر اپنے مسلمان شوہر کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تو وہ وہان اسلام چھوڑ کر عیسائی ہو گیا ۔ تب بھی حضرت ام حبیبہ

* مدارج النبوۃ مین بصفحہ ۵۱۵ مرقوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو اختیار دیا تھا کہ وہ چاہین تو آزاد ہو کر اپنی قوم مین جا ملین اور چاہین تو آنحضرت کے نکاح مین آئین انہون نے نکاح مین آنا چاہا اور عرض کیا کہ مین آپ پر آپکی دعوت سے پہلے ایمان لا چکی ہون اب مین قوم مین شامل ہونا پسند نہین کرتی ۔ اس قصہ مین صاف دلالت ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت صفیہ کے جمال باکمال کے شوق سے انسے نکاح نہین کیا بلکہ صرف انکی درخواست سے ۔

ان ام حبیبہ کانت تحت عبد اللہ بن جحش وولدت لہ - وھاجر بھا وھما مسلمان الی ارض الحبشۃ ثم تنصر وثبتت ام حبیبہ علی اسلامھا فبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی النجاشی یخطبھا علیہ فزوجہ ایاھا واصدقھا صداقا وذلک سنۃ سبع من الھجرۃ وجاء ابو سفیان فی زمن الھدنۃ فدخل علیھا - فثنت فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی لا یجلس علیہ

(زاد المعاد ص ۲)

مذہب اسلام پر قائم رہین - اس بیکسی وناچارگی کی حالت مین وہان انکا مربی کون تھا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال سنکر شاہ حبشہ (نجاشی) کیطرف اوس کے نکاح کا پیغام بھیجا - نجاشی نے بھی ان کے حال پر ترس کھایا اور اپنی پاس سے چار ہزار درم مہر دیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کردیا - اور ایک صحابی شرحبیل بن حسنہ نامی کے ساتھ ان کو روانہ مدینہ کیا - یہ نکاح ام حبیبہ کے باپ ابو سفیان کے (جو اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا) انس اور میل جول کا موجب ہوا چنانچہ ایک دفعہ وہ صلح حدیبیہ کے زمانہ مین مدینہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دولتخانہ پر بھی پہنچا - اور اوسنے ام حبیبہ کے دل مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت وتعظیم کا یہ اثر دیکھا کہ - کہ اونہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت فرش پر اوسکو بیٹھنے ندیا - اس نکاح اور اسکی تاثیرات کا اثر تو یہ تھا کہ ابو سفیان اسیدم مسلمان ہوجاتا مگر بعض موانع وحجب کے سبب فتح مکہ سے پہلے وہ اثر ظاہر ہوا -

حضرت میمونہ کے نکاح سے بیوہ پروری کے علاوہ ایک عجیب ولطیف رحیمانہ

قال موسی بن عقبۃ ثم خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العام المقبل من عام

پولیٹیکل پالیسی مدنظر تھی - **حضرت** میمونہ مکہ والی مخالفون اور آنحضرت صلی اللہ

الحدیبیة معتمرا فی ذی القعدة سنة
سبع + + + + وبعث رسول الله صلی
الله علیه وسلم جعفر بن ابی طالب بین
یدیه الی میمونة بنت الحارث بن حزن
العامریة فخطبها الیه فجعلت امرها
الی العباس بن عبد المطلب وکانت
اختها ام الفضل تحته فزوجها العباس
رسول الله صلی الله علیه وسلم + +
+ + فاقام رسول الله صلی الله علیه
وسلم بمکة ثلثا فلما اصبح یوم الرابع
اتاه سهیل بن عمرو وحویطب بن
عبد العزی ورسول الله صلی الله
علیه وسلم فی مجلس الانصار یتحدث
مع سعد بن عبادة فصاح حویطب
نناشدک الله والعقد لما خرجت
من ارضنا فقد مضت الثلث فقال
سعد بن عبادة کذبت لا ام لک
لیست بارضک ولا ارض ابائک و
الله لا نخرج ثم نادی رسول الله
صلی الله علیه وسلم حویطبا او سهیلا
فقال انی قد نکحت منکم امراة

علیہ وسلم کے جانی دشمنون کی اقربا سی تہین
انکی ہمشیرہ ام الفضل حضرت عباس رضی
اللہ عنہ کی بیوی تہی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ہجرت کے ساتوین سال عمرة
القضا کے لیے مکہ مکرمہ مین پہنچے تو آپ
نے حضرت جعفر کی وساطت سی میمونہ کو نکاح
کا پیام بہیجا۔ اُنہون نے اپنا اختیار
حضرت عباس کو دیدیا۔ حضرت عباس رضی
اللہ تعالے عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے انکا نکاح کر دیا۔ جب آنحضرت
عمرہ سے فارغ ہو گئے اور تین روز مدت
قیام مکہ کے اختتام کے بعد مکہ سے نکل جانے کا
کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے حدیبیہ کی صلح مین وعدہ لے لیا تہا
گذر گئے تو کفار مکہ اخراج کے خواہان ہوئے
اور حویطب اور سہیل حضرت میمونہ کے
رشتہ دار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس آکر بولے ہم آپ کو عہد یاد دلاکر
کہتے ہین کہ آپ مکہ سی نکل جائین۔ اب
تین دن عہد کے گذر گئے ہین۔ حضرت
سعد بن عبادہ نے حمیت حق کے جوش

فما یضرک حتی ان امکث حتی ادخل بها ونصنع الطعام فنا کل وتاکلون معنا فقالوا انا نشدک الله والعقد الاخر حبة عنا فامر رسول الله صلی الله علیه وسلم ابارافع فاذن بالرحیل ورکب رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی نزل بطن سرف فاقام بها وخلف ابارافع لیحمل میمونة الیه حین یمسی فاقام حتی قدمت میمونة ومن معها وقد لقوا اذی وعناء [illegible] فبنی بها بسرف ثم ادلج وسار حتی حتی قدم المدینه وقدر الله ان یکون قبر میمونة بسرف حیث بنی بها ۔ (زاد المعاد صـ ۴۲۰)

وفی السنة الثامنة من الهجرة اسلم عمرو بن العاص وخالد بن الولید و عثمان بن طلحة قدموا المدینة فی صفر ۔ (مجمع البحار صـ ۵۴۲ ج ۳)

مین اگر سخت الفاظ سے جواب دیا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رفق و حکمت اور پولٹیکل مصلحت کا بھرا ہوا یہ کلمہ فرمایا۔ کہ مین نے تمہاری قوم مین سے ایک عورت سے یہان نکاح کیا ہے۔ مین اس سے زفاف چاہتا ہون اور اس کے بعد کھانا پکواؤن گا جس کو ہم بھی کھائینگے اور آپ لوگ بھی کھائین (آپکے اس کلمہ طیبہ حکمیہ رفقیہ پر ہماری ہزار جان نثار ہو) ہرچند اس کلام معجز نظام اور [illegible] حکمت اور مصلحت کی بھری ہوئی نے اُسوقت ان لوگون پر انکی ناقابلیت محل کے سبب اثر نہ کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسیوقت مکہ مکرمہ سے کوچ کیا۔ اور مقام سرف (جو مکہ کے قریب ہے) مین جاکر اس رسم کو پورا کیا۔ مگر دو ہی مہینے کے بعد اس پالیسی کا یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت خالد بن[*] ولید و عمرو بن عاص و عثمان بن طلحہ جیسے اعیان اہل مکہ نے بخوشی خاطر مدینہ مین حاضر ہو کر اسلام قبول فرمایا۔ ان حالات اور واقعات کیطرف نظر کرنے سے ہر ایک منصف مزاج کو یقین ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[*] خالد بن الولید حضرت میمونہ کے بھانجے تھے انکی والدہ میمونہ کی ہمشیرہ لبابہ بنت الحارث تھی ہدایع النبوۃ صـ ۶۱۷

صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ نکاح بیوہ عورتون کی پرورش اور یتیمون کی تربیت اور جان نثار دوستون سے مواساۃ اور مخالفون کی تالیف اور مدارات کی نظر سے ہوئے تہے۔

ومع ہذا* ان اغراض وشروط کے لحاظ سے (جو نکاح سے خصوصیت کے ساتھ مقصود اور اس مین ملحوظ ہوتے ہین) بہی آپ قاصر نہین رہے ‡ **اولاد** خصوصاً نرینہ جسکو پہلے انبیا نے بہی چاہا ہے۔ اور ہر ایک انسان بالطبع اسکی خواہش رکہتا ہی ان نکاحون سے آپ کو مطلوب تہی اور نکاح کی **شرط** استطاعت وعدل بہی آپ مین بوجہ اتم پائی جاتی تہی۔

حضرت خدیجہ سے آپ کی اولاد چار لڑکیان۔ زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رض ہوئین۔ اور چار بیٹے قاسم۔ طیب۔ وطاہر اور عبداللہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (بعض علماء کا یہ قول

ولدت لہ (ای خدیجۃ) زینب ورقیۃ وام کلثوم وفاطمۃ والقاسم والطاہر والطیب و[illegible]

* اس بیان سے اس اعتراض مخالفین کا جواب مدنظر ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد نکاحون کی جو غرضین بیان ہوئی ہین (بیوہ ویتیم پروری یا مواساۃ اصدقا ومدارات اعدا) نکاح سے یہی غرضین مقصود نہین ہوتین۔ **اغراض** نکاح تو اور ہی ہین۔ جنکا بیان تمہاری کلام مین ہو چکا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان نکاحون سے صرف یتیم یا بیوہ پروری اور دوست یا دشمن نوازی منظور تہی تو یہ یون بہی ہو سکتی تہی کہ ان لوگون کی تنخواہ مقرر کر دیتے یا اور سبیل سے احسان کرتے ان عورتون کو نکاح مین کیون سمیٹ لیا اگر اتنا ہی مقصود تہا"

‡ حضرت زکریا نے اپنے لیے خدا سے فرزند نرینہ کی دعا کی تہی (دیکہو لوقا کی انجیل ب (۱) آیت ۱۳ وغیرہ) جان ڈیونپورٹ نے (جو عیسائی مذہب کا ایک مشہور مصنف ہی) آنحضرت کے متعدد نکاحون کی ہی غرض (طلب اولاد) قرار دی ہی چنانچہ اپنی کتاب عذر از طرف محمد و قرآن مین کہا ہے۔ (باقی بصفحہ ۱۹۲)

وھلاء ھؤلاء فی الجاھلیہ وادرک الاناث الاسلام فاسلمن وھاجرن و قیل الطیب والطاھر لقبان لعبد اللہ دولد فی الاسلام واول من مات القاسم ابن سنتین او سنۃ ثم مات عبد اللہ بمکۃ بعد النبوۃ لسنۃ

(مجمع البحار صفحہ ۵۲۶)

ہے کہ طیب وطاہر عبد اللہ ہی کے لقب تھے - اور لڑکے صرف دو تھے - مگر ان مین نرینہ اولاد و تھے خواہ چار حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا کی حیات میں فوت ہوگئے صرف لڑکیاں رہین سو بھی بجز ایک سیدۃ النساء کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین فوت ہوگئیں -

اس اولاد کے پیدا ہونے اور پہر فوت ہوجانے سے آنحضرت کو اپنا امتحان بھی ہوگیا کہ آپ کے وجود باجود سے اولاد کی امید ہے - اور متعدد نکاحون کی ضرورت کا احساس تک کی اولاد نرینہ فوت ہونے پر نکل آیا یہی وجہ ہے کہ آپ کے جسقدر نکاح ہوئے وہ ہجرت کے ساتوین سال تک ہوئے ہجرت کے اٹھوین سال

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ آپ پچیس ۲۵ برس کی عمر مین پچاس برس تک ایک ہی بی بی پر قانع رہے - اور جب انہون نے ترسٹھ سال کی عمر مین انتقال فرمایا - اسوقت تک ان کے ہان کوئی بیٹا نہ پیدا ہوا تھا - اب ہم پوچھتے ہین کہ یہ بات ممکن ہے کہ ایک شہوت پرست ہو اور ایسے ملک کا باشندہ ہو جہان ایک سے زیادہ نکاح کرنے جائز ہون - اور وہ شخص پچیس برس تک صرف ایک بی بی پر قانع رہے غالب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی آخر عمر کے تیرہ سال کے عرصہ مین بہت سے نکاح کیے وہ صرف فرزند کی امید مین کیے ہونگے " جان ڈیونپورٹ کی اس کتاب کے دو ترجمہ اردو زبان مین شائع ہوئی مین ایک مؤید الاسلام - دوسرا مظاہر الحق یہ عبارت مؤید الاسلام سے نقل کی گئی ہے مگر دوسرے ترجمہ کی عبارت عمدہ اور سلیس ہے

کے اخیر مہینے ذی الحجہ مین آپ کے ایک* حرم محترم سے فرزند رشید ابراہیم نامی پیدا ہوا تو پہر آپ نے کوئی نکاح# نہین کیا۔ ہجرت کے دسوین سال صاحبزادہ ابراہیم کا بہی انتقال ہوا۔ اسوقت اگرچہ اور نکاح کرنے کا سبب پہر پیدا ہوگیا تہا۔ مگر اسی سال آپ کو خدا کی طرف سے یہ علم بہی ہوگیا تہا کہ سال آیندہ کو آپ کا اپنے آپ کیطرف کوچ ہے رچنانچہ معاذ بن جبیل کو آپ نے بتادیا تہا۔ اور اس کے مطابق ہجرت کی گیارہوین سال کے [illegible] مہینے کی بارہوین تاریخ پیر کے دن کہ آپ کا اس جہان فانی سے عالم جاودانی کیطرف انتقال ہوا۔

وفی الثانیۃ فی ذی الحجۃ ولد ابراھیم رضی اللہ عنہ ابنہ واعطی مبشرہ عبدا (مجمع البحار صفحہ ۵۴۳) وابراھیم ولدت سنۃ ثمان من الھجرۃ ومات ولہ سنۃ وعشرۃ اشھر (مجمع صفحہ ۳۴۹) مات ابراھیم بالمدینۃ فی السنۃ العاشرۃ من الھجرۃ کما علیہ جمھور اھل السیر فی ربیع الاول او فی رمضان (قسطلانی صفحہ ۲۹۶ ج ۲) قال [illegible] مات ولہ سنۃ وعشرۃ اشھر (ایڈیٹر) فی العاشرۃ من الھجرۃ بعث معاذا الی الیمن وحضر موت وخرج یمشی معہ وھو راکب فقال یا معاذ انک عسی ان لا تلقانی بعد عامی فبکی معاذ (مجمع البحار صفحہ ۵۴۲)

اسیوجہ سے غالباً آپنے اور نکاح نہین کیا یا اسکا سبب کوئی اور ہوگا۔ آپکے عدل کا یہ حال تہا کہ سبہی ازواج کے نان و نفقہ مین مساوات مرعی رکہتے تہے

* وہ ماریہ قبطیہ ہے جو اسکندریہ کے بادشاہ جریج بن مینا آپکے لیے بطور تحفہ بہیجے تہے انکو اپنے حرمون مین داخل کیا نہ ازدواج مین۔

بعض روایات مین جو آیا ہے کہ آٹہوین سال اپنی فاطمہ کلبیہ اور ملیکہ کندیہ جونیہ سے نکاح کیا ہے یہ صحیح نہین ہے حافظ ابن القیم نے زاد المعاد مین کہا ہے کہ آپنی کلبیہ اور جونیہ سے نکاح کرنا چاہا تہا مگر نہ کیا"۔ اور اگر بالفرض وہ نکاح ہوئے تہے تو اس سال کے بارہوین مہینے (ذی الحجہ) سے اجس مین صاحب زادہ ابراہیم پیدا ہوئے تہے) پہلے کیے ہونگے۔

عن ابن عباس قال قبض رسول اللہ صلعم عن تسع نسوۃ یقسم منھن لثمان ۔ متفق علیہ ۔ وعن عائشۃ ان سودۃ لما کبرت قالت یا رسول اللہ قد جعلت یومی منک لعائشۃ فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقسم لعائشۃ یومین یومھا ویوم سودۃ ۔ متفق علیہ (مشکوۃ صـ۲۷۱) وعنھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج اقرع بین نسائہ (بخاری صـ۷۸۳) وعن انس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدور علی نسائہ فی الساعۃ الواحدۃ من اللیل والنھار وھن احدے عشرۃ قال قلت لانس اوکان یطیقہ قال کنا نتحدث انہ اعطے قوۃ ثلثین ۔ (بخاری صـ۴۱) وفی صحیح الاسمٰعیلی قوۃ اربعین (توشیح حاشیہ بخاری)

اور راتون کی تقسیم مین بہی برابری کرتے حتےٰ کہ سفر مین بہی اس مساواۃ کا لحاظ رکہتے ۔ اس مو قعپر قرعہ اندازی کرتے ۔ اپنی خواہش سے کسی اہلبیت کو ساتہ لے جانا اختیار نہ فرماتے ۔ خاص فعل مین (جو نکاح سے خصوصیت کے ساتہ مطلوب ہوتا ہے) بہی کسیکی حق تلفی نہ کرتے ۔

آپ کی **قوت** کا یہ عالم تہا ۔ کہ اس پیرانہ سالی مین ایک ہی ساعت مین رات یا دن کے سبہی ازواج سے ہم بستر ہوتے [illegible] جب آپ کی عادت سے واقف تہے یہ کہا کرتے کہ آپ مین تیس مرد کی قوت ہے ۔ بعض کا یہ خیال تہا کہ چالیس کی ہے ۔

اسباب مین اور بہی اقوال ہین جو اس قوت کی اور بہی وسعت ظاہر کرتے ہین مگر ہم اپنے مخاطبین مخالفین اسلام کو ان اقوال کے فہم معنے اور رہبنی سے قاصر پاتے ہین لہذا ان اقوال کی نقل و بیان سے عقل کی جرئت نہین کر سکتی ۔

جسقدر ہمنے بیان کیاہے ۔ اسپر بہی ہمارے مخاطبین اہل کتاب کو تعجب و اعتراض ہو تو وہ اپنی کتب مذہب کو نظر انصاف سے پڑہین اور ان مین حضرت داؤد* و حضرت سلیمان

* حضرت داؤد کی ایک بیوی طالوت کی بیٹی تہی اسکا ذکر کتاب اول سموئیل باب ۱۸

انکا حال دیکھکر بتائین کہ ان مین کسقدر قوت تہی - اور ان کے ازواج اور حرمون کی کثرت کس حد کو پہنچ گئی تہی - پہر انکے مقابلہ مین ہمارے حضرت کی قوت - اور ان کے صرف نوتک کثرت کیون انکے تعجب و اعتراض کا محل ہی اسپر شاید کسیکو یہ اعتراض پیدا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین اسقدر قوت تہی تو وہ عالم شباب سے لیکر پچاس سال کی عمر تک کہان پوشیدہ رہی اور حضرت خدیجہ کے ہوتے وہ کیون ظہور مین نہ آئی اسکا جواب یہ ہی کہ اسوقت آپ نے قناعت اختیار فرمائی اور حضرت مسیح علیہ السلام سے

۔ آیة ۷ ۲ مین ہے) اس کے ہوتے داود رہو مین (جنکا ذکر اسی کتاب کے باب ۲۵ آیة ۴۴ مین ہے - پہر ان تین کے ہوتے چار عورتین اور نکاح مین آئین (جنکا ذکر کتاب دوم سموئیل باب ۳ آیة دو سے ۶ تک ہی) پہر ان سات کے ہوتے اور بہت سی عورتین اور حرمون کو نکاح مین لائے - جنکا ذکر (دوم) سموئیل [illegible]

حضرت سلیمان کی سات سو بیویان تہین اور تین سو حرم (دیکھو اول سلاطین باب ۱۱ - آیة ۳ حضرت سلیمان کی نسبت عیسائی اگر یہ کہین کہ وہ نبی نہ تہے - یا یہ کہ ان کا یہ فعل خداوند تعالی کو پسند نہین آیا - تو اسکا ایک جواب یہ ہے کہ اول سلاطین کے باب ۶ - آیة ۱۱ مین حضرت سلیمان پر کلام خدا کا نازل ہونا بیان ہوا ہے جو نبوت کی دلیل ہے - دوسرا یہ کہ اس مقام مین جہان حضرت سلیمان کی کثرت ازواج کا ذکر ہے اس کثرت کا ناپسند ہونا مذکور نہین بلکہ اس قسم کی عورتون کا ناپسند ہونا جنکو حضرت سلیمان نے پسند کیا تہا -

قطع نظر اس سے ہمکو اس مقام مین حضرت سلیمان کے فعل سے بحث نہین بحث صرف یہ ہے کہ ان مین اسقدر قوت تہی جسکو وہ اسقدر ازواج مین صرف کرتے تہے ایسا ہی آنحضرت صلعم کو سمجہنا چاہیے جنکی نعل کا استحسان بخوبی ثابت ہو چکا ہے - انبیا مین یہ قوت بطور خرق عادت پائی گئی ہی جسکا عقلی سر ہم اس خوف سے بیان نہین کرتے کہ مخاطبین کے عقول م

(جو باوصف قوت رجولیت ہمیشہ مجرد رہی تہی) فی الجملہ مشابہت ثابت کی

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا کے انتقال کے بعد آپ نے ان برکات وحسنات کیطرف جو اس مردانہ قوت کے نتائج ہین توجہ فرمای اور حضرت داود علیہ السلام سے مشابہت ظاہر کی۔

ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوصاف انبیا سابقین کے جامع تہے اور اس مصرعہ کے مصداق سے ؎ آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری۔ اس لیے آپ سے مختلف اوقات مین مختلف صفات انبیا کا ظہور ہوا۔ جسکا نتیجہ ایسا ظاہر ہوا جو پہلے انبیا کے اوصاف خاصہ سے ظاہر نہ ہوا تہا آپ کی وصف مشابہہ حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ ثابت کیا کہ اخیر عمر مین جو آپ سے کثرت ازدواج وقوع مین آے اسمین نفس پروری یا شہوت پرستی کا دخل نہ تہا۔ ہوتا تو اسکا ظہور عالم شباب مین ہوتا۔ اور آپ کی وصف مشابہ حضرت داود [illegible] آپ سے اوائل عمر مین ہوی اسمین عجز ودرماندگی کا دخل نہ تہا۔ ایسا ہوتا تو پیرانہ سالی مین اسکا خلاف ظہور مین نہ آتا۔

آپ بالکل مجرد رہتے تو آپ کے دشمن اس وصف کمال کو نامردی پر حمل کرتے صرف ایک پر اکتفا کرتے تو کم طاقتی اور ستر بی بی اور بے جادری کا مصداق خیال کرتے شروع شباب ہی سے آپ اپنی قوت کو پورے طور پر کام مین لاتے تو آپ کے دشمن آپ پر نفس پروری کا الزام قائم کرتے خدا تعالے نے ان دو متضاد وصفون کے اظہار نتیجہ سے آپ کو دونو الزامون سے بری کیا۔

بالجملہ آپ کے متعدد نکاح جو اخیر عمر مین ہوے تہے نفسانی اغراض پر مبنی نہ تہے اور ان اغراض سے بہی خالی نہ تہے جو نکاح سے خصوصیت کے ساتہہ مد نظر ہوتے ہین و معہذا ان نکاحون کے اعلی مقاصد روحانی اغراض تہے۔ اور آپ بوجہ سے حکم تحدید

سے جوابدت کو لیے ہے مستثنیٰ تھے۔ جیساکہ حضرت شاہ ولی اللہ اور ایک جماعت سلف کا خیال و مقال ہے۔ یہ حکم سوم کا تتمہ ہے اب بقیہ احکام نکاح کو بیان کیا جاتا ہے۔

چوتھا حکم

عورتون کے حقوق معاشرت مردون کے ذمہ ویسے ہی ہین جیسے مردون کے عورتون پر دستور کے موافق اُن ہین ان مین صرف رتبہ کا فرق ہے کہ مرد انکی افسیر ہین اور وہ ماتحت + + + یہ حکم ایک آیۃ قرآنی کا ٹہیک ترجمہ ہے جسکو حاشیہ

> ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجۃ (بقرہ ع ۲۹)

مین نقل کیا گیا ہے۔ اور اس رتبہ (افسری و ماتحتی) کے وجوہات ایک اور آیۃ مین بیان ہوئے ہین جسکا مضمون یہ ہے کہ مرد عورتون کے حاکم یا افسر ہین (ایک تو اسلیے) کہ خدا نے [illegible] ایک گروہ (مردون) کو دوسرے گروہ (عورتون) پر قدرتی قوی و صفات مین غلبہ دیا ہے دوسری وجہ یہ کہ وہ مال خرچ کرتے ہین لہذا نیک عورتین وہی ہین جو خاوندون کے حکم بردار ہون اور انکی پیٹھ پیچھے (انکی مال ابرو وغیرہ امور کی جو انکے سپرد ہون) حفاظت کرین۔ اس احسان کے بدلے کہ خدا انکی حفاظت کرتا ہے (یعنے ان کے خاوندون سے کراتا ہے)۔

> الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا فالصلحت قانتت حفظت للغیب بما حفظ اللہ (سورہ نساء ع ۷)

اس آیت مین قدرتی افسری کی دو وجہ بیان ہوئی ہین پہلی وجہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگرچہ بعض صفات (خوبصورتی۔ نازک اندامی۔ بعض امور خانہ داری تربیت اولاد وغیرہ) مین عورتون کو مردون پر غلبہ ہے۔ مگر اکثر اوصاف مین جسکو قوت عقلیہ اور عملیہ سے تعلق ہے اور وہ تمدن خانہ داری سے پورا تعلق رکہتی ہین۔ مردون کو عورتون پر غلبہ ہے۔ مختلف ممالک اور مختلف ازمنہ کے حالات دیکہنے سننے سے یقینی تجربہ ہو چکا ہے

کہ مرد عموماً عورتون کی نسبت عقل مین زیادہ ہوتے ہین علوم وصنائع کی کمالات مین۔ فائق
مشقت۔ قوت۔ اور شجاعت کی کامون مین ان سی برتر۔

جو لوگ اُسوقت کی بعض تعلیم یافتہ یوروپین لیڈیون کو مردون کے مساوی یا ان سے بڑھکر
سمجھتے ہین۔ وہ ان کا مقابلہ موازنہ کرنے مین دو غلطیان کرتے ہین۔ ایک یہ کہ ان
عورتون کا مقابلہ اپنے ملک کے نالائق مردون سے کرتے ہین۔ ان لیڈیون کے ہم وطن
وہم جنس مردون سے نہین کرتے دوسری غلطی یہ کہ صرف ان کے موجودہ صفات
تعلیم وغیرہ) کو جو قوت عقلیہ کے متعلق ہین پیش نظر رکھتے ہین اور ان کے مفقودہ صفات
(تہور۔ شجاعت وغیرہ) کو جو قوت عملیہ اور جسمانی طاقت کی متعلق ہین خیال مین نہین لاتے
اور اگر وہ ان کا مقابلہ ان ہی کے ہموطن مردون سے کرین۔ اور ان مردانہ صفات کو
جو ان مین مفقود ہین پیش نظر رکھین تو انکو ہرگز مردون کے مساوی قرار نہ دین
[illegible] سرکاری خزانہ کے دفترون
کتب خانون۔ تجارت گاہون وغیرہ مین وہ مردون کی جگہہ کام کرتی ہین"۔ وہ لوگ بہت
دہوکہ کہاتے ہین مگر یہ نہین سوچتے کہ ان حالات کی ساتہہ بہی وہ وہان کے مردون کے
مساوی نہین ہین۔ اور نہ آیندہ مساوی ہوسکین گی۔

عورتون مین مردون کی نسبت قدرتی جسمانی کمزوری ومعذوری ایسی ہے کہ وہ انکو مردون
کے مساوی کبہی نہ ہونے دیگی چہ جائیکہ وہ ان سی فائق ہوسکین۔

کیا عورت جسکو حمل و رضاعت (دودہ پلانے) کی حالت لازمی ہے کمر کس کر بندوق اٹہاسکیگی
یا توپ چلانے مین انکی برابری کرے گی۔ یا تلوار کے میدان مین سینہ سپر ہوگی یا کسی ہر آن
غنیم کے حملہ کے وقت اپنے گہر والون یا قوم کی محافظت کے لیے گہر سے باہر نکل سکیگی۔ یا وہ
حیض ونفاس کی حالت مین جو اسکے لیے نادر الوقوع نہین ہے۔ دینی خدمات* امامت وغیرہ

* اس نظر سی اسلام مین عورت کی امامت صحیح نہین اور عیسائیون مین بہی یہ مسئلہ زیر بحث ہی کہ عورت خادم الدین ہوسکتی ہی یا
نہین ایکدفعہ امریکہ مین اس مسئلہ پر بحث ہوئی تو پادریون کے غلبہ سے اسمین یہ امر ناجائز قرار دیا گیا۔

ادا کر سکین گی

اور یہ جملہ امور مردون سے وقوع مین آتے ہین - وہ اپنی بیوی - بچون اور قوم کی محافظت وحمایت کے لیے سینہ سپر ہوتے ہین - ان کی جان وآبرو بچانے کو اپنی جان توپ - تلوار کے آگے کرتے ہین وعلی ہذا القیاس -

دوسری وجہ کی تفصیل محتاج بیان نہین ہے - کس ملک اور کس زمانہ اور کس قوم کا آدمی یہ علم نہین رکہتا کہ شادی کے وقت سے وقت فراق تک (طلاق سے ہو خواہ موت سے) مال خرچ کرنے کا متحمل مرد ہی ہوتا ہے - عورتین عمومًا نہ تو اپنے خرچ کی کفیل ہوتی ہین نہ اپنے خاوند کے خرچ کی - باوجودیکہ نکاح کے فوائد و نتائج (انس - لذت - اولاد - کثرت انصار واحباب وغیرہ) سے دونو بالاشتراک نفع اٹہاتے ہین - بلکہ بعض فواید سے (جیسے چھوٹے بچون کا ہر [illegible]

ان دو وجہ سے قرآن کا یہ دعوے کہ مردون کو عورتون پر افسری کا رتبہ ہے بخوبی ثابت ہے -

اب ہم ان حقوق معاشرت کی بطور **تمثیل** کسیقدر تفصیل کرتے ہین جن مین اسلام نے عورتون کو مردون کے برابر حقوق عطا کیے ہین جس سے یہ ثابت ہو کہ اس افسری وماتحتی کے ساتہہ عورتون کا کوئی حق جو قدرت نے انکو عطا کیا ہے تلف نہین ہوا - بلکہ قدرتی حقوق نسوان کا عین استحکام عمل مین آیا ہے -

مردون کا عورتون پر اصلی حق (جسکا ادا کرنا عورتون کا لازمی فرض ہے) یہ ہے کہ وہ اس کام مین جو نکاح سے خصوصیت کے ساتہہ مطلوب ہوتا ہے ہر وقت انکی فرمانبردار رہین جب وہ اس کام کے لیے انکو بلاوین وہ اس سے الوسع انکار کرین - اور اسکام کو وہ اپنے ہی خاوندو نکا حق سمجہین دوسری کو اس حق مین شریک نکرین اور نہ اوسکو ذرایع ووسائل (خلوت ہمصاحبت رمی) نسبت

ملامست بلا ہمراہی محرم مسافرت وغیرہ) مین انکو شریک بنادین ۔ اور اس فرض کو پورا کرنیکی غرض سے وہ خاوندکی گہر مین ہمیشہ حاضر رہین کبہی بلا اجازت خاوند غیر حاضر نہ ہون اوسکی بدلے اور اسکی مثل عورتونکا حق مردون پر یہ ہے کہ وہ بہی ان کی خاص ضرورت کو (جو نکاح سے مطلوب ہوتی ہے) اور باقی سبہی خانگی ضرورتون کو (جو کہانے پینے ۔ پہننے ۔ رہنے کے متعلق ہون) پورا کرین ان ضروریات کے علاوہ مالی احسان سے بہی انکا اعزاز واکرام کرین (جو شرعًا ادای مہر کہلاتا ہی)

مردون کا عورتون پر دوسرا حق (جسکا ایفا عورتون کا اختیاری فرض ہے) یہ ہے ۔ کہ وہ ان کے مال و اولاد کی محافظت کرین ان کے کہانے پینے پہننے کی ضروریات مین انکو مدد دین اسکی بدلے اور اسکی مثل عورتونکا حق مردون پر یہ ہے کہ وہ قدر و حسب فضل سابق کے علاوہ بہی انپر مالی احسان کرین [illegible] ان کے مفوضہ کامون مین زر سے یا ذات سے (جسکے وہ لائق ہون) انکو مدد دین ۔

مردونکا عورتونپر تیسرا حق یہ ہے کہ وہ انکو اپنا افسر و حاکم سمجہکر ہمیشہ انکا ادب* و تعظیم ملحوظ رکہین کبہی گستاخانہ فعل یا قول سے انکا مقابلہ نہ کرین ۔ اور نہ انکی اطاعت سے خارج ہون ادب و تعظیم تو انکا دائمی فرض ہے اور بہر حال لازمی ۔ اطاعت بہی پہلے فرض کے ادا کرنے مین لازمی ہے مگر دوسرے فرض کے ادا کرنے مین اُسوقت

* عورت کو مرد کا ادب و اطاعت اور عورت کو خاوند سے محبت کرنے کا حکم عیسائی مذہب مین بہی ہے ۔ افسیون کے نام پولس کے خط باب ۵ مین ہے ۲۲ اے عورتو تم اپنے شوہرون کی ایسی فرمانبردار رہو جیسے خداوند کی ۲۴ جیسے کلیسیا مسیح کی فرمانبردار ہے ویسے ہی جوروان ہر بات مین اپنے شوہرون کی ہووین ۲۸ یونہی مردونپر لازم ہے کہ اپنے جورؤن کو ایسا پیار کرین جیسے اپنے بدن کو ۳۳ عورت اپنے شوہر کا ادب کرے ۔ اسی حکم کے موجب اسوقت کے مہذب اور آزادی پسند عیسائی نکاح وقت عورت سے فرمانبرداری شوہر کا اقرار کرالیتے ہین گو اسکی تعمیل نہین ہوتی ۔ یا کم ہوتی ہے ۔

تک لازمی ہو جبتک وہ اس فرض کی متعہد و ذمہ وار بنی رہین اس فرض کے تعہد سے وہ بادب معافی چاہکر سبکدوش ہو جائین تو پھر اس مین اطاعت اختیاری ہو جاتی ہے -
اس کے مقابلہ مین اور اس کی مثل عورتون کا مردون پر یہ حق ہے کہ وہ ان سے محبت و خوش خلقی سے پیش آوین اور ان پر ایسے جابرانہ احکام نہ لگاوین جو دستور کے موافق نہ ہون - اور ان کی حیثیت اور طاقت سے باہر ہون - اور ان کی خفیف تقصیرات اور نافرمانیون سے چشم پوشی کرین - کوئی ایسی ہی سخت نافرمانی اور بدزبانی دیکھین - تو اسپر بھی ان کو غلامون کی طرح نہ مارین - اور نہ یکایک طلاق دے دین - بلکہ اس حکمت اور ترتیب سے ان کی تادیب کرین کہ پہلے ان کو زبانی فہمایش کرین اس سے وہ مطیع نہ ہون تو ان کو ہم بستری سے محروم کرین - اس سے بھی وہ منفعل نہ ہون تو خفیف سا مارین (جس مین منہ پر ضرب نہ آوے) اُس سے بھی ان کی اصلاح نہ ہو اور ان دونو مین اَن بن رہے - تو اِس امر کی تحقیق کے لئے کہ اِن دونون مین قصوروار کون شخص ہے - ایک کمیشن قایم کیا جائے - جس مین مرد اور عورت دونون کے رشتہ دارون مین سے ایک ایک منصف منتخب ہو - اور وہ منصف جس شخص کو قصوروار اور اپنی فرض کے ادا کرنے مین گنہگار سمجھے اس کو معقول اوراس فرض کے ادا کرنے پر مجبور کرین - اور ان مین مصالحت و موافقت کردین - اور اگر وہ مصالحت کی کوئی صورت نہ پاوین اور ان مین جدائی کرانے کو ہی پسند کرین - تو جدائی کرادین - عورت کا قصور ثابت ہو تو اس سے خاوند کو مہر وغیرہ مال واپس دلائین مرد قصوروار ہو تو بلا واپسی مہر طلاق دلائین -
اِسی قسم کے اور حقوق ہین جن مین مرد و عورت مین مساواۃ قائم کی گئی ہے اور ان حقوق کے مطالبہ کا فریقین کو مساوی حق دیا گیا ہے - چنانچہ آیات

اور احادیث ذیل مین ہمارے اِس دعوےٰ کا کافی ثبوت موجود ہی۔

(۱) آیۂ سابق الذکر (جس مین مردون کی افسری بیان ہوئی ہے اور عورتون کی محکومی کا) کے

والّٰتی تخافون نشوزھن فعظوھن و
اھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان
اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا
ان اللہ کان علیا کبیرا ۔ وان خفتم
شقاق بینھما فابعثوا حکما
من اھلہ وحکما من اھلھا ان یریدا
اصلاحا یوفق اللہ بینھما ان اللہ
کان علیما خبیرا (نساع ۶)

اما الوعظ فانہ یقول لہا اتقی اللہ
فان اصرت علی ذلک النشوز فعند
ذلک یھجرھا فی المضجع ثم عند ھذہ
الھجرت ان بقیت علی النشوز ضربھا
ومنھم من قال ینبغی ان یکون الضرب
بمندیل ملفوف او بیدہ و لا یضربھا
بالسیاط ولا بالعصاء وبالجملۃ فالتخفیف
مراعی فی ھذا الباب علی ابلغ الوجوہ
ولما ذکر عند نشوز المراۃ ان الزوج
یعظھا ثم یھجرھا ثم یضربھا بین انہ
لم یبق بعد الضرب الا المحاکمۃ الی من

متصل ہی ارشاد ہوا ہے۔ جن عورتون سے تمکو یہہ خوف ہو کہ وہ تمہارے حکم سے (خاص کام کے متعلق ہو خواہ اور امور معروف کے) سر اٹھاتی ہین۔ ان کو (پہلے زبانی سمجھاؤ دپھر) سونے مین جدا کرو۔ وہ تمہارا حکم مان لین تو ان پر کوئی اور راہ نکالو خدا سب سے اوپر اور بڑا ہے (لوگو) اگر تمکو یہہ ڈر ہو کہ ان میان بیوی کی آپس مین اَن بن ہے تو ایک منصف مرد کی جانب سے کھڑا کرو ایک عورت والون سے یہ دونو صلح چاہینگے تو خدا ان مین ملاپ کرویگا وہ سب کا حال جانتا ہے خبردار ہے ؎

مارنے کی تفسیر حدیث مین (جس کا ذکر عنقریب آتا ہے) یہ ہوئی کہ سخت نہ مارے۔ تفسیرون مین لکھا ہے کہ چابک یا لاٹھی سے ایسا نہ مارے جس سے ہڈی ٹوٹ جائے یا زخم ہو جائے بلکہ ہاتھ سے

ینصف المظلوم من الظالم

(کبیر صفحہ ۳۱۷ جلد ۳)

واضربوھن غیر مبرح ولا شائن (بیضاوی صفحہ ۱۸۲ والمعالم صفحہ ۱۲۷)

قیل ھو ان یضربھا بالسواک (فتح البیان صفحہ ۵۵)

ای علی الحکمین ان یسعیا فی اصلاح ذات البین جھدھما فان قدرا علی ذالک عملا علیہ وان اعیاھما اصلاح حالھما ورایا التفریق بینھما جاز لھما ذلک من دون امر من الحاکم فی البلد ولا توکیل بالفرقۃ من الزوجین وبہ قال مالک والاوزاعی واسحق وھو مروی عن عثمان وعلی وابن عباس والشعبی والنخعی والشافعی وحکاہ ابن کثیر عن الجمہور قالوا لان اللہ تعالی قال فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا وھذا نص من اللہ سبحانہ انھما قاضیان لا وکیلان ولا شاھدان وقال الکوفیون وعطاء وابن زید والحکم وھو احد قولی الشافعی ان التفریق ھو الی الامام او الحاکم فی البلد لا الیھما ما

مارے یا مسواک سے یا لپٹے ہوئے رومال یا کپڑے سے۔

اِس آیہ مین گو منصفون کی تجویز مفارقت کے واجب العمل ہونے کا صریح ذکر نہین ہے مگر اس تجویز کا واجب العمل ہونا ان کو منصف قرار دینے سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ مین ایسا واقعہ پیش آیا تو آپ نے کمیشن قائم کرکے ان کو اس امر مین مجاز و مختار فرمایا کہ وہ مناسب سمجھین تو ان مین صلح کرا دین۔ تفرقہ مناسب سمجھین تو تفرقہ کرا دین۔

امام مالک و اسحق و اوزاعی وغیرہ اس سے یہہ استنباط کرتے ہین۔ کہ منصفون کو بلا حکم حاکم وقت و بلا اجازت زوجین تفریق کا اختیار حاصل ہے اگر وہ تفریق کو مناسب سمجھین۔

امام ابو حنیفہ اور ایک روایت مین امام شافعی کا یہہ قول ہے کہ حاکم وقت کی اجازت یا زوجین کی وکالت سے ان کو یہہ اختیار حاصل ہوتا

لم یکلفہما الزوجان او یامرہما الامام او الحاکم (فتح البیان صفحہ ۵۵)

ہے*

ایک[2] اور آیت مین ارشاد ہوا ہے

ایمان والو تم کو حلال نہین کہ تم زبردستی عورتون کے وارث بنو اور ان کو اسلئے

یا ایہا الذین امنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھا ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما اتیتموھن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ وان اردتم استبدال زوج مکان زوج و اتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا اتاخذونہ بہتانا واثما مبینا۔ وکیف تاخذونہ وقد افضی بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقا غلیظا (نساع ۴)

روک نہ رکھو کہ ان سے اپنے دیئے ہوئے مال سے کچھ واپس لو۔ بجز اس حالت کے کہ وہ کھلی بے حیائی* کرین۔ ان سے تم دستور کے موافق گزران کرو وہ تم کو اچھی نہ لگین۔ تو شاید تم کو ایک چیز بُری لگے اور خدا اس مین بہت سے خوبی رکھے۔ اور اگر تم ایک عورت کی جگہ دوسری بدلنا چاہو اور اس کو بہت سا مال دے چکے ہو۔ تو اس کو واپس نہ لو کیا اوس کو ناحق اور صاف گناہ سے لیتے ہو۔ اور تم اسکو کیونکر لے سکتے ہو۔ جب ایک دوسری سے ہم بستر ہو چکے ہو اور وہ تم سے گہارا عہد لے چکی ہین*

عورت کے زبردستی وارث بننے کی کئی **صورت** ہین **ازانجملہ** ایک صورت بعض مفسرین نے یہہ بیان کی ہے۔ کہ وہ عورتون سے بلا رغبت وحاجت صرف

* کھلی بیحیائی زنا ہے۔ اور خاوند اور اُس کے رشتہ دارون کو بُرا کہنا اور تکلیف دینا۔ (دیکھو تفسیر کبیر صفحہ ۲۵۶ جلد ۳)

قیل الخطاب رای فی قوله ترثوا وتعضلوا) مع الازواج - کانوا یحبسون النساء من غیر حاجة ورغبة حتی یرثوا منهن (اشارة الی بیان ولا یحل الخ) او یختلعن بمهرین (بیان لقوله وتعضلوهن)

(بیضاوی مع حاشیہ ص۱۲۶)

المخاطب فی قوله ولا تعضلوهن من هو فیه اقوال الاول ان الرجل منهم قد کان یکره زوجته ویرید مفارقتها فکان یسیئ العشرة معها ویضیق علیها حتی تفتدی منه نفسها بمهرها وهذا القول اختیار اکثر المفسرین فکانه تعالی قال لا یحل لکم التزوج بهن بالاکراه وکذلک لا یحل لکم بعد التزوج بهن العضل والحبس لتذهبوا ببعض ما اتیتموهن -

(کبیر ص۲۵۶ جلد ۳)

اس نیّت سے نکاح کر لیتے کہ وہ مرین تو وہ لوگ ان کے وارث بنین - **روک رکھنے کی** اکثر مفسرین نے **یہہ صورت بیان کی ہے** - کہ جو لوگ اپنی عورتون سے ناخوش ہوتے تھے اور ان کو چھوڑنا چاہتے وہ اس نیّت سے ان کو تنگ کرتے اور بدسلوکی کر پیش آتے تھے کہ وہ اپنے بدلے مال دیکر اپنے آپ کو ان سے چھڑائین - اس صورت مین ان مال لینے کو خداوند تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے - صرف اسی صورت مین مال واپس لینے کو جائز کیا ہے کہ عورتین کھلی بے حیائی کی مرتکب ہون ومعہذا وہ اپنے بدلے مال دے کر خاوندون سے جُدا ہونا چاہین - اور خاوند بھی ان کو چھوڑ دینا پسند کرین +

(۴) ایک **اور آیہ مین** ارشاد ہوا ہے کہ تم کو حلال نہین کہ جو کچھ تم عورتون کو دے چکے ہو (مہر یا اور بخشش)

ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموهن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود الله

اس مین سے کچھ واپس لو بجز اس حالت کے کہ دونو کو یہہ ڈر ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو

قیل الخطاب رای فی قولہ ترثوا وتعضلوا مع الازواج - کانوا یحبسون النساء من غیر حاجۃ ورغبۃ حتی یرثوا منہن (اشارۃ الی بیان ولا یحل الخ) او یختلعن بمہرہن (بیان لقولہ وتعضلوہن)

(بیضاوی معہ حاشیہ ص۱۰۷)

المخاطب فی قولہ ولا تعضلوہن من ھو فیہ اقوال الاول ان الرجل منہم قد کان یکرہ زوجتہ ویرید مفارقتہا فکان یسیئ العشرۃ معہا ویضیق علیہا حتی تفتدی منہ بمہرہا وھذا القول اختیار اکثر المفسرین فکانہ تعالیٰ قال لا یحل لکم التزوج بہن بالاکراہ وکذلک لا یحل لکم بعد التزوج بہن العضل والحبس لتذہبوا ببعض ما اتیتموہن -

(کبیر ص۲۵۶ جلد ۳)

اس نیت سے نکاح کر لیتے کہ وہ مریں تو وہ لوگ ان کے وارث بنیں -

روک رکھنے کی اکثر مفسرین نے **یہہ صورت بیان** کی ہے - کہ جو لوگ اپنی عورتوں سے ناخوش ہوتے تھے اور ان کو چھوڑنا چاہتے وہ اس نیت سے ان کو تنگ کرتے اور بدسلوکی کر پیش آتے تھے کہ وہ اپنے بدلے مال دیکر اپنے آپ کو ان سے چھڑائیں - اس صورت میں ان مال لینے کو خداوند تعالیٰ نے [illegible] صرف اسی صورت میں مال واپس لینے کو جائز کیا ہے کہ عورتیں کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں و معہذا وہ اپنے بدلے مال دیکر خاوندوں سے جدا ہونا چاہیں - اور خاوند بھی ان کو چھوڑ دینا پسند کریں ٭

(۳) ایک اور **آیہ میں** ارشاد ہوا کہ تم کو حلال نہیں کہ جو کچھ تم عورتوں کو دے چکے ہو (مہر یا اور تحفے) اس میں سے کچھ واپس لو بجز اس حالت کے کہ دونوں کو یہہ ڈر ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو

ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموہن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ

قال خفتم الا یقیما حدود الله فلا جناح علیهما فیما افتدت به (بقرہ ع ۲۹)	(جو حقوق ازواج کے لئے مقرر کی ہین) قائم نہ رکھ سکین گے - یہہ ڈر ہو تو عورت اپنے بدلے کچھ دیکر اپنے آپ کو چھوڑائے

تو ان کو گناہ نہین -

اس آیہ مین بھی اسی حالت مین خاوند کو مال لینا حلال کیا گیا ہے جس حالت مین عورت کا قصور ہو - وہ کھُلی بے حیائی کی مرتکب ہو - اور خاوند سے جُدا ہونا چاہے - اس حالت مین حلال نہین کیا گیا - کہ مرد قصوروار ہو - اور بلا قصورِ زوجہ اوس کو طلاق دینا چاہے *

امام رازی نے تفسیر کبیر مین اس آیہ کے ذیل مین کہا ہے - کہ جبکہ خداوند تعالیٰ نے یہہ حکم دیا [illegible] تو اس آیہ مین

واعلم انه تعالی لما امران یکون التسریح مقرونا بالاحسان بین فی هذه الایة ان من جملة الاحسان انه اذا طلقها لا یاخذ منها شیئا من الذی اعطاها من المهر والثیاب وسائر ما تفضل به علیها وذلك لانه ملك *بعضها واستمتع بها فی مقابلة ما اعطاها فلا یجوز ان یاخذ منها شیئا ویدخل فی هذا النهی ان یضیق علیها	یہہ بیان فرمایا کہ یہہ بات بھی داخلِ احسان ہے کہ جب کوئی اپنی عورت کو طلاق دے تو جو کچھ وہ اوس عورت کو دے چکا ہو (مہر یا لباس یا اور بخشش) اس مین سے کچھ بھی واپس نہ لے - کیونکہ وہ اس کے شرمگاہ کا مالک اسی مال کے بدلے ہوا اور اس سے نفع اُٹھا چکا ہے اَب اسکو حلال نہین کہ اس مین سے کچھ بھی لے - اسی مین یہ فعل بھی داخل ہے کہ وہ اوس کو

* ھکذا فی الاصل والصحیح بضعها بتقدیم الصاد علی العین -

قال خفتم الا یقیما حدود الله فلا جناح علیهما فیما افتدت به (بقرہ ع ۲۹)

(جو حقوق ازواج کے لئے مقرر کی ہین) قائم نہ رکھ سکین گے ۔ یہہ ڈر ہو تو عورت اپنے بدلے کچھ دیکر اپنے آپ کو چھوڑا ئے تو ان کو گناہ نہین ۔

اس آیہ مین بھی اسی حالت مین خاوند کو مال لینا حلال کیا گیا ہے جس حالت مین عورت کا قصور ہو ۔ وہ کھلی بے حیائی کی مرتکب ہو ۔ اور خاوند سے جدا ہونا چاہے ۔ اس حالت مین حلال نہین کیا گیا ۔ کہ مرد قصوروار ہو ۔ اور بلا قصور زوجہ اوس کو طلاق دینا چاہے ؛

امام رازی نے تفسیر کبیر مین اس آیہ کے ذیل مین کہا ہے ۔ کہ جبکہ خداوند تعالی نے یہہ حکم دیا کہ عورت [illegible] ہو تو اس آیہ مین

واعلم انه تعالی لما امران یکون التسریح مقرونا بالاحسان بین فی هذه الایة ان من جملة الاحسان انه اذا طلقها لا یاخذ منها شیئا من الذی اعطاها من المهر والثیاب وسائر ما تفضل به علیها وذلك لانه ملك [illegible] او استمتع بها فی مقابلة ما [illegible] یجوز ان یاخذ منها شیئا [illegible] حل فهذا النهی از یضیق علیها

یہہ بیان فرمایا کہ یہہ بات بھی داخل احسان ہے کہ جب کوئی اپنی عورت کو طلاق دے تو جو کچھ وہ اوس عورت کو دے چکا ہو (مہر یا لباس یا اور بخشش) اس مین سے کچھ بھی واپس نہ لے ۔ کیونکہ وہ اس کے شرمگاہ کا مالک اسی مال کے بدلے ہوا اور اس سے نفع اٹھا چکا ہے اب اسکو حلال نہین کہ اس مین سے کچھ بھی لے ۔ اسی مین یہ فعل بھی داخل ہے کہ وہ اوس کو

* ھکذا فی الاصل والصحیح بضعها بتقدیم الصاد علی العین ۔

لیلجئها الی الافتداء کما قال فی سورة النساء ولا تعضلوهن لتذهبوا ببعض ما اتیتموهن وقوله ههنا الا ان یخافا ان لا یقیما حدود الله هو کقوله هنالک الا ان یاتین بفاحشة مبینة

× × × × ×

الاقسام الممکنة فی هذا الباب اربعة لانه اما ان یکون هذا الخوف حاصلا من قبل المراة فقط او من قبل الزوج فقط او لا یحصل الخوف من قبل واحد منهما او یکون الخوف حاصلا من قبلهما معا (اما القسم الاول) وهو ان یکون هذا الخوف حاصلا من قبل المرءة وذالک بان تکون المرأة ناشزة مبغضة للزوج فهنا یحل للزوج اخذ المال منها والدلیل علیه ما رویناه من حدیث جمیلة مع ثابت لانها اظهرت البغض فجوز رسول الله صلی الله علیه واله وسلم لها الخلع ولثابت الاخذ فان قیل فقد شرط تعالی فی هذه الایة خوفهما معا فکیف

تنگ کرے تاکہ وہ ناچار ہوکر اپنے بدلے مہر واپس دینے پر راضی ہو جائے جسکا ذکر سورہ نساء مین (یعنی آیہ نمبر ۲ مین) ہو چکا ہے کہ "تم اون کو اسلئے نہ روک رکھو کہ اپنے دیئے مال سے کچھہ واپس لو" ۔ اور اس مقام مین جو ارشاد ہوا ہے کہ بجز اس حالت کے کہ دونون کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدین قائم نرکھینگے یہ ویسا ہی ارشاد ہے جو سورہ نساء (آیہ نمبر ۲ مین) مین ہوا ہے کہ بجز اس حالت کے کہ عورتین کھلی بے حیائی کی مرتکب ہون ایسے عورتون ہی کی بے حیائی کے خوف کے وقت مہر واپس لینا جائز ہے نہ مرد کے قصوروار ہونے کے وقت)

اس مدعا کی تفصیل امام رازی نے اس تقریر سے فرمائی ہے کہ اس باب مین چار قسم کی صورتین پیش آنی ممکن ہین اول یہ کہ اللہ کی حدون کو قائم نرکھنے کا خوف عورت کی طرف سے ہو۔ دوسری یہ کہ یہہ خوف مرد کی جانب سے ہو تیسری یہ کہ یہہ خوف کسی سے جانب سے نہ ہو۔

قلتم انه یکفی حصول الخوف منها فقط قلنا سبب هذا الخوف وان کان اوله من جهة المرأة الا انه قد یترتب علیه الخوف الحاصل من قبل الزوج لان المرأة تخاف علی نفسها من عصیان الله فی امر الزوج وهو یخاف انها اذا لم تطعه فانه یضربها ویشتمها وربما زاد علی قدر الواجب فکان الخوف حاصلا لهما جمیعا فقد یکون ذلك السبب من الافعال بان یجوز ان تکره المرأة مصاحبة ذلك الزوج لفقره او لقبح وجهه او لمرض منفر منه وعلی هذا التقدیر تکون المرأة خائفة من معصیته*

چوتھی یہ کہ دونو جانب سے ہو۔

قسم اوّل کی یہہ صورت ہے۔ کہ عورت نافرمان ہو اور مرد سے بغض رکھتی ہو اس صورت مین مرد کو اگر وہ عورت کی درخواست پر اس کو طلاق دینا پسند کرے۔ مال واپس لینا حلال ہے۔ اس پر دلیل وہ حدیث† ہے۔ جس مین جمیلہ سے اوس کے شوہر ثابت کا مال واپس لینا بیان ہوا ہے اس صورت پر کوئی اگر یہہ اعتراض کرے کہ آیہ مین تو دونو کے خوف کا شرط لگایا گیا ہے اور تم نے صرف عورت کی جانب سے خوف کو مال دلانے کے لئے کافی کہا ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ اس صورت مین خوف کا سبب اوّلاً اگرچہ عورت ہی کی جانب سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر مرد کی جانب سے

† یہ حدیث صحیح بخاری صفحہ ۷۹۴ وغیرہ کتب حدیث مین اور تفسیر کبیر جزء ۳ صفحہ ۳۰۶ وغیرہ تفاسیر مین منقول ہے جسکا خلاصہ مضمون یہ ہو کہ ثابت بن قیس اپنی عورت جمیلہ بنت عبداللہ سے کمال محبت رکھتا تھا۔ اور وہ اوس سے کمال عداوت کیونکہ وہ پست قامت تھا۔ سیاہ رنگ۔ اور بدصورت اور جمیلہ خوبصورت تھی جمیلہ نے طلاق کی درخواست کی تو اوس نے باغ کی واپسی پر (جو مہر مین اسکو دے چکا تھا) طلاق دینی منظور کر لی تب آنحضرت نے باغ واپس دلوا کر طلاق دلوادی۔

جان

فی ان لا تطیع الزوج ویکون الزوج
خائفا من معصیۃ اللہ تعالیٰ من ان
یقع منہ تقصیر فی بعض حقوقہا
(القسم الثانی) ان یکون الخوف
من قبل الزوج فقط بان یضربہا
ویوذیہا حتی تلتزم الفدیہ فہذا
المال حرام بدلیل اول ہذہ الایہ
وبدلیل سائر الایات کقولہ ولا
تعضلوھن لتذھبوا الی قولہ
اتاخذونہ بہتانا واثما مبینا و
ھذا مبالغۃ عظیمۃ فی تحریم اخذ
ذلک المال (القسم الثالث) ان لا
یکون ھذا الخوف حاصلا من قبل
الزوج ولا من قبل الزوجۃ وقد
ذکرنا ان قول اکثر المجتہدین ان ھذا
الخلع جائز والمال الماخوذ حلال
وقال قوم انہ حرام (القسم الرابع)
ان یکون الخوف حاصلا من قبلہما
معا فہذا المال حرام ایضا لان الایات
التی تلوناھا تدل علی حرمۃ اخذ
ذلک المال اذا کان السبب حاصلا

بھی خوف پیدا ہو سکتا ہے۔ عورت مرد
کی نافرمانی کریگی تو وہ اسکو نافرمانی کے
بدلے مارے گا اور برا بھلا کہیگا۔ اور
شاید اپنے حق سے زیادہ بھی مارے۔ اس
وجہ سے دونو کو خوف حاصل ہو سکتا ہے۔
(گو اوس کا اصل سبب عورت ہی ہے)
اور اگر عورت کی نافرمانی مرد کی نفرت
انگیز بیماری یا فقیری یا بدصورتی کی سبب
ہو تو اس سے بھی مرد کو اس کی حق تلفی کا
خوف پیدا ہو سکتا ہے۔

قسم دوم کی یہہ صورت ہے کہ
مرد عورت کو [illegible] اور اس
نیت سے تکلیف دے کہ وہ اپنے
بدلے مال دینے پر راضی ہو جائے اس
صورت مین مرد کو مال لینا حرام ہے جسپر
اس آیہ کا پہلا فقرہ دلیل ہے (جس مین
یہہ حکم ہے کہ عورت کو چھوڑو تو احسان
کے ساتھہ چھوڑو) ایسی ہی اور آیات
جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ ان آیات مین
اس مال کی حرمت کو بہت مبالغہ سے بیان
کیا گیا ہے۔

من قبل الزوج ولیس فیہ تقیید یفید ان یکون من جانب المرأۃ سبب ذلک ام لا ولان اللہ تعالیٰ افرد ھذا القسم ایہ اوخرے وھو قولہ تعالیٰ وان خفتم شقاق بینھما الایہ ولم یذکر فیہ تعالیٰ حل اخذ المال

(کبیر صفحہ ۳۷۴ جلد دوم وغیرہ)

قسم سوم کی یہہ صورت ہے کہ یہ خوف کسی جانب سے نہ ہو نہ مرد کی اور نہ عورت کی اسکا حکم ہم بیان کر چکے ہین کہ اکثر مجتہدین کا یہ خیال ہے کہ اگر عورت اپنی خوشی سے مال دیتی ہے - تو مرد کو اس کا لینا جائز ہے - اور ایک جماعت کا (جبین امام زہری - نخعی اور داؤد ہین) یہ قول ہے - کہ اس صورت مین مرد کو مال واپس لینا حرام ہے ٭

قسم چہارم یہ کہ دونو جانب سے خوف ہو - اس صورت مین بھی مرد کو مال واپس لینا حرام ہے

آیات مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مرد کی جانب قصور ہو تو اس کو مال واپس لینا حرام ہے -

٭ اسپر دلیل یہ قول خداوندی ہے کہ "تم کو خوف ہو تب مال لو" جمہور اس دلیل سے تمسک کرتے ہین کہ عورت بحالت پابندی نکاح اپنی خوشی سے مہر بخش دے تو بالاتفاق جائز ہے پھر بحالت فسخ نکاح جس مین اسکو آزادی حاصل ہوتی ہے اپنی خوشی سے مہر بخش دے تو کیون جائز نہین اسکا جواب یہہ ہے کہ اس حالت مین جبکہ نکاح قائم رکہنے مین کوئی خوف معصیت نہ ہو طلاق لینا عورت کو حلال نہین تو پھر اسکے بدلے اور اس طلاق کے سبب مرد کو مہر لینا کیونکہ حلال ہو سکتا ہے۔ نکاح کی حالت قیام مین مہر بخشدینا نکاح کو اور پختہ کرتا ہے اور محبت کو بڑہاتا ہے اسپر حالت فسخ بلا ضرورت کا قیاس - قیاس مع الفارق ہے ٭

اور اس مین یہ قید نہین کہ عورت قصور وار ہو تب ہی مال لینا حرام ہے اس صورت کا حکم ایک اور آیہ مین بھی بیان ہوا ہے۔ جسکا مضمون یہہ ہے کہ دونومین اَن بَن ہو تو دونو جانب سے ایک منصف مقرر کرنا چاہئے (جسکا ذکر آیہ نمبر ۱ مین ہوا ہے) اس آیہ مین بھی یہ بیان نہین ہوا۔ کہ مرد کو اس صورت مین مال واپس لینا حلال ہے"۔ **اس کلام** ہدایت نظام مین **امام رازی** ؒ نے بخوبی ثابت کیا ہے کہ مرد کو اسی حالت مین مال واپس لینا حلال ہے جبکہ عورت قصوروار ہو اور پھر وہ نکاح کو فسخ کرانا چاہئے اور جس حالت مین مرد کا قصور ہو اور اس وجہ سے نکاح فسخ کرنا پڑے تو اُسکو مال لینا ہرگز حلال نہین ہے۔

ایک اور آیہ مین ارشاد ہے۔ "اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے نگاہ اُٹھا لینے

وان امراۃ خافت من بعلہا نشوزا اواعراضا فلا جناح علیہما ان یصلحا بینہما صلحا۔ والصلح خیر واحضرت الانفس الشح وان تحسنوا وتتقوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا × × وان یتفرقا یغن اللہ کلا من سعتہ وکان اللہ واسعا حکیما۔ (نساع ۱۹)

یا جی پھیر لینے کا ڈر رکھے تو اُن کو گناہ نہین کہ دونو آپس مین صلح کر لین صلح خوب چیز ہے (مگر) جیتون کے سامنے حرص دھری ہے۔ (مردو!) اگر تم نیک سلوک اور پرہیزگاری کروگے۔ تو خدا کو تمہاری کامون کی خبر ہے × × اور اگر وہ آپس مین جدائی اختیار کرین تو اللہ ہر ایک کو اپنی وسعت سے بے پروا کر دیگا وہ کشایش والا ہے با حکمت ؎

نگاہ اُٹھا لینا تکبر و ترفع ہے (جو نشوز کے اصلی معنی ہین) جسکا لازمہ یہہ ہے کہ مرد عورت کو برا بھلا کہے یا اُسے تکلیف دے۔ **جی پھیر لینا** طبعی بُغض یا بغضی

المراد بالنشوز اظہار الخشونۃ فی القول اوالفعل اوفیہما والمراد من

الاعراض السکوت عن الخیر والشر والمداعاة والایذاء (کبیر ص۴۷ جلد ۳)

سے جس کا لازمہ یہہ ہے کہ مرد اس سے ہم بستر نہ ہو۔ گو زبان یا ہاتھ سے تکلیف بھی نہ دے۔

ان آیات مین اس عورت کا حکم بیان ہوا ہے جسکے خاوند نے دوسری عورت

الایة نزلت فی عمرة ویقال فی خویلة بنت محمد بن مسلمة وفی زوجها اسعد بن الربیع ویقال رافع بن خدیج تزوجها وهی شابة فلما علاها الکبر تزوج علیها امرأة شابة وآثر علیها وجفا ابنة محمد بن مسلمة فاتت رسول الله صلی الله علیه وآله واصحابه وسلم فشکت الیه × × فلا جناح علیهما ان یصلحا بینهما صلحا یعنی فی القسم والنفقة وهو ان یقول الزوج لها انك قد دخلت فی السن وانی ارید ان اتزوج امرأة شابة جمیلة اوثرها علیك فی القسمة لیلا ونهارا فان رضیت بهذا فاقیمی وان کرهت خلیت سبیلك فان رضیت کانت هی المحسنة ولا تجبر علی ذلك وان لم ترض بدون حقها کان علی الزوج ان یوفیها حقها

سے جو اس سے بہتر اور نوجوان ہو نکاح کر لیا ہو اور اس وجہ سے وہ اس سے بے رغبت ہو گیا ہو۔ اس عورت کو خداوند تعالیٰ نے دو امرون سے ایک کا (جسکو وہ پسند کرے) اختیار دیا ہے (۱) اگر وہ اسی مرد کے نکاح مین رہنا چاہے اور اس مین اپنا فائدہ وعزت سمجھے تو اس کی اسی [illegible] خوش رہے۔ اور اسکو نوبت وغیرہ حقوق معاف کر دی (۲) یہ امر اسکو منظور نہ ہو تو اس سے طلاق لے لے جیسا کہ مرد پر دو امرون سے ایک امر واجب ہے اسکو نوبت ونفقہ وغیرہ حقوق پورے دے (۲) یا اسکو احسان کے ساتھ طلاق دیکر رخصت کرے۔

ایک اور آیہ مین ارشاد ہی تمہاری عورتین تمہاری پوشاک ہین۔ اور تم ان کی پوشاک۔ اس آیہ مین جملہ

من القسم والنفقة ويسرحها باحسان
(معالم التنزيل صـ۲۵۶)

هن لباس لكم وانتم لباس لهن (بقره ع ۲۳)
يحتمل ان يكون المراد ستره بها عن جميع
المفاسد التي تقع في البيت لو لم تكن
حاضرة كما يستر الانسان بلباسه
عن الحر والبرد وكثير من المضار
(جلد ۲ تفسير كبير صـ۳)

حقوق ازواج کی محافظت کا حکم ہے اور یہہ ارشاد ہے کہ عورتین تمہاری ان سب مفاسد وتکالیف سے جو عورت کے نہ ہونے کے وقت تمکو لاحق ہوتی ہین۔ محافظ وسپر وساتر ہین۔ تم بھی ان کے محافظ اور سپر وساتر بنے رہو۔

ایک اور آیۃ مین ارشاد ہوا ہے۔ مطلقہ عورتون کو گھر سے نہ نکالو اور

لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن الا ان يأتين
بفاحشة [illegible]
سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن لتضيقوا
عليهن × لينفق ذو سعة من سعته ومن قدر
عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله (طلاق ع ۱)

نہ وہ خود نکلین بجز اس حالت کے کہ وہ بیحیائی [illegible] توفیق کے موافق وہان بساؤ۔ جہان خود رہتے ہو۔ اور انکو ضرر نہ پہنچاؤ جس سے انکو تنگی ہو ×× انکو وسعت والا اپنی وسعت کے موافق خرچ دے اور جسکو تنگی سے رزق ملتا ہے وہ خدا کی اسی دی سے دے۔

ان آیات مین اگرچہ مطلقہ کے نفقہ اور سکنی کا حکم بیان ہوا ہے مگر باتفاق اہل اسلام زوجہ غیر مطلقہ کا بھی یہی حکم ہے۔ اسی نظر سے مفسرین نے اس حکم مین غیر مطلقہ زوجہ کو بھی شامل کیا ہے۔ تفسیر فتح البیان مین نفقہ کی حد امام شافعی سے نقل کر کے شیخ سلیمان جمل سے نقل کیا ہے کہ زوجہ کے نفقہ کی بھی یہی حد ہے۔

والتقدير المذكور مسلم في نفقة
الزوجة ونفقة المطلقة اذا كانت
رجعية مطلقا او بائنا حاملا قاله سليمان
الجمل (فتح البيان صـ۱۵۹ جـ۲)

امام رازی نے تفسیر کبیر مین زوجہ کے لئے گہر سے باہر نہ نکلنے کی یہہ وجہ بیان کی ہے کہ جب تک میان بیوی کا نکاح قائم رہے ان کا مقصود یہہ ہوتا ہے کہ وہ باہم عیش کرین اور ایک دوسرے سے نفع اوٹہاوے اور یہ مقصود تب ہی پورا ہو سکتا ہے کہ عورت خاوند کے لئے اوقات ضرورت مین تیار رہے اور تیاری اسی وقت ہو سکتی ہے۔ جب کہ خاوند عورت کے کہانے پینے۔ پہننے کا سامان اور رہنے کی جگہ مہیا کر دے یہ سبہی چیزین اسی تیاری کے وسایل واسباب ہین

ان الزوجین مادا ماثابتین علی النکاح فانما مقصودهما المعاشرة والاستمتاع ثم لابد فی تمام ذلك من ان تكون المرأة مستعدة له لاوقات حاجته الیها وهذا لایكون الا بان یكفیها فی نفقتها كطعامها وشرابها وادمها و لباسها وسكناها وهذه كلها داخلة فی احصاء الاسباب التی عاتیم كلما ذكرنا من الاستمتاع (كبیر ص۱۲ جلد ۸)

اسکے بعد انہون نے یہ ثابت کیا ہے کہ عورت طلاق کے بعد بہی جب تک کہ عدت مین ہو شوہر کے گہر سے باہر نہین نکل سکتی۔" ان ایات سے مردون اور عورتون کے جملہ حقوق مفصلہ بالا ثابت ہوئے اب ہم اسکی تائید و تفصیل مین احادیث نبویہ بیان کرتے ہین۔

(۱) ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردون کے حقوق قسم دوم اور عورتون کے حقوق قسم اول و دوم کی بابت ارشاد فرمایا ہے کہ تم سب چرواہے یا محافظ ہو اور تم کو اس چیز کی بابت جو تمہاری حفاظت مین ہے سوال ہوگا۔ امام یا حاکم وقت بھی چرواہا ہے اور اس سے اوسکی رعیت کی بابت

عن عبد الله بن عمر یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول كلكم راع وكلكم

مسئول عن رعیته الامام راع ومسئول عن رعیته والرجل راع فی اهله وهو مسئول عن رعیته والمراة راعیة فی بیت زوجها ومسئولة عن رعیتها والخادم راع فی مال سیده ومسئول عن رعیته قال وحسبت ان قال والرجل راع فی مال ابیه وهو مسئول عن رعیته وکلکم راع ومسئول عن رعیته (صحیح بخاری صفحہ ۱۲۲)

پوچھا جائیگا۔ مرد اپنے اہلخانہ کا محافظ ہے اس سے ان کی بابت پوچھا جائیگا عورت شوہر کی گھر کی محافظ ہے۔ اوس سے اس گھر کی بابت سؤل ہوگا۔ نوکر اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے۔ اس سے اوس مال کی بابت سوال ہوگا۔ بیٹا باپ کے مال کا محافظ ہے۔ اس سے اس مال کی محافظت کا سؤل ہوگا۔ (الغرض) تم سب ہی محافظ ہو۔ تم سے اپنی اپنی حفاظت کی چیز سے سوال ہوگا۔

ایک اور حدیث (۲) مین عورتون کے حقوق قسم سوم کی بابت ارشاد ہوا ہے

عن ابی ہریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المرأة کالضلع ان اقمتها کسرتها وان استمتعت بها استمتعت بها وفیها عوج (صحیح بخاری صفحہ ۷۷۹)

کہ عورت پسلی کی مانند ٹیڑھی ہوتی ہے اسکو سیدھا کروگے تو ٹوٹ جائیگی۔ اس سے کام لینا چاہیے تو ٹیڑھی ہی سے کام لو۔

ایسا ہی ایک اور حدیث (۳) مین ارشاد ہوا ہے۔ مؤمن مرد مؤمن عورت سے (بالکل ہی) ناخوش نہین ہوتا اس کی کوئی ایک بات اس کو ناپسند ہوگی تو دوسری پسند آجائیگی۔ (یعنے اس کو ایسا کرنا لازم ہے)

عن ابی هریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یفرک مؤمن مؤمنة ان کرہ منها خلقا رضی منها اخر (صحیح مسلم صفحہ ۴۷۵)

ایسا ہی ایک اور حدیث (۴) مین فرمایا ہے۔ سب سے کامل الایمان وہ مؤمن ہے جسکے اخلاق اچھے ہون۔ اور سب

وعن ابی هریرة قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اکمل المؤمنین ایمانا احسنہم خلقا وخیارکم خیارکم لنسائہم (ترمذی ص ۱۴۲)

سے اچھا وہ ہے۔ جو اپنے اہل خانہ کے حق مین اچھا ہو۔

حجۃ الوداع[5] مین خطبہ کے ضمن مین مردون کے حقوق قسم اول اور عورتون

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذتموہن بامان اللہ واستحللتم فروجہن بکلمۃ اللہ ولکم علیہن ان لا یوطئن فرشکم احدا تکرہونہ فان فعلن ذلک فاضربوہن ضربا غیر مبرح ولہن علیکم رزقہن و کسوتہن بالمعروف (صحیح مسلم [illegible])

کے جملہ حقوق کی بابت ارشاد ہوا ہے۔ عورتون کے معاملات مین تم خدا سے ڈرتے رہو۔ تمنے انکو خدا کی امان سے (نکاح مین) لیا ہے اور خدا کے حکم سے انکے شرمگاہون کو اپنے لیے حلال کیا ہے تمہارا حق اُنپر یہ ہے کہ وہ تمہاری جگہ یا [illegible] کا آنا تم پسند نکرتے ہو ندین۔ وہ ایسا کرین تو تم انکو ہلکا سا مارو۔ اُنکا حق تمپر یہ ہے کہ تم دستور کے موافق انکو کہانا اور لباس دو۔ یہ حدیث صحیح مسلم مین ہے۔

ترمذی وغیرہ کی حدیث[6] مین اس موقع پر مارنے کی وہی ترتیب مذکور ہے

ثم قال استوصوا بالنساء خیرا فانما ہن عندکم عوان لیس تملکون منہن شیئا غیر ذلک الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ فان فعلن فاہجروہن فی المضاجع واضربوہن ضربا غیر مبرح (ترمذی ص ۱۴۲)

جو قرآن سے بیان ہو چکی ہے یعنی پہلے سونے مین جدا کرنا پہر ہلکا سا مارنا۔ اسمین یہ بھی تصریح ہے کہ وہ کھلی بے حیائی کے مرتکب ہون تب ان کو مارو جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ادنے ادنے امور خانہ داری یہ کہ آج ہانڈی مین نمک کیون زیادہ ہو گیا ہے۔ اور آج کہانا کیون دیر مین پکا۔ اور ہمارا کپڑا کیون نہین دہویا وعلے ہذا القیاس انکو مارنے کا حق نہین ہے۔

ایک اور حدیث(۶) مین عورتون کے حقوق قسم سوم کی بابت ارشاد ہوا ہے کہ

عن عبداللہ بن زمعۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یجلد احدکم امراتہ جلد العبد ثم یجامعھا فی اخر الیوم (صحیح بخاری صہ ۷۸۴)

وہ اپنی عورتون کو ایسا نہ مارین۔ جیسا غلامون کو مارا کرتے ہین پھر آخر اُن ہی سے ہم بستر ہونگے۔

ایسا ہی ایک اور حدیث(۸) مین ذکر ہے۔ کہ آنحضرت ؐ نے حکم دیا کہ عورتون کو نہ

عن عبداللہ بن ابی ذباب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تضربوا اماء اللہ فجاء عمر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذئرن النساء علی ازواجھن فرخص فی ضربھن فاطاف بآل رسول اللہ [illegible] نساء کثیر یشکون ازواجھن۔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد طاف بآل محمد نساء کثیر یشکون ازواجھن لیس اولئک بخیارکم (ابوداؤد صہ ۲۹۱) فی روایۃ النسائی علی ما ذکرہ الشوکانی سبعون امرءۃ۔

مارا کرو۔ حضرت عمرؓ فاروق اگر شاکی ہوئے کہ عورتین اب دلیر و نافرمان ہوگئی ہین۔ تب پر آنحضرت نے انکو مارنے کی اجازت دی تو بہت سے عورتین آنحضرت کے گھر مین خاوندون [illegible] پر آنحضرت نے فرمایا ہمارے گھر مین بہت سے عورتین (بعض روایتون مین اُن کی تعداد ستر(۷۰) بیان ہوئی) خاوندون کی شکائت لیکر آئین تھین۔ وہ لوگ اچھے آدمی نہین ہین۔

ایک اور حدیث(۹) مین عورتون کے دوسرے اور تیسرے حقوق کی بابت ارشاد

عن معاویۃ القشیری قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ما تقول فی نسائنا قال اطعموھن مما تاکلون واکسوھن مما تکتسون ولا تضربوھن ولا تقبحوھن۔ (ابوداؤد صہ ۲۹۱)

ہوا ہے۔ کہ جو کچھ خود کھاؤ وہی عورتون کو کھلاؤ۔ اور جو کچھ خود پہنو وہی عورتون کو پہناؤ اور انکو مُنھ پر نہ مارو اور نہ انکو برا کہو۔

ایک اور (۱۰) حدیث مین مردون کے حقوق قسم اوّل کی بابت ارشاد ہوا ہے کہ

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا دعا الرجل امراته الی فراشه فابت ان تجئ لعنتها الملائکة حتی تصبح (صحیح بخاری ص ۷۸۲)

جب عورتون کے خاوند انکو بستر کی طرف بلائین۔ تو وہ اس سے انکار نہ کرین۔ جو عورت ایسا کریگی۔ اسکو تمام شب فرشتے لعنت کرتے رہینگے۔

ایسا ہی ایک اور (۱۱) حدیث مین فرمایا ہے۔ کہ کسی عورت کو حلال نہین ہے کہ

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا یحل للمراة ان تصوم وزوجها شاهد الا باذنه ولا تاذن فی بیته الا باذنه (صحیح بخاری ص ۷۸۴)

وہ خاوند کے گھر پر موجود ہونے کے وقت بلا اجازت خاوند روزہ رکھے۔ اور نہ یہ حلال ہے کہ اسکی اجازت کے بغیر اسکے گھر مین آنیکی کسی کو اجازت دے۔

ایسا ہی ایک اور حدیث مین ارشاد ہوا ہے۔ کہ کوئی مرد کسی عورت سے خلوت نہ کرے اور فرمایا جہان مرد کی (اجنبی) عورت سے خلوت ہو وہان انمین تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لا یخلون رجل بامراة الا مع ذی محرم۔ (بخاری ص ۷۸۷)

ایسا ہی عورتون کے حقوق قسم اول کی بابت ایک صحابی (عبد اللہ بن عمرو) سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا ہے مجھے سنا ہی کہ تم ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور تمام شب تہجد پڑھتے ہو۔ انہون نے کہا ہان یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا ایسا مت کرو روزہ بھی رکھو۔ افطار بھی کرو۔ تہجد بھی پڑھو۔ سو بھی رہو۔ تمہارے

عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا عبد الله الم اخبر انك تصوم النهار وتقوم اللیل قلت بلی یا رسول الله قال فلا تفعل صم وافطر وقم ونم فان لجسدك علیك حقا وان لعینك علیك

حقاً وان لزوجك عليك حقاً۔
(بخاری صـ ۷۸۳)

جسم کا بھی تمپر حق ہے آنکھ کا بھی حق ہے۔ تمہاری بیوی کا بھی تمپر حق ہی۔

قتادہ اور شعبی تابعیون سے مروی ہے۔ (۱۲) کہ حضرت عمر فاروق کے

اخرج عبد الرزاق فی مصنفه عن قتادة والشعبی قالا جاءت عمر امرأة فقالت زوجی یقوم اللیل ویصوم النهار فقال عمر بن الخطاب لقد احسنت الثناء علی زوجك فقال كعب بن سوار لقد شكت فقال عمر بن الخطاب كیف قال تزعم انه لیس لها من زوجها نصیب قال فاذا قد فهمت ذلك فاقض بینهما قال یا امیر المؤمنین [illegible] اربعاً فلها من كل اربعة ایام یوم ومن كل اربعة لیال لیلة۔ (تاریخ الخلفا صـ ۹۶)

حضور مین ایک عورت نے اپنے خاوند کا یہ حال بیان کیا کہ وہ تمام شب نماز پڑھتا ہے۔ اور ہمیشہ روزہ رکھتا ہے۔ آپنے فرمایا تونے اپنے خاوند کی تعریف کی ہے۔ کعب بن سوار نے (حاضرین سے) کہا کہ یہ گلہ کرتی ہے۔ کہ اسکو خاوند سے کچھ عیش میسر نہین حضرت عمر نے فرمایا تمنے اسکا مطلب سمجھا ہے تو اسکا فیصلہ [illegible] انہون نے فرمایا خدا تعالے نے مرد کے لئے چار عورتین مباح کی ہین۔ پس (ایک عورت) کو (کم سے کم) چار دنون سے ایک دن اور چار راتون مین سے ایک شب اپنے خاوند سے عیش حاصل کرنا چاہیے۔

سپاہی لوگ (۱۳) جو لشکرون کے ساتھ سفرون مین رہتے اور اپنی عورتون کے حقوق قسم اول ادا نہ کر سکتے۔ ان کے نام حضرت عمر فاروق نے یہ احکام جاری کئے تھے۔ کہ چار مہینے سے زیادہ کوئی لشکری گھر سے باہر نہ رہے۔ اس باب مین ایک عجب

واخرج ابن جریج قال اخبرنی من اصدق ان عمر بینا هو یطوف سمع

لطیف قصہ ابن جریج نے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت عمر پھر رہے تھے کہ آپنے

امرأة تقول: تطاول هذا الليل واسود جانبه ÷ وأرقني أن لا خليل ألاعبه ÷ فلولا حذار الله لا شيء مثله ÷ لزعزع من هذا السرير جوانبه ÷ فقال عمر: ما لكِ؟ قالت: أغربت* زوجي منذ أشهر وقد اشتقت إليه. قال: أردتِ سوءاً؟ قالت: معاذ الله. فقال: فاملكي عليكِ نفسكِ فإنما هو البريد إليه. فبعث إليه ثم دخل على حفصة فقال: إني سائلتكِ عن أمر قد أهمني فافرجيه عني، كم تشتاق المرأة إلى زوجها؟ فخفضت رأسها واستحيت. فقال: إن الله لا يستحيي من الحق. فأشارت بيدها ثلاثة أشهر وإلا فأربعة. فكتب عمر أن لا يحبس الجيوش فوق أربعة أشهر۔
(تاریخ الخلفاء ص ۹۷)

ایک عورت کو اس مضمون کی رباعی کہتی سُنا۔ "یہہ رات بڑھ گئی ہے اور اسکی اطراف مین سیاہی چھا گئی ہے۔ مجھے اس الم نے بے خواب کر رکھا ہے کہ مین اپنے دوست کو نہین پاتی جس سے مین کھیلتی۔ خدا کا خوف نہوتا جسکے برابر کوئی چیز نہین ہے تو یہ (میری) چارپائی ہلائی جاتی"۔ حضرت عمر نے فرمایا تجھے کیا ہوا ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ آپ نے میرے خاوند کو کئی مہینوں سے لڑائی مین بھیج رکھا ہے۔ مین اُسکے شوق مین یہہ بات کہہ رہی ہون۔ آپ نے فرمایا کیا تو بدکاری کا ارادہ رکھتی ہے اُسنے عرض کیا خدا کی پناہ۔ آپ نے فرمایا تو صبر کر بس اب قاصد جانے کی ہی دیر ہے پھر آپ نے اوسکی طرف قاصد بھیجدیا۔

اور آپ اپنی صاحبزادی حفصہ (آنحضرت کی زوجہ مطہرہ) کے پاس پہنچے۔ اور اُن سے استفسار کیا کہ عورت اپنے خاوند کی (یعنے جو مسافرت مین ہو) کتنے دنون کے بعد شائق اور طالب ہوسکتی ہے۔ انہون نے جواب دینے سے شرم کر کے سر جھکالیا۔ تو آپ نے فرمایا حق کے بیان مین خدا تعالےٰ نے شرم نہین کی تب

* من الغزو او ہو اغربت من الغربة فمعناه فقدته وجعلته غريبا۔

انہون نے اشارت سے یہہ جواب دیا کہ تین مہینے یا (نہایت) چار مہینے کے بعد۔ پس آپ نے یہ احکام جاری فرمائے کہ چار مہینے کے بعد لشکر باہر نہین یعنے باہر والے گھر کو آوین۔ اور ان کے بدلے اور لشکر موقع جنگ پر روانہ کئے جاوین۔

ایک اور (۱۴) حدیث مین عورتون کے مالی حقوق قسم اول کی بابت ارشاد

عن ابی ہریرۃ رض قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابدء بمن تعول۔ تقول المرأۃ اما ان تطعمنی واما ان تطلقنی قالوا یا ابا ہریرۃ سمعت ہذا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ہذا من کیس ابی ہریرۃ۔ (بخاری ص ۸۰۶) ہذا انکار علے السائلین یعنے لیس ہذا الامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کرمانی)

ہوا ہے۔ کہ سب سے پہلے اپنے عیال کو خرچ دو۔ بیوی شوہر کو کہہ سکتی ہے۔ کہ مجھے خرچ دے یا طلاق دے۔ راوی حدیث سے کسی نے پوچھا۔ یہ قول ہی آنحضرت کا ہے۔ انہون نے یہہ جواب دیا۔ نہین تو کیا میری جیب سے نکلا ہی؟ بعض محدثین اس جواب کے معنی یہ قرار دیتے ہین۔ کہ یہ قول آنحضرت نے نہین فرمایا۔ مینے از خود کہا ہے ''

اسیکے (۱۵) مطابق حضرت سعید بن المسیب تابعی سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت

عن سعید بن المسیب فی الرجل لا یجد ما ینفق علے اھلہ قال یفرق بینہما اخرجہ سعید بن منصور عن سفیان عن ابی الزناد قال فقلت لسعید سنۃ قال سنۃ۔ وھذا مرسل قوی۔ وعن عمر رضی اللہ عنہ انہ کتب الی امراء الاجناد فی رجال غابوا عن

صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو خرچ نہ دے سکے اسکی زوجہ کو اس سے جدا ہو جانے کا اختیار دیا جاوے۔

ایسا ہی (۱۶) حضرت عمر فاروق سے مروی ہے۔ کہ آپ نے لشکرون کے کمان افسرون کے نام احکام جاری کئے

نسائهم ان یاخذ وهم ان ینفقوا او یطلقوا۔ فان طلقوا بعثوا نفقة ما حبسوا اخرجه الشافعی ثم البیهقی باسناد حسن۔ (بلوغ المرام و نیل الاوطار صفحہ ۲۶۳)

کہ جو لشکری اپنی بیوی سے غائب ہیں وہ ان کی اخراجات ارسال کریں یا اونکو طلاق دیں۔ اور جس عرصہ تک وہ انکے نکاح میں رہی ہوں۔

اس عرصہ کا خرچ بھی بھیجدیں۔

ایسا ہی حضرت علی مرتضےٰ اور ابو ہریرہ (صحابہ) اور حسن بصری و حماد وغیرہ

استدل به وبحدیث ابی هریرة الآخر علی ان الزوج اذا اعسر عن نفقة امراته واختارت فراقه فرق بینهما والیه ذهب جمهور العلماء کما حکاه فی فتح الباری وحكاه صاحب البحر عن الامام علی مرتضی رضی الله عنه وعمر وابی هریرة والحسن البصری وسعید بن المسیب وحماد وربیعه ومالك واحمد بن حنبل والشافعی والامام یحیی وحکی صاحب الفتح عن الکوفیین انه یلزم المرأة الصبر وتعلق النفقه بذمة الزوج وحکاه فی البحر عن عطاء والزهری والثوری والقاسمیة وابی حنیفه واصحابه واحد قولی الشافعی الخ۔ (نیل الاوطار صفحہ ۲۶۲ جلد ۶)

(تابعین) اور امام مالک وامام احمد وامام شافعی وغیرہ جمہور علماء سے مروی ہے۔ ان سب کا قول یہ ہے کہ مرد نادار ہوجائے اور عورت اسکی تنگدستی کے سبب اس سے طلاق چاہے تو انہیں جدائی کرلیے جائے۔ بعض علماً کا یہ قول ہے کہ وہ عورت صبر کرے یہاں تک کہ خدا اسکے شوہر کو وسعت دے۔ مگر دلائل کے رو سے یہی مذہب قوی ہے۔ کہ عورت کو طلاق لینے کا اختیار حاصل ہے۔ ان دلائل کی تفصیل ہم ایک مستقل مضمون میں عنقریب کرینگے انشاء اللہ۔

یہ اختلاف علما حکم تفریق اور صبر مین اسی حالتمین ہے۔ کہ شوہر صرف نادار و ناچار ہو۔ اور اگر وہ صاحب وسعت اور مالدار ہوکر عورت کو کچھ خرچ نہ دے۔ تو اسکی مظلوم عورت کی اُس سے جدائی کرانے مین ہمنے کوئی اختلاف سلف یا خلف مین نہین پایا۔ اور ظاہر نصوص قرآن و حدیث جنمین یہ بیان ہے کہ مُردون کو عورتون

الرجال قوامون علے النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض وبما انفقوا (ن ع۶) ولا تمسکوهن ضرارًا لتعتدوا ومن یفعل ذلك فقد ظلم نفسه (بقرہ ع ۲۹)

پر مال خرچ کرنے کے سبب رتبہ افسری و تسلط حاصل ہے۔ اور ضرر رسانی عورتون کی حرام ہے" اس فراق کے استحقاق پر صریح دلائل ہین۔

مردون اور عورتونکی حقوق قسم دوم کا ذکر بہت سے احادیث و آثار مین پایا جاتا ہے۔ انمین سے ایک دو احادیث کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ایک حدیث (۱) مین ذکر ہے۔ کہ حضرت سیدہ النساء فاطمہ الزہرا اپنے گھر کا

قال علی ان فاطمة اتت النبی صلی الله علیه وسلم تشکو الیه ما تلقی فی یدها من الرحی وبلغها انه قد جاءه رقیق فلم تصادفه فذکرت لعائشة فلما جاء اخبرته عائشة قال فجاءنا وقد اخذنا مضاجعنا فذهبنا نقوم فقال علی مکانکما فجاء فقعد بینی و بینها حتی وجدت برد قدمیه علی بطنی فقال الا ادلکما علی خیر مما سالتما اذا اخذتما مضاجعکما اَوْ اَویتما الی فراشکما فسبحا ثلاثا وثلثین واحمدا ثلاثا و ثلاثین وکبرا اربعا و ثلاثین فهو خیر لکما من خادم (بخاری ص۸۰۶)

آٹا خود پیسا کرتین حتے کہ آپ کے مبارک ہاتھون مین گٹے پڑ گئے تھے۔ ایک دن آپ خادم کی درخواست کے لئے آنحضرت صلعم کے حضور مین پہنچین۔ تو آپ نے انکو اس تکلیف کے بدلے کچھ کلمات تعلیم فرمائی۔

ایک اور حدیث (۲) مین ذکر ہے۔ کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر اپنے شوہر کے

عن اسماء بنت ابی بکر قالت تزوجنی الزبیر و ماله فی الارض من مال ولا مملوك ولا شئ غیر فرسه قالت فکنت اعلف فرسه واکفیه موئنته وادق النوی لناضحه واعلفه واستقی الماء واخرز غربه واعجن ولم اکن احسن اخبز فکان یخبز لی جارات لی من الانصار وکن نسوة صدق قالت وکنت انقل النوی من ارض الزبیر التی اقطعه رسول الله صلی الله علیه وسلم علی راسی وهی علی ثلثی فرسخ - (صحیح مسلم جلد ۲)

گھوڑے کی سائیسی کرتین - گھر کا پانی خود بھرتین - کھجور کی گٹھلیان دو میل کے فاصلہ سے سر پر اٹھا کر باہر سے لاتین - آٹا گوندھتین - روٹی پکانا پہچانا جانتین اسمین انکو اور ہمسایہ عورتین مدد دیتین -

اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے گھر کا کام کرنا - کپڑا دھونا -

[illegible]

یہہ حقوق و خدمات ایسے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

ان السنة عند طوائف الناس عربهم و عجمهم ان تعاونه المرأة فی استیفاء الارتفاقات وان تکفل له تهیئة المطعم والمشرب والملبس وان تخزن ماله وتحضن ولده وتقوم فی بیته مقامه عند غیبته الی غیر ذلك مما لا حاجة الی شرحه وبیانه - (حجة اللہ ص ۳۱۱)

بلکہ پہلے ازمنہ سے اسوقت تک کے اہل اسلام اور اہل جملہ ادیان کے تعامل سے ثابت ہین - سب کا قدیم سے اسوقت تک اسی پر اتفاق چلا آتا ہے - کہ مرد محنت و مشقت اٹھا کر بر و بحر کی مصیبتین جھیل کر کما لائے اور عورت اس کمائی کو کھانے پینے کے کام مین لانے کا اہتمام کرے - اور اسمین بھی مرد انکو مدد دے -

پھر جو مفلس یا متواضع ہوتے ہین وہ اپنے ہاتھ سے بھی انکو مدد دیتے ہین -

(جبتک مال ہے) - اسنے ہنڈی پکائی تو اسنے آٹا گوندھ لیا وہ آٹا پیسنے لگی

تو یہ پانی کا گہڑا بھر لایا۔ اور جو مالدار اور رفعت شعار ہوتے ہین۔ وہ اپنی جگہہ انکو خادم کنیز دیتے ہین۔

اور اسی باہمی تعاون و تناصر پر زوجین کے حسن معاشرت کا مدار ہے۔ اور اگر فریقین صرف اپنی اپنی لازمی فرائض کا التزام کر رکہین۔ وہ اسکو بقدر واجب آٹا دال دیدے اور وہ صرف خاص نوکری کے وقت حاضر ہو جائے اور اپنے کہانے پینے پہننے وغیرہ امور معاشرت کا انتظام جدا جدا کر رکہین۔ وہ اپنا پاؤ بھر آٹا جدا گوہند کر پکائے۔ اور وہ اپنے آدہ پاؤ کی کہچڑی الگ دہر دے تو اس سے جانبین کے حُسن معاشرت مین حرج واقع ہوگا اور عمدگی ارتفاق مین فرق آئیگا۔

احادیث و آثار [illegible] جو ہمنے بیان کیے ہین بتفصیل ثابت ہوئی (جیسا کہ آیات قرآن سے ثابت ہوئے تھی) اب رہا صرف یہ ایک امر کہ حقوق قسم دوم سے خانگی خدمات عورت کا لازمی فرض نہین ہے اختیاری ہے اسپر دلیل یہہ ہے کہ ان خدمات کی لزوم و وجوب پر کوئی دلیل قرآن و حدیث مین پائی نہین جاتی۔ اسی نظر سے

هذا كله من المعروف والمروات التی اطبق الناس علیها وهو ان المرأة تخدم زوجها بهذه الامور المذكوره ونحوها من الخبز والطبخ وغسل الثياب وغیر ذلك وكله تبرع من المرأة واحسان منها الی زوجها وحسن معاشرة وفعل معروف معه ولا يجب عليها شئ من

امام نووی نے حدیث مذکور اسماء کی شرح مین فرمایا ہے یہ سبھی کام دستور کے موافق اور بطور مروت ہوتے تھے۔ اسپر تمام لوگ اتفاق رکہتے ہین کہ عورت خاوند کی ان امور مین خدمت کرے۔ روٹی پکائے۔ کپڑے دہوئے الیٰ ہی

ذلک بل لو امتنعت من جمیع ھذا لم تاثم ویلزمہ ھو تحصیل ھذہ الامور لھا ولا یحل لہ الزامھا بشئ من ھذا و انما تفعلہ المرأۃ تبرعا وھی عادۃ جمیلۃ استمر علیھا النساء من الزمن الاول الی الآن وانما الواجب علی المرأۃ شیآن تمکینھا زوجھا من نفسھا و ملازمتھا بیتہ (شرح صحیح مسلم صہ ۲۱۶ جلد ۲)

اور کام کرے۔ مگر یہ سب کچھ بطور سلوک و احسان و حسن معاشرت (خوش گذرانی) کے ہے۔ ان امور سے کوئی امر بھی عورت پر واجب نہیں ہے۔ عورت اگر ان کاموں سے انکار کرے تو وہ گناہگار نہیں ہے بلکہ ان کاموں کا عورت کے لیے بہم پہچا دینا* مرد کو لازم ہے۔ اور اسکو یہ جائز نہیں کہ وہ جبرًا یہ کام عورت سے کراوے۔ عورتیں جو کچھ کرتی ہیں بطور احسان کرتی ہیں اور یہ انکی عمدہ عادت ہے جو پہلے زمانہ سے اسوقت تک انکا عمل چلا آتا ہے۔ عورت پر مرد کا واجبی حق صرف یہ ہے کہ وہ خاص فعل کے لیے اپنے آپ کو خاوند کے سامنے جب وہ چاہے پیش کردے۔ اور اسکے گھر میں حاضر رہے۔ بلا اجازت غیر حاضر نہ ہو۔

اس تفصیل سے ناظرین و مناظرین کو حکم چہارم کی صحت و ثبوت کا یقین ہوگا۔ اور یہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ اسلام نے مرد اور عورتوں کو جملہ امور میں حتی کہ طلاق کے استحقاق میں مساوی حق دیا ہے* اور مرد کو افسر اور عورت کو ماتحت قرار دینے میں۔ عورت کا کوئی حق (جو قدرت نے اسکو عطا کیا ہے) تلف نہیں کیا عورت کی نسبت مرد کا رتبہ افسری ایسا ہی ہے جیسا بیٹی کی نسبت باپ کا۔ یا رعایا کی نسبت رئیس کا یا نوکر کی نسبت آقا کا جسمیں کوئی قدرتی حق تلفی نہیں سمجھتا

* یعنے انکے وسائل بھم پہچا دینا۔ نہ اپنے ہاتھ سے کام کرنا۔

* اس مساوات پر جو مخالفین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ عورت کو ایک وقت میں متعدد ازواج کی اجازت نہیں دی گئی۔ اور طلاق مرد ہی کے اختیار میں ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حق عورت کو قدرت نے نہیں دیا۔ یہ بات ہمارے بیان سابق سے صاف سمجھی جاتی ہے۔ مزید اسکی تفصیل آیندہ ہوگی۔

إشاعة السنة النبوية

على صاحبها الصلوة والتحية

نمبر ۸-۹-۱۰-۱۱ ۱۳۰۱ — جلد ۱۰

شرح قیمت وغیرہ امور بدستور

اہلحدیث مین نااتفاقی

نمبر ۲

دولت ہمہ ز اتفاق خیزد — بے دولتی از نفاق خیزد

اس بیت کو ہمنے مضمون "اہلحدیث مین نااتفاقی" کے پہلے نمبر کا بہی زیب عنوان کیا تہا اب پہر اسکا اعادہ ہوا ہے اور آیندہ نمبرون مین بہی ہوگا جسکی وجہ یہہ ہے کہ جو حضرات اس مضمون کے پہلے نمبر سے عدم توجہی کے سبب نفع نہین اٹہا سکے وہ شاید دوسرے نمبرون مین اس بیت کو توجہ سے ملاحظہ مین لاوین اور اس سے فائدہ اٹہائین دل کی حالت ہمیشہ یکسان نہین رہتی غفلت کے بعد ہوش وافاقہ کی ساعت بہی آجاتی ہے۔ اس مضمون کے پہلے نمبر نے بہت لوگون پر اپنا عمدہ اثر ظاہر کیا اور بہتیرے مشاجرات (جہگڑون) کو موقوف کر کے محل مشاجرات مین سکوت وخاموشی کا رنگ جما دیا۔ مگر بعض حضرات پر اس نے وہ اثر ظاہر کیا جو بخار کی حالت مین کونین ظاہر کرتا ہے انہون نے اس مضمون کو جو سراسر نصیحت تہا فضیحت سمجہا اور بجای انتفاع اس سے ضرر پایا اور نقصان اوٹہایا اون کے شقاق ونفاق کا نمبر اور بڑہ گیا اور انکا بغض وعناد اپنے انتہائی درجہ کمال کو پہنچا۔

اسکا سبب یہ ہے کہ وہ بیچارے بیعلم ہین یا صرف اردو فارسی کا علم رکہتے ہین۔ وتسعہذا وہ اپنے گروہ کے عوام مین مجتہد واہل الرای بنے بیٹہے ہین ہر معاملہ ومقدمہ مین (دینی کیون نہ ہو) وہ مشیر ومفتی بنائے جاتے ہین پس وہ اس بیعلمی کے ساتہہ اپنی رای نارسا واجتہاد ناروا سے کام لیکر جو چاہتے ہین تجویز کرتے اور فتوی لگاتے ہین۔ اپنی اسی شخصیت وشیخیت کے زعم مین وہ اپنی نسبت علم وفہم ودین وتقوے کا نیک گمان رکہتے ہین اور دین مین تقوی مین اصابت فکر مین جودت نظر مین اپنی نظیر اپنے ہی آپ کو یا اپنے احباب کو سمجہتے ہین کسی اہل علم کی اتباع وتوافق رای کو وہ اپنا منصب نہین سمجہتے ان مین بعض حضرت نو مسلم ہین جن مین قدرتی اور فطرتی طور پر مذہبی جوش پرانے مسلمانون کی نسبت زیادہ رکہا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ قوم ننگ دنیا۔ طمع مال وغیرہ حجابون کو اٹہا کر اظہار اسلام کرتے ہین وہ لوگ علم اور تفقہ فی الدین سے کچہ بہرہ رکہتے تو انکا یہ قدرتی جوش عمدہ رنگ کہاتا۔ اور با محل ظاہر ہو کر انکو اسلامی برکات (خوش خلقی محبت وغیرہ اخلاق حمیدہ) مین حد ترقی تک پہنچاتا اور بحکم حدیث منقولہ حاشیہ انکو اسلام مین بہترین خلائق کا رتبہ دلواتا مگر افسوس! علم وتفقہ سے عری ہونے کے سبب ان کا وہ جوش اور ہی رنگ لایا اس نے بجاے خوش خلقی حسن ظنی محبت وغیرہ بدخلقی سوء ظنی

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیارھم فی الجاھلیة خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا فی الدین (بخاری صفحہ ۴۹۶)

وعداوت کا انکو سبق پڑھایا اور ان کے نورانی چہرہ اسلام جدید کو تباغض و تشدد کی گرد و غبار سے مکدر کر دیا۔

ان حضرات کی نصیحت کی نیت سے اس مضمون کا یہ نمبر (دوم) قلم مین آیا ہے۔ اس سے بھی انپر کچھ بھی اثر (اثر کو ہٹین) بحالت بخار) ظاہر ہوا تو تیسرے نمبر مین ان کے لیے ایسا مسہل تجویز کرنا پڑے گا جو اون کے مواد فاسد (غلو و تعصب کا تعفن و سختی) کے ساتھ اخراج کرے اور انکو صحت روحانی نصیب ہو و ما توفیقی الا باللہ۔

ہمارے عزیز دوستو ہمارے اخوان و اعیان! ہمارے روح و روان! حسب ہدایت آیۃ مقولہ حاشیہ

قل انما اعظکم بواحدۃ ان تقوموا للہ مثنی وفرادی ثم تتفکروا۔ الآیۃ

جسکا ترجمہ ہے تم سے ایکبات کہی جاتی ہے تم خدا کے لیے ایک ایک ہوکر یا دو دو ملکر اتنا تو سوچو کہ جن باتون پر تمہارا اپنے مقتداؤن یا بھائیون سے شقاق و نفاق ہے وہ اصول اسلام (یا مذہب اہلحدیث) کے ہین یا فروعات ہے؟ اگر ان باتون کو فروعات سمجھتے ہو تو انپر اس قدر غلو و تشدد اور باہم بغض و تہاجر کے معنی کیا ہین۔

کیا صحابہ و تابعین وائمہ مجتہدین مین (جن مین تمہارے اکابر محدثین بھی داخل ہین) ایسا فروعی اختلاف نہ تھا اور پھر کیا اس اختلاف کے سبب ان مین یہ شقاق و نفاق و بغض و تہاجر رہا ہے حاشا و کلا۔

دور نہ جاؤ اپنا ہی حال وخیال ٹٹولکر بتاؤ کہ اپنے گروہ کی مختلف پارٹیون (جماعتون) سے جب پارٹی مین باہم ہو اس [illegible] شکایت واہانت کر وقت ایک دوسرے کے مددگار ہو جاتے ہین اور اون کی آبروریزی (جو خونریزی سے کم نہین ہے) کے مجالس مین کمال سرگرمی کے ساتھ شریک ہوتے ہین اسبھی فروعات مین باہمی اتحاد و اتفاق رکھتے ہین؟۔

اسکا جواب آپ لوگ بجز اسکے کہ ہم مین فروعی اختلاف ہے کچھ نہین دیسکتے کیونکہ اس بات کا آپ یقین کرتے ہین کہ آپکی متفق پارٹی مین حسب تفصیل ذیل اختلاف موجود ہے۔

(۱) کوئی قرأۃ خلف الامام کو واجب کہتا ہے (چنانچہ جمہور کا خیال ہے) کوئی غیر واجب (جیسا کہ ایک خراسانی ملا صاحب کا خیال ہے)۔

(۲) اکثر احباب مقتدی کی اس رکعت کو جس مین وہ امام کو بحالت رکوع پائے اور سورہ فاتحہ نہ پڑھ سکے غیر صحیح اور واجب الاعادہ کہتے ہین۔ بعض حضرات اس رکعت کو صحیح اور اسکے اعادہ کو غیر واجب کہتے ہین۔

(۳) بعض سوتی انگریزی جرابون پر مسح کرنے کو جائز سمجھتے ہین بعض ناجائز۔

(۴) اکثر احباب بیعت توبہ کو مسنون جانتے ہین بعض اسکو بدعت و حرام خیال کرتے ہین۔

(۵) اکثر احباب اموال تجارت مین زکوٰۃ کو واجب جانتے ہین بعض عامی مجتہد اوس کے وجوب کو ہٹاتے ہین اور باب صدقات و خیرات کو بند کر بیٹھے ہین۔

(۱۰) بعض طلاق ثلاثہ (جو یکبارگی ایک طہر میں دیجاتی ہیں) کے بعد عورت کیطرف رجوع کرنا حلال سمجھتے ہیں اور اس طلاق کو رجعی قرار دیتے ہیں بعض حضرات اس طلاق کو بائن و مغلظ اور اس کے بعد رجوع کو حرام جانتے ہیں اس قسم کے بیسیوں فرعی مسائل اور ہیں جن میں یہ حضرات باہم مختلف ہیں -

اور جبکہ فرعی اختلافات کے سبب صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین میں بغض و عناد پیدا نہیں ہوا اور تمہاری متفق پارٹی کے ممبروں میں باوجود اسقدر اختلافات شدید (حلت و حرمت و وجوب و عدم وجوب) کوئی رنج و عناد نہیں ہے تم سب آپس میں شیر و شکر ہو اور ہم نوالہ و ہم پیالہ - دعوتوں میں شریک - مجالس وعظ و بدگوئی مخالف پارٹی میں ایک دوسرے کا رفیق - کسی مسئلہ اختلافی پر ایک دوسرے کو اتنا بھی نہیں کہتا کہ بھائی تم نے ایسا غلط مسئلہ کیوں بیان یا تحریر کیا اور نہ کبھی کوئی آپ کا ایسا جلسہ ہوا ہے جس میں ان مسائل کی مخالفت کی بابت کوئی رائے پیش کی گئی ہو - ہمنے کبھی نہیں سنا (اور نہ کسی اور نے کبھی سنا ہوگا) کہ (مثلاً) مسجد چینیاں والی لاہور یا مسجد خراسانیان امرتسر میں اس مدعا کے لیے کبھی جلسہ ہوا ہے کہ ایک شخص نے اموال تجارت سے خدا کا حق اور خدا تعالیٰ کے فرض زکوۃ کو باطل کیا ہے اسکو اس امر کی فہمائش کریں یا اوس کے جواب میں کوئی رسالہ جیسے "اعانت ملت اسلامیہ" کا مضمون صادق آوے تالیف کر کے مشتہر کریں یا فلانے ملا صاحب جو سورہ فاتحہ کا وجوب [illegible] یا اشتہار چھپوا کر شائع کریں اور نہ یہ سنا ہے - کہ ان اختلافات کے رفع کرنے یا قول مخالف کا جواب تیار کرانے کی غرض سے کسی صاحب نے لاہور سے امرتسر یا امرتسر سے لاہور کا سفر اختیار کیا ہو - اور نہ یہ سنا ہو کہ اس امر کے اہتمام و تاکید کے لیے بیرونجات سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہوا ہو - اور نہ یہ سنا ہو کہ ان اختلافات حلت و حرمت و وجوب و عدم وجوب امر کسی نے مسلمانوں سے یہ درخواست کی ہو "فابکوا علی الاسلام من کان باکیا" یعنے لوگو اسلام چلا اسکا ماتم کرو - اور نہ کسی نے یہ اعلان دیا ہو کہ اسلام کا کوئی مسیح ہو کر ادسپر رونیوالا ہے تو رو لے اور خدا تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ اے بار خدا ابراہیم و محمد کے اللہ تو شریعت حقہ اور دین اسلام کی حالت پر رحم فرما اور اسکو مخالفین کے حملوں سے بچا - جو لوگ اموال تجارت کی زکوۃ کو باطل کر رہے ہیں یا سنت بیعت کو بدعت بنا رہے یا بدعت کو سنت بتا رہے ہیں - اور سورہ فاتحہ کا وجوب اٹھا رہے ہیں ان کی مخالفت دین اسلام سے ہٹا دے علی ہذا القیاس تو پھر اسی قسم کے اختلافات فرعی کے سبب آپ لوگ اپنی مخالف پارٹی کی کیوں دشمن ہو رہے ہیں اور ان سے کبھی معاملات مذکورہ (جو آپ کے موافق پارٹی کی باہمی اختلافات پر سنے نہیں گئے) کیوں عمل میں لاتے ہیں -

دن رات اونکی غیبت و بدگوئی کرتے ہیں - ان کی مخالفت و ایذا رسانی کے تجاویز سوچنے کو آپکی کمیٹیاں

ہوئی ہین ان اعراض سے آپ سفر ہوئے بیرونجات سے مراسلات جاری رہی جنمین انواع اتہامات و افترارات درج کیے گئے ہین اونکی اختلافات پر لوگون سی نوحہ (رونے) کی درخواست ہوئی ـ اور رضا سے محافظت و نصرت اسلام کی دعا وعلی ہذا القیاس کیا یہ دین مین تشدد و غلو نہین ہے جس پر خدا تعالی نے آیتہ منقولہ حاشیہ

یا اهل الکتاب لا تغلوا فی دینکم الآیۃ (سورہ مائدہ ع ۱)

مین یہود وغیرہ اہل کتاب کو برا کہا ہے ـ

اور کیا اس تشدد سے احادیث نبویہ منقولہ حاشیہ جنپر عمل کا تمکو دعوی ہے سختی کے ساتھ مانع نہین ہین

قال ایاکم والغلو فی الدین فانما اهلك من قبلکم الغلو فی الدین
وقال صلعم هلك المتنطعون (مسلم) (نسائی)

اور اگر ان باتون کی رجن کے سبب آپ لوگ اپنے پیشواؤن یا بہائیون کے دشمن ہو رہے ہین) آپ اصول اسلام سے سمجھتے ہین تو یہ آپ لوگون کی سخت اور ڈبل غلطی ہے اس صورت مین آپ کو علما کیطرف (جو کتاب و سنت کو ماہر ہین اور اصول و فروع سے باخبر) رجوع کرنا واجب ہے اور اپنے اجتہاد پر عمل کرنا اور فروعات کو اصول قرار دینا جائز نہین ـ

اس مقام مین ہم ان اختلافات کو جن کے سبب اس گروہ مین خانہ جنگی ہو رہی ہین نقل کرنا مناسب سمجھتے ہین تاکہ* وہ لوگ اگر خود مجتہد ہونے کے خیال سی علما کیطرف رجوع نہ کرین تو اس گروہ کے علما اور پیشوا خود انکو فہمایش و ہدایت کر کر اس دروازہ فساد کو بند کرنے مین ساعی ہون ـ **وہ اختلافات یہ ہین۔**

اول ـ دنیاوی [illegible] خیال سی کافرون کے ساتھ میل جول رکھنا جائز ہے یا نہین ـ

اس گروہ کے اہل علم بالاتفاق اس امر کو جائز سمجھتے ہین ـ بعض نیم ملا یا بے علم اسکو ناجائز خیال کرتے ہین ـ باوجودیکہ وہ دن رات کافرون کی غلامی کر رہی ہین یا ان کے غلامون (نوکرون) کی کمائی کہاتے ہین ـ اسکی سوا کوئی ذریعہ پیٹ پالنے کا نہین رکھتے ـ

دوم کافرون کی واقعی خوبی بیان کرنا اور اُس پر انکی سچی تعریف کرنا جائز ہی یا نہین اسکو بہی علما جائز جانتے ہین بعض نیم ملا یا بے علم ناجائز ـ

ان مین جو زیادہ دینداری کے مدعی اور جو شیلے ہین وہ یہ کہتے ہین کہ یہ امور جائز تو ہین تب ہی ہم ان کے مرتکب ہین ـ مگر اہل علم مقتداؤن اور پیشواؤن کے لیے یہ امور مناسب نہین ہین ـ ان کے جواب مین فریق مجوز کا یہ قول ہے کہ سب سے بڑہکر مسلمانون کے مقتدا خدا تعالی اور اسکا رسول مقبول اور آپکے اصحاب عدول ہین اور ان سی یہ امور سرزد ہوئے ہین (خدا تعالی نے بعض کافرون کی واقعی خوبیان قرآن مین بیان کی ہین اوسکے رسول نے انکی سچی تعریف کی ہے اور آپ اور آپکے اصحاب بعض کافرون سی اعزاز و اکرام کے ساتھ میل جول رکھتے اور یہی حکم اپنے اتباع کو دے گئے ہین) پہر اون سی بڑہکر کون مقتدا اور پیشوا ہے (باقی آئیندہ)

بقیہ "مضمون"

اسلامی احکام نکاح و طلاق پر مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جواب اور بمصادمہ

اور

احکام اسلام و مذاہب معترضین کا موازنہ

(لایق توجہ گورنمنٹ و اہل مذاہب)

پانچوان حکم منجملہ احکام نکاح

ان مضار و مفاسد معاشرت کو (جنکا ذکر بیان حقوق زوجین بضمن حکم چہارم ہو چکا ہے) روکنے کی نظر سے بانی اسلام نے یہہ حکم دیا ہے - کہ نکاح سے پیشتر زوجین ایک دوسرے کو دیکھ لین - اور اپنی مطلوبہ صفات کی تحقیق و تفتیش کرلین -

عن سہل بن سعد - قال جاءت امرأت الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت یا رسول الله جئت لاهب لک نفسی فنظر الیها رسول الله فصعد النظر وصوبه - بخاری ص ۷۶۸

آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ایک عورت نے نکاح کرنے کی درخواست کی تو آپ نے نگاہ اُٹھا کر اُس کو دیکھا اور نگاہ مبارک کو زیر و بالا کیا

ایک شخص نے قبیلہ انصار سے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے اس کو ارشاد فرمایا کہ تو اس عورت کو

عن ابی هریرة قال خطب رجل الی امرأة

فقال النبی صلعم انظر الیها فان فی اعین الانصار شیئاً (مسلم ص ۴۵۷ ونسائی ص ۸۰)

دیکھ لے کیونکہ انصار کی آنکھ مین کچھ عیب ہوتا ہے۔

ایسا ہی ایک اور شخص کو آپ نے ارشاد فرمایا جب اس نے نکاح کرنا

عن المغیرة بن شعبة قال خطبت الی امرأة فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل نظرت الیها قلت لا قال فانظر فانه احری ان یؤدم بینکما نسائی ص ۷۰ وترمذی ص ۱۳۸ ج ۱

چاہا اس مین یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دیکھ لینا الفت یا موافقت پیدا ہونے کیلئے بہتر ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم مین سے کوئی کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو وہ جس وصف کے

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خطب احدکم امرأة فان استطاع ان ینظر الی ما یدعوه الی نکاحها فلیفعل فخطبت جاریة فکنت اتخبا لها حتی رأیت منها ما دعانی الی نکاحها وتزوجها۔ (ابوداؤد ص ۲۹۳ جلد ۱)

خیال سے نکاح کا طالب ہو۔ اس وصف کا معائنہ اس مین کرلے راوی حدیث (جابر صحابی) فرماتے ہین کہ مینے ایک نوجوان عورت سے نکاح کا پیام کیا تو مین اسکو چھپ کر دیکھتا تھا یہان تک کہ مینے اس وصف کو دیکھ لیا جسکا مین طالب تھا۔ چھپ کر دیکھنا غالباً اسوجہہ سے ہوگا کہ ظاہراً دیکھنے کا انکو موقعہ نہ ملا ہوگا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خطب احدکم امرأة فلا جناح علیه ان ینظر اذا کان انما

اور اس معائنہ کے لئے یہہ شرط نہین ہے کہ عورت کی اجازت ہو یا اس کو اس معائنہ کا علم ہوا جیسا کہ

ینظر الیہا للخطبۃ وان کانت لا تعلم (رواہ احمد)

ظاہر الاحادیث انہ یجوز النظر الیہا سواء کان ذالک باذنہا ام لا ۔ وروی عن مالک اعتبار الاذن (نیل الاوطار ص ۱۱۶ ج ۶)

امام مالک فرماتے ہین) ایک حدیث مین صاف آچکا ہے کہ نکاح کے ارادہ سے کوئی دیکہنا چاہے تو اسکو دیکہنے مین کچھ گناہ نہین اگرچہ عورت کو اسکا علم نہو جس سے صاف ثابت ہوتا ہے (چنانچہ قاضی شوکانی نے نیل الاوطار مین فرمایا ہے) کہ اس معائنہ کے لئے عورت کی طرف سے اجازت شرط نہین ہے ۔

قد وقع الخلاف فی الموضع الذی یجوز النظر الیہا من المخطوبۃ فذہب الاکثر [illegible] یجوز النظر الی الوجہ والکفین فقط ۔ وقال داود یجوز النظر الی جمیع البدن وقال الاوزاعی ینظر الی مواضع اللحم (نیل الاوطار ص ۱۱۶ ج ۶)

اس معائنہ کے محل کی تحدید مین علما کا اختلاف ہے اکثر علماء اسلام کا یہ قول ہے کہ [illegible] منہ اور ہاتہون کا (جنکا ذکر احادیث مین وارد ہے) کا معائنہ کرے ۔ کیونکہ خوبصورتی کا آئینہ یہی محل ہین ۔ داؤد ظاہری کا قول ہے کہ باستثناء شرمگاہ سبہی بدن کو دیکھ لے ۔ امام اوزاعی کا قول ہے کہ گوشت والے اعضاء (پنڈلیان بازو وغیرہ) دیکھ لے ۔

اتفقوا علی انہ اذا قصد نکاح امرأۃ یسن لہ نظرہ الی وجہہا وکفیہا خلافا فالداؤد فانہ قال یجوز النظر الی سائر جسدہا فلا

اوصاف جن کا عورت مین دیکہنا اور نکاح مین ان کو پیش نظر رکہنا جائز یا ضروری ہے بہت ہین ان سب کا اصل اصول غالبا چار

السوء تین (میزان شوالی ص۱۲۲ ج۲)

اوصاف ہین۔

(۱) مال جس سے طالبانِ دنیا اپنی آسودگی چاہتے ہین اور اپنی اولاد کی مالدار ہوجانیکی امید رکھتے ہین۔

(۲) قومی امتیاز حسب و نسب جس ہین اکثر طالبان جاہ راغب ہوتے ہین۔ اور شریف عورت کے نکاح کو اپنی شرافت کا ذریعہ بناتے ہین۔

(۳) خوبصورتی جسکا انسان بالطبع طالب و راغب ہوتا ہے۔ آپ خواہ کیسا ہی ہو عورت خوبصورت چاہتا ہے۔

(۴) دین جس ہین جملہ مکارم اخلاق اور حسنہ عادات عفت اطاعت وغیرہ داخل ہین اس وصف کا طالب وہی شخص ہوتا ہے۔ جو خود صاحب دین ہوتا ہے۔ خلیق و شفیق و عفیف و شریف۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال تنکح المراۃ لاربع لمالھا ولحسبھا وجمالھا ولدینھا فاظفر بذات الدین (بخاری ص۶۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم نے ایک حدیث ہین ان چارون اوصاف کا مطلوب خلائق ہونا بیان فرمایا اور اخیر مین یہہ حکم دیا ہے کہ دین والی عورت سے کامیاب ہو۔ جس سے آپ کا مقصود یہہ ہے۔ کہ پہلے تین اوصاف بھی مطلوب ہون۔ تو ان کے ساتھہ دین کا لحاظ ضروری ہے

عن ابی حاتم المزنی قال قال النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا جاءکم من ترضون دینہ وخلقہ فانکحوہ الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض و فساد (ترمذی ص۱۳۸)

ایسا ہی مرد کی جانب مین اوصاف مطلوبہ کے ساتھ دین کا لحاظ ضروری ٹھہرایا اور یہہ فرمایا ہے کہ جب تم سے ایسا شخص نکاح کا پیام کرے جسکے دین و اخلاق

عادات وغیرہ اوصاف اُکو تم پسند کرو تو اُس سے نکاح کر دو - ایسا نہ کروگے تو فتنہ پیدا ہوگا -

یہہ فسا وظاہر ہے اور روز وشب مشاہد مین آتا ہے عورت دیندار نہین ہوتی اور مہند اصاحب حسب ونسب ومال وجمال ہوتی ہے تو خاوند پر مخر وتعلی کرکے اُسکی اطاعت نہین کرتی بلکہ اُسکو ذلیل سمجھکر اپنا ایک ملازم خیال کرتی ہے ایسا ہی اگر خاوند دیندار نہین ہوتا تو مالدار وصاحب حسب ونسب وجمال ہونے پر عورت سے بے رغبتی وبدسلوکی کے ساتھ پیش آتا ہے اسکو معلق ٹھہاکر اپنی حاجت اور جگہ سے پوری کرتا ہے اور اس سے بڑھکر حسن معاشرت کے لئے مفسد اور تمدنی امن وآسایش کے لئے رافع کوئی چیز نہین ہے - ان ہی مفاسد کے انسداد کے لئے اسلام نے حکم پنجم صادر کیا ہے - جو عقل انصاف اور قانون [illegible] ہے - اسلام میں مرد اور عورت کو مساوی درجہ کا استحقاق حاصل ہے مگر افسوس صد افسوس ہندوستان کے مسلمانون خصوصاً اُن کی اشراف قومون مین اس حکم کی تعمیل نہین ہوتی یا ہوتی ہے تو بہت کم ہوتی ہے -

وہ عموماً اپنے بچون کی شادی چھوٹی عمر مین کرتے ہین جس مین نہ زوجین سے اس حکم کی تعمیل ممکن نہین ہوتی -

ان کے ولی (والد وغیرہ) اس تعمیل مین ان کے قائم مقام ہونے کا دعوی تو کرتے ہین - مگر وہ پوری تعمیل نہین کرتے - اور نہ کر سکتے ہین - وہ صرف نسب یا خاندان طرفین کو دیکھ لیتے ہین - طرفین کی ذاتی لیاقت دین واخلاق کو ان کی نااہلی اور صغیر سنی کے سبب دیکھ نہین سکتے صورت قامت وغیرہ اوصاف جسمانی کو بھی زوجین کی آنکھ یا دل مین بیٹھکر دیکھ نہین سکتے

یہی وجہ ہے کہ جس صورت یا قامت کو وہ پسند کرتے اسکو ان کے بچے پسند نہین کرتے - اور جب وہ جوان ہوتے ہین - ان مین تفرقے ہوجاتے ہین -

چھوٹے بچون پر ولایت و تصرف ولی کا مسئلہ (اس اختلاف و شرائط کے ساتھ جن کی کیقدر تفصیل حکم ششم مین ہوگی) اہل اسلام مین مسلم ہے اور ولی کا رشد و خیال صلاح و فلاح بچہ سے زیادہ ہوتا ہے - مگر ولی بچے کے اس دلی منشا پر جو حالت شباب مین ظاہر ہونے والا ہوتا ہے مطلع نہین ہوسکتا اور اسی وجہ سے بہت دفعہ ولی کے انتخاب و اجتہاد مین اور بچے کے مطلوب و مراد مین اختلاف واقع ہوجاتا ہے لہذا ولایت ولی کا عمدہ طریق عمل جس مین بالاخر ضرر نہ نکلے یہی ہے کہ وہ بچہ کو سن بلوغ تک پہنچنے سے پہلے اسکی شادی نہ کرے جب وہ بالغ ہوکر اس حکم اسلام کی تعمیل کے لائق ہوجائے تب اسکی اتفاق راے کے ساتھ اپنے رشد و ولایت سے کام لے -

زوجین کو بھی اسوقت اسلام نے نکاح کا حکم دیا ہے جب وہ شباب کو پہنچین اور اس حکم اسلام کی بلحاظ احکام اربعہ سابقہ تعمیل کرسکین اور ان کے ولیون کو بھی اسی وقت ان کے نکاح کردینے کا حکم دیا ہے - جب وہ بالغ ہوجائین چھوٹی لڑکون کی شادی کا اسلام مین کہین حکم نہین ہے - اور نہ ازمنہ و بلاد

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج (بخاری صـ۵۸ ۷ مسلم صـ۴۴۹)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولد لہ ولد فلیحسن اسمہ و ادبہ فاذا بلغ فلیتزوجہ (مشکوۃ صـ۲۶۳)

قدیم اسلام مین اس رسم کا رواج پایا گیا ہے
یہ رسم مسلمانان ہندوستان نے ہندوون سے اخذ کی ہے - جس مین بہت سے احکام اسلام کی تعمیل فوت ہوتی ہے اور بہت سے ضرر و مفاسد کی صورت مشاہدہ مین آتی ہے - اس باب مین ہم ایک مستقل مضمون بعنوان چھوٹے لڑکون کی شادی لکھ چکے ہین جو اشاعۃ السنۃ نمبر ۱ جلد ۸ مین شائع ہوا ہے -

---

بہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی چھوٹی عمر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے شادی اس رسم کی مثبت نہین ہوسکتی - اولاً اسلئے کہ وہ شادی ایک پولیٹیکل غرض سے (جسکا بیان نمبر ۴ جلد ۱ مین بصفحہ ۹۷ وغیرہ ہوچکا ہے) [illegible] کے لئے دستور العمل نہین ہوسکتی ثانیاً اسلئے کہ اس شادی مین صرف عورت کی جانب صغر سنی پائی گئی ہے نہ مرد کی جانب جو بہت سی ذمہ وارئون کا کفیل ہوتا ہے (جنکا صغر سنی مین امتحان نہین ہوسکتا) اسوجہ سے بہی اس شادی پر چھوٹے لڑکون کی شادی کا قیاس نہین ہوسکتا - ثالثاً اسلئے کہ وہ عورت بہی ایک خاص عورت تہی جسکے جسمانی و روحانی کمالات کے آثار اسکے والد اور شوہر کو ظاہر ہوچکے تہے - جسمانی کمال کے آثار کا ظہور تو اسسے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی نو برس کی عمر مین شادی کے تیسرے سال اپنے شوہر (آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم) کے لائق ہوگئی تہین - روحانی (دینی - اخلاقی اور علمی) کمالات آپسے سی انسے ظاہر

عن عائشۃ ان النبی صلعم تزوجہا وھی بنت ست سنین و بنی بہا وھی بنت تسع سنین (بخاری صفحہ ۷۷۱)

چھٹا حکم

ولی کی ولایت دو حالتوں میں ساقط و بے اعتبار ہو جاتی ہے۔

ایک یہ کہ وہ اپنی زیر ولایت عاقل و بالغ لڑکے کا (کنواری ہو خواہ بیوہ) نکاح اسکی اجازت و رضا کے سوا کردے۔

دوسری حالت یہ کہ وہ زیر ولایت لڑکی کے (بالغہ ہو خواہ نابالغ) نکاح میں رشد و خیر خواہی کا خلاف کرے۔

اس خلاف کی **دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ** کہ وہ کھلی بدنیتی و خود غرضی عمل میں لاوے (مثلاً یتیم لڑکی کو (جو اسکی ولایت میں ہو) صرف طمع مال کی غرض سے ناداے حقوق زوجیت کی نیت سے اپنے نکاح میں ہتھیار رکھے یا کسی ایسے شخص سے رشوت (مال) لیکر اسکا نکاح کردے جو اسکے نکاح کے لائق نہو مثلاً بہت بڈھا ہو۔ یا جو جوان عورت کی حاجت پوری نکرسکے [illegible]

فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام (بخاری ص۵۳۲) ذکر حمیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاها ص۱۵۲ ۔ جلد ۱۰ المحلی ابن حزم عن ابن شبرمة ان الاب لا يزوج ابنته الصغيرة حتى تبلغ وتاذن وزعم ان تزويج النبي صلى الله عليه وسلم عائشة من خصائصه صلعم (نیل الاوطار ص۱۳۳ ج۶)

ہوئے کہ ان کے نظائر اور عورتوں میں کم پائے گئے ہیں ان ہی کمالات کی نظر سے آن حضرت بی بی عائشہ کو باقی موجودہ ازواج سے زیادہ دوست رکھتے اور ان کے فضل کا اظہار فرماتے تھے ان ہی خصوصیات کی نظر سے بعض علماء اسلام نے اس نکاح صدیقہ کو آنحضرت کا خاصہ ٹھیرایا ہے اور کسی دوسرے کو اس فعل سے تمسک کرنیکا مجاز نہیں سمجھا چنانچہ نیل الاوطار اور فتح القدیر میں منقول ہے

یا ایسی مرض (جذام نامردی وغیرہ) مین مبتلا ہو جس کے سبب بندھا ہوا نکاح ٹوٹ سکتا ہے (چنانچہ حکم ہشتم مین بیان ہوگا) یا وہ بدکار و فاسق ہو جو عورت کو نکاح مین لا کر حرامکاری کے پیشہ مین لگاوے (جیسے بعض ملکون مین رسم ہے) و علے ہذا القیاس۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ عمداً یا خطاءً اپنی زیر ولائت لڑکی کو لائق شخص کے ساتھہ نکاح کرنے سے روکے۔ عام اس سے کہ دوسرے شخص سے اس کی مرضی کے مخالف اسکا نکاح کرنا چاہے یا نہ چاہے۔

پہلی حالت مین جوان لڑکی کو جب وہ نکاح کا حال سن کر ناخوش ہو فسخ نکاح کا اختیار ہے۔

دوسری حالت کی پہلی صورت مین نابالغ لڑکی کو جب وہ [illegible] فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے۔ اس حالت کی دوسری **صورت** مین بالغہ لڑکی کو اگر وہ اپنا نکاح کسی لائق شخص سے کرنا چاہے اپنا اختیار حاصل ہے۔ اور ہر ایک حالت و صورت مین ولی کی ولائت بے اعتبار و ساقط ہے۔

اس حکم پر دلیل وہ **آیات قرآن** ہین جن مین ارشاد ہے "عورتون سے تم انصاف نہین کر سکتے تو اون کو چھوڑ دو اور ان کے بدلے دوسری عورتون سے نکاح کر لو" اور ارشاد ہے "تم عورتون کے زبردستی وارث نہو اور اون کو روک نرکھو" جنکی نقل و تفسیر رسالہ نمبر ۵ و ۷ جلد ۱۰ مین بصفحہ ۱۵۰ و صفحہ ۲۰۴ گذر چکی ہے۔

ایک اور آیت مین ولیون کو ارشاد ہے کہ مطلقہ عورتون کی عدت گذر جائے اور وہ اپنے خاوندون

و اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن

فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن
اذا تراضوا بینھم بالمعروف
(بقرہ ع ۳۰)

ان اخت معقل بن یسار طلقھا
زوجھا فترکھا حتی انقضت عدتھا
فخطبھا فابی معقل فنزلت فلا
تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن
(بخاری صفحہ ۶۲۹) وکان (زوجھا)
رجلا صالحا۔ وکانت المراۃ
ترید ان ترجع الیہ (معالم صفحہ ۱۰۱)
[illegible]
معقل انہ طلقک ثم ترید ین
مراجعتہ وجھی من وجھک حرام
ان راجعتہ فانزل اللہ۔
(تفسیر کبیر صفحہ ۳۱۵ جلد ۲)
قال (معقل) فکفرت عن یمینی
فانکحتھا ایاہ (ابوداؤد صفحہ ۲۹۳ ج ۱)

سے دوبارہ نکاح کرنا چاہین تو تم ان
کو نہ روکو جب وہ آپس مین راضی
ہوجائین۔

کتب تفاسیر اور صحیح بخاری

وغیرہ کتب حدیث مین اس آیت
کا مورد نزول یہ بیان ہوا ہے کہ
معقل بن یسار کی بہن کو اوس کے
خاوند نے (جو ایک لائق شخص تھا)
طلاق دی جب عدت گذر گئی تو پھر
اوس نے نکاح کا پیام بھیجا معقل
نے [illegible] انکار کیا اور
اوس کی ہمشیرہ نے منظور کرلیا جسپر
معقل نے ہمشیرہ کو کہا کہ تونے ایسے
ناقدر شناس سے نکاح کیا تو مین
تیرے منہ نہ لگون گا۔ جسپر یہ آیت نازل
ہوئی تب معقل نے اُس سے بہن کا
نکاح کردیا اور اپنی قسم کا کفارہ دیا۔

قاضی محمد بن علی شوکانی نے عضل (نکاح سے روکنے) کے سبب ولایت

لا نکاح الا بولی الا کیونہ عاضلا
لقولہ تعالی۔ فلا تعضلوھن
(دراری مضیۃ شرح درر البھیۃ

ولی کو ساقط الاعتبار ٹھیرایا ہے۔ اور
اسپر اس آیۃ سے استدلال کیا ہے
ایک **حدیث** مین آیا ہے کہ ایک

کرم

عن عائشة ان فتاة دخلت علیها فقالت ان ابی زوجنی ابن اخیه لیرفع بی خسیسته و انا کارهة فقالت اجلسی حتی یاتی النبی صلی الله علیه وسلم فجاء رسول الله صلی الله علیه وسلم فاخبرته فارسل الی ابیها فدعاه فجعل الامر الیها فقالت یا رسول الله قد اجزت ما صنع ابی ولاکن اردت ان اعلم ان للنساء من الامر [illegible]

نوجوان لڑکی کا نکاح اوس کے باپ نے اپنے بھتیجے سے کر دیا تو وہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین آکر شاکی ہوئی اور بولی کہ اوس کے باپ نے اسکا نکاح اس شخص سے اسلیے کر دیا ہے کہ وہ اس کی خسیس حالت کو اونچا کرے اور وہ اس مین خوش نہین ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اوس کے باپ کو بلایا اور اس کے سامنے اس [illegible] خود مختار کر دیا پھر وہ بولی کہ مین اب اپنے باپ کا ساختہ منظور کرتی ہون۔ اس شکائت سے میرا یہ مقصود تھا کہ دوسری عورتون کو یہ جتا دون کہ (جوان) عورتون کو اپنی نکاح کا خود اختیار ہے۔ یعنی ان کے باپ کو یہ اختیار نہین ہے کہ وہ اون کی استمزاج و اجازت کے بغیر انکا نکاح کر دین۔

عن ابن عباس ان جاریة بکرا اتت رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکرت ان اباها زوجها و هی کارهة فخیرها النبی صلی الله علیه وسلم (ابوداود صـ ۲۸۳ جلد ۱)

ایک حدیث مین آیا ہے کہ ایک کنواری نوجوان لڑکی نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر یہ شکائت پیش کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس کو فسخ نکاح کی اجازت دی

صحیح بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم فسخ ایک بیوہ عورت کی نسبت

باب اذا زوج ابنته وهی کارهة فنکاحه مردود
عن خنساء بنت خذام الانصاریة ان اباها زوجها
وهی ثیب فکرهت ذلك فاتت رسول الله صلی
الله علیه وسلم فرد نکاحها (بخاری ص۷۷۱)
(عن ابن عمر قال توفی عثمان بن مظعون وترك
ابنة له من خولة بنت حکیم بن امیة بن حارثة
بن الاوقص واوصی الی اخیه قدامة بن مظعون
قال عبد الله وهما خالای فخطبت الی قدامة
بن مظعون ابنة عثمان بن مظعون فزوجنیها
ودخل المغیرة بن شعبة یعنی الی امها فارغبها
فی المال فحطت الیه وحطت الجاریة الی هوی
امها فابتا حتی ارتفع امرهما الی رسول الله صلی
الله علیه وسلم فقال قدامة بن مظعون یا رسول
الله ابنة اخی اوصی بها الی فزوجتها ابن عمتها
فلم اقصر بها فی الصلاح ولا فی الکفاءة ولکنها
امرأة وانما حطت الی هوی امها قال فقال رسول
الله صلی الله علیه وسلم هی یتیمة ولا تنکح الا
باذنها قال فانتزعت والله منی بعد ان
ملکتها فزوجها المغیرة بن شعبة رواه احمد
والدارقطنی (نیل الاوطار ص۲۳۰ جلد ۶)

نقل کیا ہے اور اس سے
تمام عورتوں کا (بیوہ ہوں
خواہ کنواریاں) حکم
فسخ نکاح استنباط کیا
ہے۔ اس حدیث میں
یہ لفظ ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے اسکا نکاح
فسخ کردیا۔
ایک حدیث میں ذکر
ہے کہ قدامہ بن مظعون نے
اپنے بھائی عثمان بن
مظعون کی بیٹی کا نکاح
اس کی اجازت کے سوا
عبداللہ بن عمر رضی اللہ
تعالے عنہما سے کردیا تو
مغیرہ بن شعبہ اس کی والدہ
کے پاس گئے اور اسکو
مال کی طمع دیکر اپنے ساتھ
اوس کے نکاح کے طالب
ہوئے اسکی ماں اسپر رضی

ہوگئی اور لڑکی بھی ان کیطرف جھک گئی یہ مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ یتیم لڑکی کا نکاح اسکی اجازت کے سوا نہ ہونا چاہیے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہین کہ وہ لڑکی میرے ملک (نکاح) مین آنے کے بعد مجھ سے چھینی گئی اور مغیرہ کی نکاح مین آئی۔

ان احادیث سے پہلی حالت مین ولایت ولی کا بے اعتبار ہونا ثابت ہوتا ہے اور آیات مذکورہ بالا سے دوسری حالت مین (آیات منقولہ نمبر ۵ و ۷ جلد ۱۰ سے حالت دوم کی پہلی صورت مین اور آیۃ منقولہ نمبر ہذا صفحہ (۲۴۵) سے اس حالت کی دوسری صورت مین۔

ان دو حالتون مین پہلی حالت کا حکم گو محل **اختلاف** مجتہدین اسلام ہے جمہور علماء اسلام (جن مین اہلبیت نبوی - امام ابوحنیفہ - اوزاعی سفیان ثوری وغیرہ ہین) **قائل ہین** کہ بالغ لڑکی کا نکاح اس کے باپ نے بلا اجازت کردیا ہو - تو وہ **صحیح** نہین ہے - امام شافعی اور امام مالک کا قول ہے (جو نصوص صریحہ کی مخالف ہے) کہ بالغ لڑکی کنواری ہو تو اس کا باپ بلا اجازت نکاح کرسکتا ہے مگر **دوسری حالت** کی کسی صورت مین کوئی **اختلاف** سلف یا خلف مین پایا نہین گیا نہ کوئی اس امر کا قائل ہے کہ لڑکی کا

ظاهر احاديث الباب ان البكر اذا زوجت بغير اذنها لم يصح العقد واليه ذهب الاوزاعي والثوري والعترة والحنفية وحكاه الترمذي عن اكثر اهل العلم - وذهب مالك والشافعي والليث واحمد واسحاق انه يجوز للاب ان يزوجها بغير استيذان ويرد عليهم ما في احاديث الباب من قوله البكر

بیتا مرها ابوها

(نیل الاوطار صـ۲۹۳ جلد ۶)

ولی (باپ ہی کیون نہ ہو -) اوس کی صریح ضرر رسانی وبدخواہی کرے (مثلاً اسکو مال کے طمع سے کسی جذامی یا بہت بڈھے کے نکاح مین دیدے یا پیشہ حرامکاری کے لیے کسی کے نکاح مین پہنا دے) تو اوسکی ولایت باقی رہتی ہے اور نہ کوئی اسبات کا قائل ہو سکتا ہے کہ جوان عورت کسی لائق شخص سے نکاح کرنا چاہے اور ولی اس کو اس نکاح سے روکے تو اوس کی ولایت باقی رہتی ہے اور وہ لڑکی نکاح کی مجاز نہین ہے -

حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے جو باپ اور چچا کی ولایت مین فرق کیا ہے اور باپ کو ولی مجبر اور چچا کو ولی غیر مجبر ٹہیرا کر فرمایا ہے کہ اگر چھوٹے

فان زوجهما الاب او الجد يعني الصغير والصغيرة [illegible] بعد بلوغهما لانهما كاملا الرأي وافرا الشفقة وان زوجهما غير الاب والجد فلكل واحد منهما الخيار اذا بلغ وهذا عند ابيحنيفة ومحمد وقال ابو يوسف رح لاخيار لهما اعتبارا بالاب والجد ولهما ان قرابة غير الاب ناقصة والنقصان يشعر بقصور الشفقة

(هدایه صـ۲۹۷ جلد ۱)

وان كان المتزوج غيرهما اى غير

لڑکے یا لڑکی کا نکاح غیر کفو مین [illegible] اسکا باپ کر دے تو ان دونون کو بعد بلوغ اس نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار نہین ہے اور اگر چچا یا بھائی ایسا کرین تو اون کو بالغ ہونے کے بعد فسخ نکاح کا اختیار ہے"- یہ حکم صورت اولی حالت ثانیہ کے مخالف نہین ہے امام علیہ الرحمۃ کی مراد اس قول سے یہہ نہین ہے کہ باپ خواہ خود غرضی وبدنیتی سے ایسا کرے تو بہی اس کا ساختہ پرداختہ لڑکی لڑکے کو ماننا پڑتا ہے - اور باپ

الاب لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا و ان کان من کفؤ و بمھر المثل صح لکن لھما خیار الفسخ ولو بعد البلوغ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ لقصور الشفقۃ (در المختار ص ۱۶۶)

باپ کو اس قسم کا حق جبر ہے حاشا وکلا اس قول سے تو ان کی یہ مراد ہے کہ باپ نیک نیتی وخیر خواہی کی نظر سے ایسا کرے تو لڑکی لڑکے کو جب وہ بالغ ہوں اس کی تسلیم واجب ہے۔ اسپر روشن دلیل یہ ہے کہ انہون نے اس تسلیم کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ باپ شفقت مین کامل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اونہون نے چچا اور بہائی کو اس قسم کا اختیار نہین دیا اور اس کا سبب یہی بتایا ہے کہ ان مین شفقت کم ہوتی ہے۔ اور یہ کہنا اس کہنے کے برابر ہے کہ اگر باپ اپنی اولاد کی خیر خواہی عمداً ترک کرے اور دیدہ دانستہ اوسکی بدخواہی وضرر رسانی عمل مین لاوے [illegible] ساقط ہو۔ یہ حکم (ششم) بہی عقل و انصاف کے مطابق ہے اور اس مین عورتون کو ان کے ولیون سے وہ حق دلایا گیا ہے جو قدرت نے اون کو عطا فرمایا ہے۔

ساتوان حکم

(منجملہ احکام نکاح)

نکاح کے وقت یا اس سے پیشتر مرد و عورت مین جو شرائط مقرر ہون ان کا ایفا ان پر واجب ہو اور فریقین سے جو شخص اپنے مسلمہ شروط کا خلاف کرے اس سے فریق ثانی جبراً وفا کرانے کا حق رکھتا ہے۔ اور در صورت عدم ایفا اوسکو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے۔ بشرطیکہ وہ شروط ناجائز نہ ہون۔ نہ ان مین خدا کی معصیت ہو نہ حق تلفی مخلوق۔

یہ حکم بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ مین عام اور خاص طور پر بیان ہوا ہے

ازانجملہ بعض آیات واحادیث کی نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید مین ذکر ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسے علیہ السلام سے اس شرط پر اپنی دختر کا نکاح کردیا تھا کہ وہ آٹھ برس ان کی بکریان چرا تے رہین حضرت موسی علیہ السلام نے اس شرط کو تسلیم کر لیا اور پھر پورا کر دکھایا۔

قال انی ارید ان انکحک احدی ابنتی ھتین علی ان تاجرنی ثمانی حجج فان اتممت عشرا فمن عندک وما ارید ان اشق علیک ستجدنی ان شاء اللہ من الصلحین قال ذلک بینی وبینک ایما الاجلین قضیت فلا عدوان علی واللہ علی ما نقول وکیل (سورہ قصص ع ۳)

ان آیات مین گو پہلے نبیون کے فعل کی حکایت ہی مگر یہ حکایت بلا رد وانکار ہوئی ہے لہذا امت محمدیہ کے لیے بھی یہ فعل لائق دست آویز ہے (یہ مسئلہ اصول فقہ مین مدلل ہو چکا ہے)

ایک اور آیت مین ارشاد ہے۔ فلاح یا نجات اون ہی مومنون کو ہے جو اپنے عہد اور وعدون کو نگاہ رکھتے ہین اور ان کی رعایت کرتے ہین **آنحضرت** صلی اللہ علیہ وسلم کا **ارشاد** ہے "مسلمان اپنی شروط پر قائم رہتے ہین بجز ایسی شروط کے جو حلال کو حرام کرین یا حرام کو حلال۔

والذین ھم لاماناتھم وعھدھم راعون (المومنون والمعارج ۱۶)

المسلمون علی شروطھم (ابوداود ص ۵ ج ۱)

زاد الترمذی من روایۃ عمرو بن عوف الا شرطا حرم حلالا او احل حراما (ترمذی ص ۱۷۳ جلد ۱)

اس حدیث کے پہلے جملہ کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ابن حبان اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے۔ دوسرے جملہ استثنائیہ کو ترمذی نے روایت کیا

اور صحیح کہا - مگر اوس کی دعوی صحت کو اور محدثین نے تسلیم نہین کیا اور اس حدیث کا حسن ہونا تجویز کیا ہے - یہ اختلاف محدثین کا صرف اوس کے اسناد یا الفاظ مین ہے - اس جملہ کے معنے کی صحت مین کسی کو اختلاف نہین ہے - کیونکہ یہ مضمون بہت سی احادیث صحیحہ اتفاقیہ سے ثابت ہو کہ ناجائز شروط کا ایفا واجب نہین اگرچہ اسپر نذر بھی مان لی - اور قسم بھی کہالی ہو -

الحدیث اخرجه ایضا الحاکم وابن حبان وفی اسناده کثیر بن عبد الله بن عمرو بن عوف عن ابیه وهو ضعیف جدا قال فیه الشافعی وابوداؤد وهو رکن من ارکان الکذب وقال النسائی لیس بثقة وقال ابن حبان له عن ابیه عن جده نسخة موضوعة وترکه احمد وقد نوقش الترمذی فی تصحیح حدیثه قال الذهبی اما الترمذی فروی من حدیثه الصلح جائز بین المسلمین وصححه فلهذا لا یعتمد العلماء علی تصحیحه وقال ابن کثیر فی ارشاده قد نوقش ابو عیسی یعنی الترمذی فی تصحیحه هذا الحدیث وما شاکله اه واعتذر له الحافظ وقال وکانه اعتبر بکثرة طرقه وذلک لانه رواه ابوداؤد والحاکم من طریق کثیر بن زید عن الولید بن رباح عن ابی هریرة قال الحاکم علی شرطهما وصححه ابن حبان وحسنه الترمذی × × × وکثیر بن زید المذکور قال ابو زرعة صدوق ووثقه ابن معین والولید بن رباح صدوق وایضا ولا یخفی ان الاحادیث المذکورة والطرق یشهد بعضها لبعض فاقل احوالها ان یکون المتن الذی اجتمعت علیه حسنا -

(نیل الاوطار صفحہ ۱۲۷ جلد ۵)

اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سب سے زیادہ لائق

عن عقبة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال احق ما اوفيتم من الشروط ان توفوا به ما استحللتم به الفروج (بخاری صفحہ ۷۷۲)

ایفا وہ شرط ہے جس کے ذریعہ سے تم عورتوں کی شرمگاہ کو اپنے لیے حلال کرو یعنے جو شروط نکاح کے وقت کرو

ان آیات و احادیث سے جائز شروط نکاح کا وجوب ایفا ثابت ہے اور اس ایفا پر صاحب شرط کو مجبور کرنا - اور درصورت عدم ایفا فریق ثانی کا فسخ نکاح مین مختار رہونا اس وجوب کا عین لازمہ ہے -

قال الخطابي الشروط في النكاح مختلفة فمنها ما يجب الوفاء به اتفاقا وهو ما امر الله به من امساك بمعروف او تسريح باحسان - وعليه حمل بعضهم هذا الحديث ومنها ما لا يوفى به اتفاقا كسؤال طلاق اختها ومنها ما اختلف فيه كاشتراط ان لا يتزوج عليها او لا يتسرى او لا ينقلها من منزلها (فتح الباری) والمراد شروط لا تنافي مقتضى عقد النكاح بل تكون من مقاصده كاشتراط العشرة بالمعروف وان لا يقصر

علماء اسلام نے شروط نکاح کو تین قسم پر منقسم کیا ہے قسم اول وہ شروط جن کا ایفا عین مقتضا عقد نکاح ہے (جیسے حسن معاشرت یعنے عورت کو دستور کے موافق رکھنا) یا بصورت عدم استقامت اچھی طرح چھوڑ دینا اور مہر وغیرہ حقوق زوجیت ادا کرنا - اس قسم کی شروط کا ایفا باتفاق اہل اسلام واجب ہے قسم دوم وہ شروط جن مین خدا کی معصیت یا مخلوق خدا کی حق تلفی ہو (جیسے زوجہ کا شوہر سے یہ شرط کر لینا کہ وہ سابق زوجہ

فی شئی من حقوقها (قسطلانی صـ ۴۷۱ جـ ۸)	کو طلاق دے یا شوہر کا زوجہ سے شرط منوالینا کہ وہ اوس کے مرنے

کے بعد نکاح ثانی نہ کرے - یا فریقین کا کسی اور گناہ کی شرط کر لینا) - ان شروط کے عدم جواز پر علماے اسلام کا اتفاق ہے قسم سوم وہ شروط ہین جو نہ از قسم اول ہین نہ از قسم دوم ایسی شروط کی وجوب ایفا مین اہل اسلام کا اختلاف ہے جو لوگ کسی شرط کو جائز سمجھتے ہین وہ اوس شرط کے ایفا کو واجب جانتے ہین - اور جو لوگ اس شرط کو ناجائز جانتے ہین وہ اوس کے ایفا کو بہی جائز نہین سمجہتے - اس قسم کی مثال عورت کا یہ شرط کرنا ہے کہ اُسکا خاوند دوسری عورت نکاح مین نہ لاوے یا یہ کہ وہ اسکو اسکے گھر یا وطن سے باہر نہ لیجاوے -

شروط قسم اول کا وجوب ایفا [illegible] اشتراط [illegible] کون نہین مانتا اور نہین جانتا کہ نکاح حسن معاشرت کی غرض سے ہوتا ہے - اور اس غرض کا پورا کرنا زوجین پر واجب ہے - لہذا ان شروط کا ایفا جو حسن معاشرت مین دخل رکہین زوجین پر واجب ہے

شروط قسم دوم کے عدم وجوب ایفا کا ثبوت

صحیح بخاری مین ہے اُن شروط کا بیان جن کا تقرر نکاح مین حلال نہین ہے - ابن مسعود نے کہا ہے عورت اپنی بہن کی طلاق کو اپنے نکاح کی شرط نہ ٹہیراوے - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ نے آنحضرت

باب الشروط التی لا تحل فی النکاح - قال ابن مسعود لا تشترط المرأة طلاق اختها - عن ابی ھریرة رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحل لامرأة	

تسئل طلاق اختہا لتستفرغ صحفتہا فان لہا ما قدر لہا (بخاری صفحہ ۷۷۳)

وفی لفظ متفق علیہ نہی ان تشترط المرأۃ طلاق اختہا وعن عبد اللہ بن عمرو ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحل ان تنکح امرأۃ بطلاق اخری رواہ احمد

(نیل الاوطار صفحہ ۵۳ جلد ۶)

صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کسی عورت کو حلال نہیں ہے کہ وہ اپنی بہن کی طلاق چاہے تا کہ اس کے برتن کو انڈیل لے ایک روایت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ عورت اپنی بہن سے طلاق کو شرط نکاح نہ ٹھیرائے ایک روایت مین یہ فرمایا ہے ایک عورت کی طلاق سے دوسری کا نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔

طبرانی کی معجم صغیر مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت

اخرج الطبرانی فی الصغیر [illegible] باسناد حسن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب ام مبشر بنت البراء بن معرور فقالت انی شرطت لزوجی ان لا اتزوج بعدہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھذا لا یصلح

(نیل الاوطار صفحہ ۵۵ جلد ۶)

کو نکاح کا پیغام دیا [illegible] تو اوس کے جواب مین اوس نے کہا کہ مین نے اپنے متوفی شوہر کی یہ شرط مان لی تھی کہ مین اوس کے مرنے کے بعد دوسرا نکاح نہ کرون گی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شرط (یا اس کا ایفا) مناسب نہیں

ناجائز شروط کی عدم وجوب ایفا کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اشترط شرطا لیس فی

ایک عام حکم یہ فرمایا ہے کہ کوئی کسی سے ایسی شرط کرے جو کتاب اللہ مین نہ ہو (یعنے اوسکی اجازت

> کتاب الله فهو باطل وان اشترط مائة مرة شرط الله احق (بخاری صـ ۳۶۹)

قرآن یا حدیث سے نہ نکلتی ہو) تو وہ شرط باطل یعنے نا قابل ایفا ہے اگرچہ سو دفعہ شرط کی گئی ہو۔ لائق وفا اور پختہ خدا کی ہی شرط ہے یعنے جسکو خدا تعالے نے جائز قرار دیا ہے۔

حدیث منقولہ حاشیہ کے معنے جو ہمنے بیان کیے ہین اکابر صحابہ اور ائمہ

> قال ابن عمر او عمر کل شرط خالف کتاب الله فهو باطل وان اشترط مائة مرة (بخاری صـ ۳۸۱)
>
> هذا الشرط الذی خالف کتاب الله او سنة رسول الله او اجماع الامة [illegible] قال ابن خزیمة [illegible] ليس فی حکم الله جوازه لا ان کل شرط لم ينطق به الکتاب يبطل (عینی شرح بخاری)

سے منقول ہین حضرت ابن عمر یا حضرت عمر سے مروی ہے کہ جو شرط کتاب اللہ کے مخالف ہو وہ باطل ہے۔ سو دفعہ کیون نہ ہو چکی ہو۔ امام الائمہ ابن خزیمہ [illegible] حدیث سے یہ مراد نہیں ہے کہ جو شرط کتاب اللہ مین صریح مذکور نہ ہو وہ باطل ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس شرط کا جواز یا وجوب خدا کے حکم سے (قرآن مین ہو یا حدیث مین) مستنبط نہ ہو وہ باطل ہے۔

شروط قسم سوم مین علماء کے اختلاف کا بیان

عورت کی اس شرط کو کہ اوس کو اسکا خاوند اسکو گہر سے باہر نہ لیجائے حضرت عمر فاروق۔ و عمرو بن العاص (صحابی) طاوس و ابو الشعثاء (تابعی) امام شافعی۔ امام احمد۔ اوزاعی۔ اسحق

> قال عمر ان مقاطع الحقوق عند الشروط

(بخاری ص ۳۷۶ و ص ۷۷۲ وغیرہ)

وصلہ سعید بن منصور من طریق اسمعیل بن عبید الله عن عبد الرحمن بن غنم بلفظ قال کنت مع عمر حیث تمس رکبتی رکبتہ فجاءہ رجل فقال یا امیر المؤمنین تزوجت امراۃ و شرطت لہا دارہا وانی اجمع لامری اولشانی ان انتقل الی ارض کذا وکذا فقال لہا شرطہا فقال الرجل هلك الرجال اذا لا تشاء امراۃ ان تطلق زوجها الا طلقت فقال عمر المسلمون علی شروطهم عند مقاطع حقوقهم (فتح الباری و قسطلانی ملخصاً)

والعمل علی هذا عند بعض اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله علیہ وسلم منهم عمر بن الخطاب قال اذا تزوج الرجل المرأۃ و شرط لها ان لا یخرجها من مصرها فلیس له ان یخرجها و هو قول بعض اهل العلم وبه یقول الشافعی و احمد و اسحاق و روی عن علی انہ قال شرط الله قبل شرطها

وغیرہ ائمہ جائز اور واجب الوفا کہتے ہین حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک شخص کو جس نے اپنی عورت کی یہ شرط مانکر اوسکو دوسری جگہ لے جانا چاہتا تہا اوس کے ایفا کا حکم دیا تو اوس نے کہا کہ اس صورت مین تو جو عورت چاہیگی خصم کو طلاق دیدیگی آپ نے یہ عذر نہ سنا اور صاف فرمایا۔ مسلمان اپنی شرطون پر قائم رہتے ہین ان کے شرط یا حقوق اپنی حدون کو پہنچتی ہین۔ اور حضرت علی مرتضی اور سعید بن المسیب تابعی۔ و امام ابو حنیفہ و سفیان ثوری۔ ولیث۔ وغیرہ ائمہ اس شرط کو ناجائز قرار دیتے ہین اور اوس کے ایفا کو واجب نہین سمجہتے ایسا ہی عورت کی اس شرط کو کہ اسکا خاوند دوسری شادی نہ کرے امام احمد وغیرہ جائز اور اس کے ایفا کو واجب کہتے ہین اور دوسرے علما اسکو ناجائز اور ناقابل عمل قرار دیتے

کا شرط ای للزوج ان یخرجھا وان کانت اشترطت

علی زوجھا ان لا یخرجھا (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۳۴)

قال ابو عبید وقد قال بقول عمر عمرو بن العاص

ومن التابعین طاؤس وابو الشعثاء وھو

قول الاوزاعی (نیل الاوطار جلد ۶ صفحہ ۵۵)

قال سعید بن المسیب یخرج بھا ان شاء

(موطا مالک صفحہ ۱۹۲) واختلف فی شرط

الاقامۃ فی بلد الزوجۃ وشرط دار الزوجۃ

وان لا یتسری علیھا ولا یتزوج علیھا فاوجب

احمد وغیرہ الوفاء بہ ومتی لم یف بہ فلھا

[illegible] الشرط [illegible]

فان قیل فما الفارق بین ھذا وشرط الطلاق

وبین اشتراطھا ان لا یتزوج علیھا حتی

صححتم ھذا وابطلتم شرط طلاق الضرہ۔

قیل الفرق بینھما ان فی اشتراط طلاق الزوجۃ

من الاضرار بھا وکسر قلبھا وخراب بیتھا

وشماتۃ اعدائھا ما لیس فی اشتراط عدم

نکاحھا ونکاح غیرھا وقد فرق النص بینھما

فقیاس احدھما علی الاخر فاسد۔

(زاد المعاد صفحہ ۱۶۹ جلد ۲)

امام مالک کا اس مین یہ قول ہی کہ اگر اس شرط کو قسم

کے ساتھہ مان لیا ہو تو اسکا ایفا واجب ہی نہین تو نہین

یہ قول بھی مشعر ہی کہ امام مالک بھی اس شرط کو جائز جانتے

ہین ورنہ قسم کی حالت مین اسکو واجب الوفا نہ کہتے

کیونکہ ناجائز امر قسم کہانے سے واجب نہین ہو سکتا

امام احمد کے نزدیک اس عورت کو فسخ نکاح

کا اختیار ہی جبکہ خاوند نے دوسری شادی کر لی

شرط مانکر اسکا خلاف کیا ہو۔

اس شرط (عدم نکاح زوجہ دیگر) کے مجوز اس شرط

مین اور شرط طلاق زوجہ سابق مین جو بحکم نص

[illegible] مین کہ طلاق کی شرط

مین سوت کی ضرر رسانی اور دل تنگی اور

خانہ بربادی اور اسکے دشمنون کی شادی متصور

ہے اور یہ باتین شرط عدم نکاح زوجہ

دیگر مین پائی نہین جاتین (کیونکہ اسکا

ہنوز وجود ہی نہین پہر ضرر رسانی

کسکی ہو) لہذا اسپر اسکا قیاس کرنا اس شرط

کے عدم جواز سے اسکا عدم جواز نکالنا صحیح

نہین ہی۔

اس تفصیل سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ اس حکم

ہفتم کی تسلیم پر اہل اسلام کا اتفاق ہی گو بعض شروط کے جائز ناجائز ہونے مین انکا اختلاف ہی

کہو جو

بالجملہ جن شروط نکاح کو اہل اسلام جائز سمجھتے ہین اون کے واجب الایفا ہونے پہ اتفاق رکہتے ہین اور درصورت مخالفت شروط فریق مخالف پر جبر کرنے اور اگر وہ جبر سے بہی اون شروط کا ایفا نہ کرے تو فریق ثانی کو نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار دیتے ہین۔

اہل اسلام کے علاوہ اہل مذاہب بہی (جو اسوقت عقل و انصاف کی مدعی ہین اور تہذیب اور آزادی کے بڑے حامی) اس حکم کی تسلیم مین اہل اسلام کے ساتہہ اتفاق* رکہتے ہین جس سے یقینی اور صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ حکم عقل و انصاف واصول اخلاق کے مطابق ہے۔

آٹھوان حکم

(منجملہ احکام نکاح)

زوجین کو جیسا کہ اختیاری اسباب مخالف اغراض نکاح کے پیدا ہونے سے فسخ نکاح کا استحقاق حاصل ہے (چنانچہ احکام سابقہ مین بیان ہوا ہے) ویسا ہی قدرتی اسباب مخالفِ اغراضِ نکاح کے پیدا ہوجانے یا لاعلمی کے بعد ان اسباب کی معلوم ہونے سے فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے۔

اور یہ فسخ ویسا ہی قرین عقل و انصاف ہی جیسا کہ موجودگی اسباب موافق اغراض نکاح کے وقت نکاح کو قائم رکہنا۔

کعب سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی غفار سی ایک عورت سی نکاح کیا تہا جب آپ اس کے بچہونے پر بیٹھے تو اس کے پہلو پر سفید داغ (جسکو برص کہتی ہین)

عن جمیل بن زید عن کعب بن زید او زید بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

* دیکھو مل صاحب کی کتاب لبرٹی جسکا ایک کوٹیشن صفحہ (۲۶۷) مین منقول ہے

کہو جو

تزوج امراۃ من بنی غفار فلما دخل علیھا فوضع ثوبہ وقعد علی الفراش ابصر بکشحھا بیاضا فانحاز عن الفراش ثم قال خذی علیک ثیابک ولم یاخذ مما اتاھا شیئا رواہ احمد۔

(نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار فصل ۶)

آپ کو نظر آیا تب آپ بستر سے علیحدہ ہوئے اور اسکو یہ فرمایا کہ تو کپڑے پہن لے یا اپنے گھر چلی جا اور اور اسکو رخصت کر دیا اور اپنے دیے ہوئے مال سے (یعنے مہر وغیرہ) کچھ واپس نہ لیا۔

ایک حدیث مین ذکر ہی کہ ابو رکانہ نے اپنی ہی ام رکانہ کو طلاق دی اور

عن ابن جریج اخبرنی بعض بنی ابی رافع مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن عکرمۃ مولی ابن عباس عن ابن عباس قال طلق عبد یزید ابو رکانۃ واخوتہ ام رکانۃ ونکح امراۃ من مزنیہ فجاءت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ما یغنی عنی الا کما تغنی ھذہ الشعرۃ لشعرۃ اخذتھا من راسھا ففرق بینی وبینہ فاخذت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حمیۃ فدعا برکانۃ واخوتہ ثم قال لجلسائہ اترون

ایک اور عورت (قبیلہ مزنیہ سے) جو رو بنائی تو وہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر شاکی ہوئی کہ اسکو شوہر ابو رکانہ سے کچھ ہو نہیں سکتا۔ (یعنے وہ نامرد ہے) اور اپنے سر سے ایک بال نکال کر اس سے اس کے عضو مخصوص کو تشبیہ دی اور اس سے جدا ہونے کی درخوست کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گو اس کے اس بیان کا اس کے شوہر کے صاحب اولاد ہونے سے غلط ہونا ثابت کیا مگر اسکی درخوست کر اس اصول کو کہ نامردی موجب فسخ

* بیان شاید کوئی یہ سوال کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح تو محض

فلانا یشبه منه کذا وکذا من عبد یزید وفلانا یشبه منه کذا وکذا قالوا نعم قال النبی صلی الله علیه وسلم لعبد یزید طلقها ففعل قال راجع امرأتك ام رکانة واخوته فقال انی طلقتها ثلثا یا رسول الله قال قد علمت راجعها وتلا یا ایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن (ابو داود ج ا ص ۲۹۷)

ولا علة لهذا الحدیث الا روایة ابن جریج له عن بعض بنی ابی رافع

نکاح ہوتی ہے" رد نہ کیا اور نہ فرمایا کہ خاوند خواہ کیسا ہی کمزور یا نامرد ہو عورت اس کے نکاح سے الگ نہین ہو سکتی - بلکہ اس اصول کی تائید مین یہ حکم دیا کہ ابو رکانہ اوسکو طلاق دیدے جس کی وجہ غالباً یہی ہوگی کہ اس عورت کی ابو رکانہ سے تسلی نہ ہوتی تہی - اور یہ امر دونون کی شکر رنجی کا باعث تہا - اس حدیث کے بعض راویون مین کو بعض محدثین کو کلام ہے

ہمدردی اور عاجز پروری پر مبنی تھے پھر اس بیچاری کو ایک قدرتی نقصان (مرض برص) کے سبب اس فیاضانہ اصول کے اثر سے کیون محروم کیا - اس کا جواب یہ ہے کہ اُس کی محرومی مین ایک عام و وسیع فیاضی مدنظر ہے وہ یہ کہ تمام امت اس علیحدگی کے حکم جواز سے فیضیاب ہو - جو لوگ ایسی مرض (برص جذام وغیرہ) سے بچنا چاہین ان کے لیے آپ کا فعل دست آویز ہو - آپ اس عورت کو ایسی حالت مین نکاح مین رکھتے تو آپ کی امت کے تمام لوگ تنگی و تکلیف پاتے وہ ہمیشہ کوڑھیون کو نکاح مین رکھتے اور ان کے ساتھ معاشرت کرنے پر مجبور کیے جاتے -

وهو مجهول ولكن هو تابعي وابن جريج
من الائمة الثقات العدول ×
× × ولم يكن الكذب ظاهرا
في التابعين ولا سيما التابعين
من اهل المدينة ولا سيما
موالي رسول الله صلى الله عليه
وسلم ولا سيما مثل هذه السنة
التي اشتدت حاجة الناس اليها
ولا يظن بابن جريج انه حملها
عن كذاب ولا عن غير ثقة
عنده ولم يبين حاله
(زاد المعاد صـ ۱۹۲ جلد ۲)

عن عائشة رضي الله تعالى
عنها ان رفاعة القرظي تزوج
امرأة ثم طلقها فاتت النبي
صلى الله عليه وسلم فذكرت له
انه لا يأتيها وانه ليس معه الا
مثل هدبة فقال لا حتى تذوقي
عسيلته ويذوق عسيلتك
(بخاری صـ ۸۰۱ جلد ۲)

جسکا جواب حافظ ابن القیم علیہ الرحمۃ نے
زاد المعاد میں دیا ہے* مگر اس حدیث کا
مضمون فسخ نکاح بعلت نامردی
کے موید صحیح بخاری کی حدیث ذیل موجود ہے
لہذا وہ کلام اس مضمون
کو مضر نہیں ہے۔ صحیح
بخاری میں ہے کہ رفاعہ کی
مطلقہ عورت نے اپنے دوسرے
شوہر عبد الرحمان بن الزبیر کی آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی حضور میں شکایت
کی اور اس کے عضو مخصوص کو اپنے
کپڑے کی بٹی ہوئی جھالر سے تشبیہ دی
اور اس سے جدا ہونے کی درخواست
کی اور پہلے شوہر رفاعہ کے نکاح
میں آنے کی تمنا ظاہر کی
اس درخواست کے اصول کو بھی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے رد
نہ فرمایا۔ صرف یہ عذر مانع رجوع
پیش کیا کہ جب تک شوہر ثانی اس
سے ہم بستر ہو کر طلاق نہ دے گا
وہ پہلے شوہر کے نکاح میں نہیں آسکتی یہ حدیث صحیح بخاری

* یہ جواب اس صفحہ کی عربی عبارت میں ہے اسکا تتمہ صفحہ ۲۰۸ میں آئیگا۔

حدیث سابق کے مضمون استحقاق فسخ نکاح بعلت نامردی کے مؤید ہے - گو اس حدیث کے اس مضمون کی کہ ابو رکانہ کو تین طلاق کے بعد رجوع کی اجازت ہوگی مؤید نہیں اسکی مؤید ایک اور حدیث بروایت امام احمد بضمن حکم دوازدہم بصفحہ ۳۱۰ منقول ہوگی -

پہلی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ احد الزوجین کی مرض جذام و برص وغیرہ پر فریق ثانی کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے - **دوسری اور تیسری** حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شوہر کے نامرد ہو جانے یا حاجت روائی زوجہ سے عاجز ہونے سے عورت کو فسخ نکاح کا حق پہنچتا ہے -

پہلی حدیث سے جواز فسخ نکاح پر منتقی الاخبار وغیرہ میں استدلال کیا ہے - [illegible] قاضی شوکانی نے منتقی کی شرح نیل الاوطار میں پہلی حدیث سے استدلال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث سے فقہا کا اصطلاحی فسخ (بلا طلاق شوہر صرف حاکم کے حکم سے تفریق) ثابت نہیں ہوتا - ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ الفاظ کہ "تو کپڑے پہن لے یا اپنے گھر چلی جا" جن سے فسخ نکاح استنباط کیا جاتا ہے (طلاق سے کنایہ ہوں

استدل بحدیثی الباب علی ان البرص والجنون والجذام عیوب یفسخ بها النکاح ولکن حدیث کعب لیس بصریح فی الفسخ لان قوله خذی علیک ثیابک وفی روایة الحقی باهلک یمکن ان یکون کنایة طلاق (نیل الاوطار [illegible] جلد ۶)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے استدلال کا مطلب یہ ہے کہ درصورت بیماری جذام و برص احد الزوجین کے فریق ثانی کو فسخ نکاح کا حق پیدا ہو جاتا ہے - پھر وہ حق بذریعہ طلاق شوہر

حاصل ہو خواہ بذریعہ تفریق حاکم وقضاءً قاضی - اور یہ استحقاق آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی طلاق سے بھی (اگر آپ کے الفاظ کو کنایہ از طلاق مانا جاوے)
ثابت ہوتا ہے کیونکہ مرض برص کے سبب اس عورت کو علیحدہ کر دینے اور
اس کے نکاح کو (بذریعہ طلاق ہی سہی) فسخ کر دینے کا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو استحقاق حاصل نہ ہوتا تو آپ اوسکو ہرگز طلاق نہ دیتے - کیونکہ
طلاق بلا ضرورت و بلا استحقاق کو آپ ممنوع ٹھیرا چکے ہین (چنانچہ مسائل
طلاق مین اسکا مفصل بیان ہوگا) اور برص کے سبب سے اس عورت کو چھوڑنا
اس حدیث کے الفاظ سے بھی ثابت ہے - اس حدیث مین حرف "ف"* کے
ذریعہ سے جو سببیت کو لیے ہے ظاہر کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اوسکے پہلو مین سفید داغ کا معائنہ کیا تو اسکو چھوڑا -

اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] طلاق [illegible] نہ ہو) اور
حدیث کے الفاظ سے ثابت ہے کہ یہ علیحدگی مرض برص کے سبب
ہوئی ہے تو جس محل مین امر (وہ خواہ عورت) اس سبب کا وجود پایا جاوے
گا اس محل مین اس کے اثر و مسبب (طلاق یا فراق) کا وجود لازمی و ضروری
ہوگا - پھر اگر شوہر اس فراق یا طلاق سے انکار کرے گا تو قاضی و حاکم
وقت اس لازمی و ضروری اثر کو پیدا کرے گا - اور جبرًا تفریق کا حکم لگاوے
گا - اور یہی فسخ اصطلاحی ہے جو محل اعتراض تھا

* یہ وہ "ف" ہے جو راوی کے ان الفاظ "ابصر بکشحها بیاضا فانحاز عن
الفراش الخ" مین ہے جسکی نظیر حدیث "زنی ماعز فرجم" مین لفظ فرجم
کی ف ہے جو اس امر کی مشعر تسلیم کی جاتی ہے کہ ماعز کے رجم کا سبب
وعلت اسکا زنا کرنا تھا -

یہ حکم اکابر علماء اسلام مین جن مین آنحضرت صلعم کے خلفاء راشدین (عمر فاروق - علی مرتضیٰ - عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور مذہب اربعہ کے ائمہ مجتہدین (امام ابو حنیفہ امام مالک - امام شافعی امام ابن حنبل) شامل ہین اتفاق کے ساتھ تسلیم کیا گیا ہے انکا اختلاف ہے تو عیوب کی تفصیل و تعیین مین ہے - بعض اکابر ائمہ صرف بعض عیوب کو موجب استحقاق فسخ نکاح قرار دیتے ہین بعض جملہ عیوب کو جو حسن معاشرت مین خلل انداز ہون -

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس شخص کا جذام

عن یحیی بن سعید عن سعید بن المسیب انه قال قال عمر بن الخطاب ایما رجل تزوج امراة وبها جنون [illegible] صداقها كاملا وذلك لزوجها غرم على وليها (موطا مالک صفحہ ۱۹۰ ج)

وفی روایۃ ابی داؤد وصداق الرجل علی من غرہ وفی لفظ لہ وفرق بینھما (نیل الاوطار صفحہ ۲ جلد ۶)

وذکر سعید بن منصور عن ابن سیرین ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه بعث رجلا علی بعض السعایة فتزوج امراة عقیما فقال له عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه اعلمتها انك

یا سفید داغ یا جنون والی عورت سے نکاح کرا دیا گیا ہو وہ اس سے ہمبستر ہو چکا ہو تو اس سے مہر دلا کر ان دونو مین جدائی کرادی جائے - اور وہ مہر عورت کے ولی پر یا کسی اور پر جس نے دہوکہ دیکر نکاح کرا دیا ہو تاوان ہوگا -

آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو حاکم یا تحصیلدار بنا کر کسی کام پر بھیجا تو اس نے ایک عورت سے نکاح کر لیا اور وہ شخص قابل تولید نہ تہا آپنے اوسکو فرمایا کہ تو نے اپنا ناقابل تولید ہونا اس عورت کو بتا دیا تہا - اس نے عرض کیا کہ مین نے یہ تو

عقیم۔ قال لا قال فانطلق فاعلمها
ثم خیرها۔ و اجل مجنونا سنۃ فان
افاق و الا فرق بینہ و بین امرأتہ
(وعن سعید بن المسیب عن عمر
انہ قال اذا تزوجہا برصاء او عمیاء
فدخل بہا فلہا الصداق و یرجع
بہ علی من غرہ۔ وھذا یدل
علی ان عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
لم یذکر تلک العیوب المتقدمۃ
علی وجہ الاختصاص والحصر دون
ما عداہا [illegible]

یہ تو نہین بتایا آپنے فرمایا یہ حال اسکو
بتا دی اور پھر اسکو اپنے نکاح مین
رہنے نہ رہنے کا اختیار دے آپنے
مجنون کو ایک سال کی مہلت دینے
کا حکم دیا ہے اور فرمایا کہ ایک سال
تک اگر اوسکو ہوش نہ آئی تو اسکی زوجہ
کو اس سے جدا کر دیا جائے۔
آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ جس شخص
کا نکاح کوڑہی یا اندہی عورت سے
کرایا گیا ہو وہ اس سے ہم بستر
ہو چکا ہو تو اس عورت [illegible] مہر دلایا
جائے گا اور وہ مہر اس شخص سے لیا جائے گا جس نے اوس کو دہوکا دیا ہوگا۔
ابن القیم نے ان روایات کو زاد المعاد مین نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ ان
روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو موطا کی روایت مین صرف تین عیوب سے فسخ کا حکم
آپ سے منقول ہے وہ بطور حصر نہین (بلکہ بطور تمثیل ہے) اس روایت کی موید

(ومن طریق ابن المسیب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ قضی عمر فی العنین
ان یؤجل سنۃ۔ ورجالہ ثقات
(بلوغ المرام صـ۶۷)

وہ روایت بھی ہے جو بلوغ المرام
مین منقول ہے کہ آپ نے نامرد کو بھی
ایک سال کی مہلت دی ہے یعنے
اوس کے بعد بھی افاقہ نہ ہو تو جدائی
کی اجازت فرمائی۔
ایسا ہی حضرت **علی مرتضیٰ** علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے

وروی الشعبی عن علی کرم الله
وجهه ایما امرأة نکحت وبها برص
او جنون او جذام او قرن فزوجها
بالخیار ان شاء امسك وان شاء
طلق وان مسها فلها المهر بما
استحل من فرجها۔

(بلوغ المرام ص۶۷ زاد المعاد ص۱۹۳)

وجاء التفریق بالعنة عن عمر وعثمان
وعبد الله بن مسعود وسمرة بن جندب
ومعاویة بن ابی سفیان والحارث
بن عبد الله بن ابی ربیعة والمغیرة
بن شعبة رضی الله عنهم لکن
عمر وابن مسعود والمغیرة رضی الله
عنهم اجلوه سنة وعثمان وسمرة
لم یؤجلوه والحارث بن عبد الله
اجله عشرة اشهر۔

(زاد المعاد ص۱۹۲ جلد ۲)

وقد روی عن ابن عباس باسناد
متصل ذکره سفیان عن عمرو
بن دینار لا یرد النساء الا باربعة
عیوب الجنون والجذام والبرص

عورت کے جنون ۔ جذام ۔ سفید داغ
اور قرن کے سبب مرد کو فسخ نکاح کا
اختیار دیا اور یہ فرمایا ہے کہ وہ اس
سے ہم بستر ہو چکا ہو تو مہر
ادا کرے ۔

ایسا ہی حضرت عثمانؓ وعبد اللہ
بن مسعودؓ وسمرہؓ بن جندب ومعاویہ
بن ابی سفیان رح وحارث بن
عبد اللہ بن ابی ربیعہ ومغیرہ بن شعبہ
رضی اللہ تعالی عنہم اصحابہ سے
مروی ہے کہ اونہوں نے نامردی
کے سبب تفریق کا حکم دیا ہے ان میں
سے حضرت ابن مسعود اور مغیرہ بن
شعبہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی
عنہ کی مانند ایک سال کی مہلت دینے
کا ہی حکم دیا ہے اور حضرت عثمان و
معاویہ وسمرہ نے مہلت کا حکم نہیں دیا
حارث بن عبد اللہ نے دس مہینے کی مہلت
کا حکم دیا ہے حضرت ابن عباس
سے مروی ہے کہ چار عیبوں کے سبب نکاح
فسخ ہو سکتا ہے جنون ۔ جذام ۔ سفید داغ

والداء فی الفرج
(زاد ص۱۹۳ نیل الاوطار ص۷۱ ج۶)
وقال عبد الرزاق عن معمر عن
ایوب عن ابن سیرین رضی اللہ
تعالی عنہم قال خاصم رجل الی
شریح فقال ان ہولاء قالوا لی انا نزوجک
احسن الناس فجاؤنی بامرأۃ عمیاء
فقال شریح ان کان دلس لک بعیب
لم یجز × × وقال الزہری یرد
النکاح من کل داء عضال
(زاد ص؟ جلد ۲)

اور عورت کے اندام کا کوئی مرض
اور ائمہ اسلام سے اسلام کے قاضی
حضرت شریح نے اس شخص کے حق
میں جسکا خوبصورت عورت سے نکاح
کرانے کا وعدہ دیکر اندھی عورت
سے نکاح کرایا گیا ہو یہ حکم دیا تھا
کہ اگر لوگوں نے اس عیب کو چھپایا
اور اسکو دھوکہ دیا ہو تو یہ نکاح
جائز نہیں ہے۔ امام زہری تابعی
کا یہ قول ہے کہ ہر ایک لاعلاج بیماری
سے عیب نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔

ائمہ مذاہب سے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا یہ قول ہے کہ عورت کو صرف

فمن ذلک قول ابی حنیفۃ انہ لا فسخ
بشیء من العیوب وانما للمرأۃ الخیار
فی الجب والعنۃ فقط مع قول مالک
والشافعی انہ یثبت فی ذلک کلہ
الخیار الا فی الفتق ومع قول احمد
بثبوتہ فی الکل واعلم یا اخی ان
العیوب المثبتۃ للخیار تسعۃ
اشیاء ثلاثۃ تشترک فیہا الرجال
والنساء وہی الجنون والجذام و

شوہر کے نامرد یا آلت بریدہ ہونے کے
سبب فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے
امام مالک اور امام شافعی
کا قول ہے کہ بجز فتق سب ہی عیوب سے
نکاح فسخ ہو سکتا ہے امام احمد بن
حنبل فتق کو بھی موجب فسخ سمجھتے
ہیں۔
میزان کبری میں شعرانی نے ان مذاہب
کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ عیوب

البرص واثنان مختصان بالرجال وهما الجب والعنة واربعة تختص بالنساء وهي القرن والرتق والفتق والعفل فالجب قطع الذكر والعنة العجز عن الجماع بعد الانتشار والقرن عظم يكون في الفرج يمنع من الوطء والرتق انسداد الفرج والفتق انخراق مابين محل الوطء ومخرج البول والعفل لحم يكون في الفرج وقيل رطوبة تمنع من لذة الجماع (ميزان کبری ص ۱۲۳ جلد ۲)

فسخ نکاح کے موجب نو (۹) ہین تین مرد وعورت مین مشترک ہین - سفید داغ - جنون - جذام - دو مردون سے مخصوص ہین - نامردی آلت بریدہ ہونا - چار عورتون سے مخصوص ہین (قرن) جو عورت کے اندام نہانی مین ایک ہڈی ہوتی ہے اور وہ مباشرت سے روکتی ہے (رتق) محل مباشرت کا بند ہونا (فتق) محل بول اور محل مباشرت کے بیچ کا پردہ پھٹ جانا (عفل) عورت کے اندام نہانی مین ایک زائد گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے یا رطوبت مانع لذت جماع -

حافظ ابن القیم علیہ الرحمت نے زاد المعاد مین یہ مذاہب ائمہ اربعہ سے

قال ابو حنيفة رحمة الله عليه لا يفسخ الا بالجب والعنة خاصة وقال الشافعي ومالك يفسخ بالجنون والبرص والجذام والقرن والجب والعنة خاصة وزاد الامام احمد عليها ان تكون بالمرأة فتقا منخرقة مابين السبيلين ولاصحابه

نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ امام احمد کے اصحاب مذہب نے عورت کے مونہہ اور شرمگاہ کی بدبو سے مجری بول اور منی کے پھٹ جانے سے اور اندام نہانی کے جاری زخمون اور بواسیر اور ناصورے اور خون استحاضہ اور بول اور براز

فی نقب الفرج والقرن والخراق
مجری البول والمنی فی الفرج
والقروح السیالة فیه والبواسیر
والناصور والاستحاضة واستطلاق
البول والنجو والخصی وهو قطع
البیضتین والسل وهو سل البیضتین
والوجاء وهو رضهما وکون احدهما
خنثی مشکلا والعیب الذی
یصاحبه مثله من العیوب السبعة
والعیب الحادث بعد العقد وجهان
وهو بعض اصحاب الشافعی

کے جاری رہنے سے اور مرد کے بیضے
کٹ جانے اور کچلے جانے سے اور
دونون مین سے کسی کے مخنث ہونے
اور ایسے ہی اور عیوب سے جو
عیوب ہفتگانہ کی مثل ہین فسخ
نکاح تجویز کیا ہے -
عیب موجب فسخ نکاح ہو جانے کے
بعد پیدا ہو تو اس مین دو قول*
ہین
امام شافعی کے بعض اصحاب مذہب
نے کہا ہے کہ عورت کا نکاح ان سب

* ایک یہ کہ فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے - دوسرا یہ کہ نہین ہوتا
ان دونون قول سے حق یہ ہے کہ جو عیب مرد یا عورت کو بیکار کردے اور اس
کام کے لائق نہ رہنے دے جو نکاح سے مقصود ہوتا ہے (مثلاً مرد نامرد ہو جائے
یا اسکے ہاتھ پاؤن کٹ جائین اور وہ کمائی کے لائق نہ رہے اور عورت کا
گذارہ نہ ہو سکے یا عورت کسی نفرت انگیز مرض جذام وغیرہ مین مبتلا ہو جائے) ایسے
عیب کے بعد از نکاح پیدا ہونے سے بھی فسخ کا استحقاق حاصل ہو جاتا ہے اور اگر وہ عیب
ایسا نہین جس سے مرد یا عورت اس کام کے لائق نہ رہین جو اُن سے مطلوب ہوتا ہے
(مثلاً عورت اندھی ہو جائے یا مرد اندھا ہو اور وہ مالدار ہونیکے سبب عورت
کے نان و نفقہ کی خبر گیری کر سکے) تو ایسے عیب کے بعد از نکاح پیدا ہونے سے
فسخ کا اختیار حاصل نہین ہے -

الى رد المرأة بكل عيب ترد به الجارية
في البيع واكثرهم لا يعرف
هذا الوجه ولا مظنته ولا من
قاله وممن حكاه ابو عاصم العبادانى
فى كتاب طبقات اصحاب
الشافعى وهذا القول هو القياس
او قول ابن حزم ومن وافقه و
اما الاقتصار على عيبين او
ستة او سبعة او ثمانية دون
ما هو اولى منها او مساو لها فلا
وجه له فالعمى والخرس والطرش
وكونها مقطوعة اليدين
او الرجلين او احدهما او كون
الرجل كذلك من اعظم المنفرات
والسكوت عنه من اقبح التدليس
والغش وهو مناف للدين والاطلاق
انما ينصرف الى السلامة فهو
كالمشروط عرفا وقد قال امير
المؤمنين عمر بن الخطاب رضى
الله تعالى عنه لمن تزوج امرأة
وهى لا تولد له اخبرها انه عقيم

عیبون سے فسخ ہو سکتا ہے جنسے
زرخرید کنیزک کی بیع فسخ ہو سکتی ہے
مگر اکثر شافعی لوگ اس قول
اور اس کے قائل اور اوس کے
ماخذ کو نہین جانتے۔

اس قول کو جن لوگون نے نقل کیا
ہے ان مین سے ایک ابو عاصم
عبادانی ہین جو کتاب طبقات اصحاب
شافعی مین اس قول کو لائے
ہین۔

اب خواہ یہ قول قیاس کے مطابق
ہے یا ابن حزم اور اس کے ساتھیون
کا قول جو عیوب کے سبب فسخ نکاح
کے قائل نہین ہین۔

بعض ائمہ مذہب کا صرف دو عیبون
(نامردی اور آلت بریدگی) کو اور
بعض ائمہ کا چھ عیبون کو (دو مذکور
اور جنون۔ برص۔ جذام و قرن)
اور بعض ائمہ کا سات کو (چھ مذکور اور
عفل) کو موجب فسخ قرار دینا اور ان
کے علاوہ عیوب کو جو ان کی مثل ہین

وخيرها فماذا يقول رضي الله عنه في العيوب التي هذا عندها كمال لا نقص والقياس ان كل عيب ينفر الزوج الآخر منه ولا يحصل به مقصود النكاح من الرحمة والمودة يوجب الخيار وهو اولى من البيع كما ان الشروط المشروطة في النكاح اولى بالوفاء من شروط البيع وما الزم الله ورسوله مغرورا قط ولا مغبونا بما غر به وغبن به ومن تدبر مقاصد الشرع في مصادره وموارده وعدله وحكمته وما اشتمل عليه من المصالح لم يخف عليه رجحان هذا القول وقربه من قواعد الشريعة

(زاد المعاد صفحہ ۱۵۳ جلد ۲)

یا ان سے بڑھکر ہیں موجب فسخ نہ کہنا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔

اندھا پن یا گونگا بہرا ہونا یا دست و پا بریدہ ہو جانا سخت نفرت انگیز عیوب ہیں ان عیوب کے بیان سے زوجین کا یا ان کے ولی کا چپکا ہو رہنا بڑے دھوکہ کی بات ہے اور دینداری کے مخالف ہے نکاح جب کوئی کرتا ہے اس میں ان عیوب سے بری ہونا ملحوظ و معتبر ہوتا ہے۔ لہذا وہ ایسا ہے جیسا کہ صریح طور سے مشروط ہونا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اس شخص کو جس سے اولاد نہ ہوتی تھی یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنی عورت کو اپنا عیب (قابل تولید نہ ہونا) بتا دے اور اسکو اپنے نکاح میں رہنے نہ رہنے کا اختیار دے۔ پھر آپ عیوب مذکورہ بالا کے حق میں جن کی نسبت یہ عیب گویا کمال ہے کیا حکم دیں گے (یعنے بجز اختیار فسخ کچھ حکم نہیں دے سکتے)۔

اس باب میں قانون یہ ہے کہ زوجین کو جس عیب سے نفرت پیدا ہو اور اس سے مقصود نکاح (محبت شفقت حسن معاشرت) فوت ہو اس سے فسخ نکاح کا اختیار

حاصل ہے۔ اور یہ فسخ بیع کے اختیار سے بڑھ کر قابل لحاظ ہے۔ جیسا کہ بیع کی شرطین نکاح کی شرطون سے زیادہ لائق وفا ہین۔ خدا رسول نے اس شخص پر جس کو کسی نے دہوکہ دیا ہو اور نقصان پہنچایا ہو یہ واجب نہین کیا کہ وہ اوس کے دہوکہ کو منظور کرے اور اس نقصان کو روا رکہے۔

جو شخص شریعت کے مقاصد و اغراض اور اس کے احکام کے مواقع اور اسکی حکمت۔ عدل اور مصالح کو سوچے گا اسپر اس قول (تجویز فسخ) کا مرجح اور دلائل شرعیہ سے اقرب ہونا مخفی نرہیگا **ابن قیم** نے کہا ہے یہہ **اختلاف** اس حالت مین ہے کہ نکاح کے وقت صاف طور پر عیوب سے سلامتی کی شرط نہ لگائی گئی ہو اور اگر نکاح کے وقت عیوب سے سلامتی ہونے کی شرط کیا گیا ہو (مثلاً شوہر نے عورت کے خوبصورت نوجوان نگت کی گوری ہونے کی شرط کی ہو اور وہ بدصورت بڑہیا سفید بال کی سیاہ رنگ نکل آوے تو شوہر کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے۔ وہ اس سے ہم بستر نہ ہوا ہو تو اوسکو مہر دینا نہین آتا۔ لیکن ہو چکا ہو تو مہر دینا پڑے گا مگر وہ اس کے ولی سے دلایا جاوے جسنے اوسکو دہوکہ دیا ہو اور اگر اس عورت

هذا كله اذا اطلق الزوج واما اذا اشترط السلامة او شرط الجمال فبانت شوهاء او شرطها شابة حديثة السن فبانت عجوزا شمطاء او شرطها بيضاء فبانت سوداء او بكرا فبانت ثيبا فله الفسخ في ذلك كله فان كان قبل الدخول فلا مهر وان كان بعده فلها المهر وهو غرم على وليها ان كان غره وان كانت هي الغارة سقط مهرها او رجع عليها به ان كانت قبضته ونص على هذا احمد في احدى الروايتين عنه

وهی اقیسهما واولاهما باصوله فیما کان الزوج هو المشترط و قال اصحابه اذا شرطت فیه صفة فبان بخلافها فلا خیار لها الا فی شرط الحریة اذا بان عبدا فلها الخیار وفی شرط النسب اذا بان بخلافه وجهان والذی یقتضیه مذهبه وقواعده انه لا فرق بین اشتراطه و اشتراطها بل اثبات الخیار لها اذا فات ما اشترطته اولی لانها لا تتمکن من المفارقة بالطلاق فاذا جاز له الفسخ مع تمکنه من الفراق بغیره فلان یجوز لها الفسخ مع عدم تمکنها اولی واذا جاز لها ان تفسخ اذا ظهر الزوج ذا صنعة دنیه لا تشینه فی دینه ولا فی عرضه وانما تمنع کمال لذتها واستمتاعها به فاذا شرطته شابا جمیلا صحیحا فبان شیخا مشوها اعمی اطرش

نے خود دہوکہ دیا ہوگا تو اس کا مہر ساقط ہوگا اور اگر وہ مہر پیشگی لے چکی ہوگی تو وہ واپس دلایا جاویگا امام احمد یہ بابت بتصریح فرما چکے ہیں پہر ان کے اصحاب نے اب (اس کے برخلاف) یہ کہتے ہیں کہ اگر عورت شوہر مین کسی صفت (خوبصورتی - جوانی - گوری رنگت) کی شرط کر لے اور اس کا خلاف ظاہر ہو تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل نہیں ہے بجز ایک اس صورت کی کہ اس نے شوہر کے اصیل (یا آزاد) ہونے کی شرط تہی اور وہ غلام نکل آیا جس مین عورت کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے - اور اگر عورت شوہر کے کسی خاص قوم یا قبیلے سے ہونے کی شرط کر لے تو اوس مین دو قول ہین (فسخ کا اختیار و عدم اختیار) مگر امام احمد کے مذہب اور قواعد کا یہی مقتضی ہے کہ مرد اور عورت

اخرس اسود فکیف تلزم بہ ر

وتمنع من الفسخ ھذا فی غایۃ الامتناع

والتناقض والبعد عن القیاس و

قواعد الشرع وباللہ التوفیق

وکیف یمکن احد الزوجین من

الفسخ بقدر العدسۃ من البرص

ولا یمکن منہ بالجرب المستحکم

المتمکن وھو اشد اعداء من ذلک

البرص الیسیر وکذلک غیرہ

من انواع الداء العضال

(زاد المعاد [illegible] جلد ۲)

کی شرط مین کوئی فرق نہین ہے

عورت کوئی شرط کرلے تو اسکو بہی در

صورت عدم تحقق شرط فسخ کا بہی ویسا

ہی اختیار حاصل ہے - جیسا کہ مرد

کو حاصل ہے - بلکہ عورت کو مرد کی

نسبت زیادہ تر استحقاق اختیار

ہونا چاہیے کیونکہ مرد تو طلاق کا بہی اختیار

رکہتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ

ناموافق عورت سے بچ سکتا ہے

عورت بیچاری تو طلاق کا خود اختیار

نہیں رکہتی تو بدرجہ اولی اسکو یہ استحقاق

بطریق اولے حاصل ہونا چاہیے -

اور نیز جس حالت مین شوہر کے ادنے پیشہ ور (جولاہا - دُہنیا) معلوم ہونے

سے عورت کو فسخ نکاح کا اختیار دیا گیا ہے تو درصورت خوبصورتی جوانی

شوہر کے شرط ہونے اور اس کے برخلاف اس کے بڈہا - بدشکل - اندہا - بہرا -

گونگا - سیاہ فام نکل آنے سے کیون فسخ کا اختیار نہ دیا جاوے گا -

یہ امر قواعد شریعت اور قیاس سے بعید ہے اور کیونکر جائز ہے کہ بدن مین

ایک دانہ مسور کے برابر سفید داغ ہونے پر تو فسخ کا اختیار ہو اور تمام بدن

مین مستحکم خارش ہوجانے سے اختیار نہ دیا جاوے ایسا ہی اور امراض

سے جو لاعلاج ہون + + + + + + + × × × ×

حافظ ابن حزم نے (جو عیوب کے سبب فسخ نکاح کا قائل نہین) کہا

وقد ذهب ابو محمد بن حزم الی ان الزوج اذا شرط السلامة من العیوب فوجد ای عیب کان فالنکاح من اصله غیر منعقد ولا خیار له فیه ولا اجازة ولا نفقة ولا میراث قال ان التی ادخلت علیه غیر التی تزوج ان السالمة غیر المعیبة بلاشک فاذا لم یتزوجها فلا زوجیة بینهما۔

(زاد المعاد صفحہ ۱۹۴ جلد ۲)

ہے کہ اگر شوہر نکاح کے وقت عورت کا بے عیب ہونا شرط کرلے اور پھر عیب ظاہر ہو تو وہ نکاح سرے سے ہی صحیح نہیں ہوتا نہ اس نکاح میں اجازت و اختیار فسخ کی حاجت ہے۔ اور نہ اس پر (مہر وغیرہ) خرچ پڑتا ہے نہ اس نکاح سے میراث کا حق پیدا ہوتا ہے۔ یہہ عورت وہ نہیں ہے جس سے اس نے نکاح چاہا تھا۔ اس میں اس میں زوجیت کا کوئی تعلق ہی نہیں ہوا۔

یہ حکم بھی عقل۔ انصاف۔ قانون قدرت۔ اور اصول اخلاق کے مطابق ہے۔ عقل و انصاف اس امر کے مقتضی ہیں کہ جو عہد کوئی کسی سے کرے اس کو حتے الامکان پورا کرے۔ پورا نہ ہو سکے تو اس معاہدہ کو فسخ کرکے فریق ثانی کو آزادی دے۔ انسانی فطرت کا بھی یہی اقتضا ہے اور اصول اخلاق کا یہی فتوے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حکم بھی حکم ہفتم کی طرح مہذب*

---

* یوروپ کے مشہور فلاسفر مل صاحب کی کتاب لبرٹی میں (جس کو لاہور کے ایک لبق رئیس نے اردو میں ترجمہ کرکے شائع کیا ہے) بصفحہ ۳۷۲ لکھا ہے۔ "اگرچند آدمی اس قسم کے معاملات میں جن کا اثر صرف انہیں تک محدود ہو بعض کاموں کے کرنے کا اتفاق کرلیں تو جائز ہے اگر سب لوگوں کا ارادہ جنہوں نے اتفاق کیا ہے قائم رہے تو کچھ

اقوام مین جو تہذیب و شائستگی و انصاف کے مدعی ہین واجب العمل سمجھا

دقت نہین ہے۔ لیکن چونکہ اُن کا ارادہ ان معاملات مین سے جن پر
صرف انہین کی ذات کا تعلق ہو بدل سکتا ہے۔ اسلیے واجب ہو کہ وہ
پہلے سے ایک عہدنامہ کرلین۔ جب عہد نامہ ہوجاے تو یہ مناسب ہو
کہ عموماً وہ سب اپنے عہد پر قائم رہین لیکن ہر ایک ملک کے قانون مین
اس قاعدہ سے بعض مستثنیات بھی ہین۔ صرف اس قسم کے معاہدہ
ہی منع نہین ہین جس سے ایک تیسرے شخص کے حقوق مین خلل آتا ہو۔
بلکہ بعض اوقات شرائط عہد نامہ کا متعاہدین کے ہی حق مین مضر
ہونا انہین اپنے عہد پورا کرنے سے بری الذمہ کردیتا ہے" اور اسکی
صفحہ ۲۳۹ مین [illegible] معاہدہ کا اس
قسم کا نہین ہونا چاہیے جسکی پابندی متعاہدین پر تمام عمر کے لیے لازمی ہو
لیکن انسانی زندگی کے ضروریات کے لحاظ سے ہمین بعض اوقات آزادی
سے دست بردار ہونا تو نہین مگر آزادی کی خاص حدود منظور کرنی پڑتی ہین
اسلیے ان دلائل کے اطلاق کی جو ابھی بیان کیے گئے ہین ایک حد مقرر
ہے" اور اسکے صفحہ ۲۴۰ مین ہے۔

بیرن ولہم وان ہمبولٹ اپنے اس عمدہ مضمون مین جس مین سے مین
تھوڑا سا اخذ کرچکا ہون یہ راے بیان کرتے ہین کہ ان معاہدون کا
پورا کرنا جن سے ایک شخص اپنے تئین خاص قسم کی ذاتی تعلقات مین
پھنسائے یا خاص قسم کے خدمات بجالانا منظور کرے محدود و مقررہ
میعاد سے بڑھکر لازمی نہین ہونا چاہیے اور اس قسم کے اس ضروری
معاہدہ کی انفساخ کے لیے جسے شادی کہتے ہین اور جس کی خصوصیت

بلکہ بعض تکالیف اور مقتضیات منع پیش آوین۔ ایڈیٹر

جاتا ہے ۔ وہ لوگ جائز شروط کے ایفا پر صاحب شرط کو مجبور کرتے ہین وہ جبر سے بھی ایفا نکرے یا اسپر قادر نہ ہوسکے تو فریق ثانی کو فسخ نکاح کا اختیار دیتے ہین ۔

احکام اسلام نکاح کے متعلق اور بہت ہین (جو اصول اخلاق ۔ عقل و قانون قدرت کے موافق ہین) مگر اس مقام مین ان ہی احکام نکاح کا بیان مقصود تھا جن سے مخالفین کے اعتراضات متعلقہ نکاح کا جواب ادا ہوا ۔ یہ مطلب بحمد اللہ احکام ہشتگانہ مذکورہ بالا سے بخوبی حاصل ہوسکتا ہے پہلے اعتراض مخالفین کا جواب پہلی تین احکام سے نکلتا ہے ۔ دوسرے اعتراض کا پچھلے پانچ سے چنانچہ مقام جواب و خطاب معترضین مین اس کی تفصیل ہوگی ۔

ذیل مین ان احکام اسلام کو بیان کیا جاتا ہے جو طلاق کے متعلق ہین اور ان سے اعتراض سوم مخالفین کا جواب ادا ہوگا ۔

یہ ہے کہ اگر فریقین باہم خوش نہون تو اس معاہدہ کا اصل مدعا ہی فوت ہوجاتا ہے صرف یہ ہی ضروری ہونا چاہیے کہ فریقین مین سے کوئی اس معاہدہ سے اپنے تئین بری کرنے کی خواہش کھلے طور پر ظاہر کردے + معاہدین کے تعلق باہمی کے قائم رہنے یا ٹوٹ جانے سے ان فرائض کے ادا کرنے پر یا بہر حال ان کے ایک خاص طور سے ادا کرنے پر بہت بڑا اثر ہوتا ہے ۔ اس کا یہ نتیجہ نہین نکلتا (اور نہ مین تسلیم کرتا ہون) کہ فریق نارضامند کو خواہ کتنی ہی تکلیف ہو ان فرائض کے لحاظ سے معاہدہ کا قائم رکھنا اور شرائط معہودہ کا پورا کرنا ہر حالت مین واجب ہے ۔ لیکن اسمین کچھ شبہ نہین کہ عہدنامہ کو توڑ دینے سے پہلے ان سب باتون پر غور کر لینا ضروری ہے"۔

نوان حکم

(منجملہ احکام متعلق طلاق ۔)

جب مرد و عورت مین کسیوجہ سے (منجملہ وجوہ مذکور بضمن اخرے احکام خمسہ نکاح) ناموافقت پیدا ہو اور نکاح کی اغراض (حسن معاشرت ۔ عفت وغیرہ) مفقود ہون تو زوجین مین سے جس فریق کے اغراض فوت ہون اسکو فسخ نکاح کا اختیار او طلاق کا استحقاق حاصل ہوجاتا ہے یہ فسخ یا طلاق بعض حالات مین جائز اور بعض حالات مین واجب و ضروری ہوجاتا ہے ۔

جواز طلاق اس حالت مین ہے کہ طلاق نہ دینے اور نکاح کو باوجود فقدان اغراض قائم رکھنے مین خدا کی معصیت یا مخلوق خدا کی حق تلفی کا خوف نہ ہو (مثلاً مرد نامرد ہو جائے یا کسب معاش سے عاجز ہوجائے اور عورت کے حقوق مالی و نفسانی ادا نہ کرسکے ۔ اور عورت اپنے حقوق کی طالب نہ ہو یا عورت بعض نفرت انگیز امراض و قدرتی اسباب کی وجہ سے مرد کے کام کی نہ رہے اور مرد پر اس عورت کا بلا حصول فوائد و نتائج نکاح مین رکھنا اور اسکی نان و نفقہ کی خبر گیری کرنا ناگوار نہ ہو ۔)

وجوب طلاق اس حالت مین ہے کہ طلاق نہ دینے مین معصیت یا حق تلفی مخلوق کا خوف ہو (مثلاً عورت بدچلن ۔ و بدکار ہوجائے یا خاوند کو زبان سے یا ہاتھ سے تکلیف پہونچائے اور وہ اس تکلیف پر صبر نہ کرسکے اور اس کے مقابلہ مین زیادہ تکلیف دہی کا مرتکب ہو یا مرد بعض امراض یا اختیاری اسباب سے عورت کا حق ادا نہ کرے اور عورت اپنا حق معاف نکرے اور صبر اور عفت اختیار نہ کرسکے ۔

پہلی حالت مین طلاق کا جواز ان آیات قرآن سے ثابت ہے کہ جن مین حقوق زوجیت کی معافی پر مرد و عورت کی مصالحت یا ایلا کی اجازت ہے اور وہ رسالہ منبر ۲ جلد ۱۰ مین بصفحہ ۲۱۸ معہ تفسیر منقول ہو چکی ہین ۔

دوسری حالت مین طلاق کا وجوب ان آیات سے ثابت ہے جن مین درصورت شقاق و نفاق زوجین کشمن قائم کرنے کا حکم ہے اور اور وہ اس رسالہ مین بصفحہ ۲۰۲ و صفحہ ۲۰۶ - وغیرہ معہ تفسیر منقول ہین اور ان احادیث سے جو آخری احکام خمسہ نکاح کے ذیل مین بیان ہوئے ہین ۔

ان حالات مین مشروعیت طلاق اہل اسلام مین بالاتفاق مُسَلَّم ہے بعض علما کا اختلاف ہے تو حالت دوم کی بعض صورتون اور مثالون مین طلاق کے واجب یا مستحب ہونے مین ہے اور پہلی حالت مین طلاق کے جائز یا ضروری ہونے مین ۔

امام نووی علیہ الرحمۃ نے شرح صحیح مسلم مین طلاق کے

قال اصحابنا الطلاق اربعۃ اقسام حرام و مکروہ و واجب و مندوب ولا یکون مباحا مستوی الطرفین فاما الواجب ففی صورتین وھما فی الحکمین اذا بعثھما القاضی عند الشقاق بین الزوجین ورایا المصلحۃ فی الطلاق وجب علیھما الطلاق وفی المولی اذا مضت علیہ اربعۃ اشھر وطالبت المراۃ بحقھا فامتنع من الفیئۃ والطلاق فالاصح عندنا انہ یجب علی القاضی ان یطلق علیہ

اقسام حرام مکروہ واجب مستحب بیان کر کے طلاق واجب کی دو صورتین بیان کی ہین

طلقة رجعية و اما المكروه فان تكون الحال بينهما مستقيمًا فيطلق بلا سبب عليه يحمل حديث ابغض الحلال الى الله الطلاق و اما الحرام ففي ثلث صور احدها في الحيض بلا عوض منها ولا سوالها والثاني في طهر جامعها قبل بيان الحمل والثالث اذا كان عنده زوجات يقسم لهن وطلق واحدة قبل ان يوفيها قسمها و اما المندوب فهو ان لاتكون المرأة عفيفة او يخافا او احدهما ان لا يقيما حدود الله (نووی شرح صحیح مسلم صـ۴۷۶ ج۱)

ایک یہ کہ میاں بیوی مین نااتفاقی پیدا ہو اور آپس مین کشش قائم ہو اور کسی کی راے مین طلاق دینا مناسب ٹھیری دوسری صورت یہ کہ خاوند عورت سے ہم بستر ہونے پر قسم کہاے اور چار مہینے (جو اس قسم کے بعد انتظار رجوع کے لیے قرآن مین مقرر ہین) گذر جاوین اور وہ رجوع نکرے اور عورت رجوع یا طلاق کی طالب ہو امام نووی کی کلام مین جو طلاق مستحب و مکروہ کا بیان ہوا ہی [illegible] امام شوکانی [illegible] جس کا ترجمہ [illegible] ہوگا

امام شوکانی نے طلاق کے اقسام ۔ وجیب ۔ حرام ۔ مکروہ وغیرہ بیان

ثم الطلاق قد يكون حرامًا و مكروهًا و واجبًا و مندوبًا و جائزًا اما الاول ففيما اذا كان بدعيًا وله صور و اما الثاني ففيما اذا وقع بغير سبب مع استقامة الحال و اما الثالث ففي صور منها الشقاق اذا راى ذلك الحكمان و اما الرابع ففيما اذا كانت غير عفيفة و اما الخامس فنفاه النووي وصوره غيره بما اذا كان لا يريدها ولا تطيب نفسه ان يتحمل مؤنتها من غير حصول غرض الاستمتاع فقد صرح الامام ان الطلاق في هذه الصورة لا يكره (نیل صـ۱۴۳)

کرکے وجیب طلاق کے وہی پہلی صورت بیان کی ہے جو امام نووی نے بیان کی ہے اور وہی صورت مستحب

طلاق کی - جائز کی یہ صورت بیان کی ہے کہ مرد کو عورت کی رغبت وخواہش نہ رہے اور اسلیے وہ بلا فائدہ عورت کی اخراجات کا متحمل ہونا پسند نہ کرے مگر اس صورت مین طلاق کا جواز ہمارے خیال مین محل نظر ہے -

ادلہ شرعیہ جو ایفاء معاہدہ نکاح کو واجب کرتے ہین - اور طلاق کو صرف ضرورت ولاچاری کی حالت مین جائز رکھتی ہین ایسی صورت مین طلاق وغیرہ کی اجازت نہین دیتی اور اس خودغرضی اور بے رحمی کو مباح نہین کرتی لہذا جائز* طلاق کی عمدہ صورت ومثال وہی ہے جو ہمنے بیان کی ہے قسطلانی نے شرح بخاری مین کہا ہے نکاح کے مشروع ہونے

وفی مشروعیة النکاح مصالح العباد الدینیة والدنیویة وفی الطلاق اکمال لها اذ قد لا یوافقه النکاح فیطلب الخلاص عند تباین الاخلاق وعروض البغضاء الموجبة عدم اقامة حدود الله فمکن من ذلک رحمة منه سبحانه (قسطلانی صفحہ ۱۳۰ جلد ۸)

مین بندون کی دینی ودنیاوی مصلحتین مرعی ہین - اور طلاق دینے مین ان مصلحتون کی تکمیل ہوتی ہے - کیونکہ بعض اوقات نکاح طبع کے موافق نہین ہوتا پس زوجین کی عادات کے باہم متخالف ہونے اور باہمی عداوت پیدا ہوجانے سے جو خدا کی مقرر ہوئی حدون کے قائم نہ رہنے کے موجب ہین طلاق کے ذریعہ سے علیحدگی مطلوب ہوجاتی ہے لہذا خدا تعالے نے اپنی رحمت سے طلاق کی قدرت عطا فرمائی ہے -

* مرد خرچ دینے کا متحمل نہ ہوسکے اور کسب کمائی کے لائق نہ ہو - تو یہ طلاق نہ صرف جائز بلکہ عورت کی خواہش کے وقت ضروری ہوجاتی ہے -

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے زاد المعاد مین اس شخص کے

جواب مین جس نے نکاح کو نعمت
کہاہے اور طلاق کو زوال نعمت
فرمایا ہے" طلاق بہی خدا کی بڑی
نعمتون مین ہے - جس کے ذریعہ
سے طلاق دہندہ کی گردن سے
طوق پاؤن سے زنجیر نکلتا ہے -
جب کوئی اپنی عورت سی جس سے
وہ خوش نہین ہوتا اور اسکو موافق
طبع نہین پاتا - اپنی نجات چاہتا
ہے اور دو اہل محبت کے لیے نکاح
جیسا کوئی ذریعہ محبت نہین ہے
اور دو اہل عداوت کے لیے طلاق جیسا کوئی ذریعہ امن و نجات نہین ہے

قد یکون الطلاق من اکبر
النعم التی یفک بھا المطلق الغل
من عنقہ والقید من رجلہ
فلیس کل طلاق نقمۃ بل من
تمام نعمۃ اللہ علی عبادہ اذ
مکنھم من المفارقۃ بالطلاق
اذا اراد احدھم استبدال
زوج مکان زوج او التخلص ممن
لا یحبھا ولا یلایمھا فلم یر للمتحابین
مثل النکاح ولا للمتباغضین مثل
الطلاق (زاد المعاد صـ ۲۱۲ جلد ۲)

حضرت شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ مین بیان طلاق مذموم کے

بعد فرماتے ہین طلاق کا دروازہ
بالکل بند کرنا اور اوس مین مطلق
تنگی کرنا بہی مناسب نہین ہے
بعض اوقات میان بیوی الی لی
ایک دوسری سے بدخلقی وغیرہ
کے سبب نگاہ اوٹھا لیتی ہین یا کسی
شخص پر اوس کی خوبصورتی کے

ومع ذلک لا یمکن سد ھذا
الباب والتضییق فیہ فانہ
قد یصیر الزوجان متناشزین
اما لسوء خلقھما او لطموح عین
احدھما الی حسن انسان آخر
او تضییق معیشتھما او لخرق
واحد منھما ونحو ذلک من الاسباب

فیکون ادامۃ ھذا النظم مع ذلک بلاءً عظیمًا وحرجًا۔

(حجۃ اللہ البالغہ ص۳۴۵)

سبب نظر رکہتے ہین۔ ایسے ہی اور اسباب نفرت پیدا ہوجاتے ہین۔ ایسی حالت مین نکاح کو قایم رکہنا بڑی بلا ہے۔ اور اس مین تنگی ہے۔

ان **اقوال** وشواہد سے اہل اسلام کا اتفاق حکم مذکور کے تسلیم پر ثابت ہوا اور ان اقوال کے ضمن مین طلاق مشروع کی عقلی وجوہات کا بیان بہی ایسا ہوا۔ جس سے بخوبی ثابت ہے کہ یہ حکم عقل وانصاف۔ واصول اخلاق وقانون قدرت یعنی انسانی فطرت کے عین مطابق ہے نہ مخالف۔ یہی وجہ ہے کہ اس حکم پر اقوام غیر کا (جو تہذیب وانصاف کے مدعی ہین) یہی عمل ہے اور بعض* خالات مین

---

* دیکہو مل صاحب کا کوٹیشن جو صفحہ (۲۷۷) کے نوٹ مین نقل ہوچکا ہے اور اس سے بہی [illegible] صاحب [illegible] ہے۔ اس مقام [illegible] کا خلاصہ نقل کرنا فایدہ ناظرین سے خالی نہوگا۔ جان ملٹن صاحب لکہتے ہین:۔

"نکاح ایک نہایت قریبی اتحاد ہے اور فسخ ہونے کے قابل نہین ہے کیونکہ یہ اس قسم کا ملاپ ہے کہ اس سے دونون ایک گوشت بن جاتے ہین (متی باب ۱۹- آیہ ۵) ان الفاظ پر اگر غور کی جائے تو ان سے یہہ ظاہر نہین ہوتا کہ نکاح مطلقًا ناقابل فسخ ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہین کہ خفیف سی بات سے اُسکو فسخ نکرنا چاہئے۔ یہہ امر اس قانون کے الفاظ مین پوری غور کرنے سے اور ان الفاظ سے کہ "نکاح ناقابل فسخ ہے کیونکہ یہ ایک ملاپ ہے" (خواہ اُن کو قدرتی طور پر خیال کیا جائے خواہ بلحاظ حکم سمجہا جاوے) ظاہر ہوتا ہے۔ عورت مرد کی رفیق بنی رہے یا یون کہو کہ محبت و وفاداری طرفین مین برابر جاری رہے تو اس سے کوئی انکار نہین کر سکتا کہ نکاح مستقل اور قایم رہیگا۔ اور اگر ان امور مین فرق آگیا تو اس سے صاف نتیجہ

(جبکہ میان بیوی مین سخت مخالفت ہو اور ایک کو دوسرے سے تکلیف پہنچے
یا مرد وعورت سے زنا ثابت ہو) ان کے نزدیک بہی طلاق جائز ہے - گو وہ
اصول اسلام سے ناواقف ہونے کی وجہ سے طلاق کے سبب اسلام پر
معترض بہی ہین اور اتنا نہین جانتے کہ اسلام نے بہی اُن ہی حالات مین طلاق کو
مشروع کیا ہے جن حالات مین ہم لوگ طلاق کو جائز سمجھتے ہین -
اس حکم کی تائید حکم وہم و یازدہم اور اس کے شواہد مین بہی ہوگی -

نکل سکتا ہے گویا نکاح ہی مین فرق آگیا - اس سے بہی زیادہ زور اس دوسری
آیت مین - کہ "جس چیز کو خدا نے جوڑا ہے انسان کو چاہیے کہ اسکو نہ توڑے" دیا گیا ہے
جس چیز کو خدا نے جوڑا ہے وہ خود لفظ نکاح سے ظاہر ہے - خدا نے صرف اس نکاح کو
جوڑا ہے جو اتفاق سے ہو اور جو فریقین کے لئے خاطر خواہ اور بہتر ہو - اُس نے
اس قسم کے ملاپ (یعنی نکاح) کا [illegible] سے طرفین کے
مخالف طبع ہو - اور جس ملاپ سے طرفین کا ننگ وناموس غارت ہو اور اُن کے
پریشانی کا باعث ہو - اور جس سے فریقین کی نفرت اور تکلیف زیادہ ہو - اس
قسم کا ملاپ (نکاح) خداوند تعالی کی طرف سے نہین ہونا چاہیے - بلکہ تشدد -
حیوانیت یا غلطی سے یا بدخصلت کے ہاتھ سے سمجھنا چاہیے - پھر ایسے سخت وبال کو
اپنے تیئن بچانا کیونکر ناجائز ہوسکتا ہے ہمارا یہ کلام اُن لوگون کے حق مین نہین
جنکو خدا نے اپنے مقدس قانون (نکاح) کے ذریعہ سے ملا دیا ہے - بلکہ اون
لوگون کے حق مین ہے جنکو خود اپنے ایک ویسے ہی کلی اور منصفانہ پاک قانون کی
ذریعہ سے تفرقہ کا حکم دیا ہے - یہ اختیار قدیم زمانے والون کو حاصل تھا تو ہمکو بہی ہونا
چاہیے - تکمیل مذہب عیسائی کا خیال کیا جائے جیسے شادی کی مضبوطی ایک دلیل ہے
(چنانچہ بعض کا قول ہے) تب بہی ہم کسی قانون سے اس تکمیل کے لئے مجبور نہین ہین:

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۵

دسوان حکم

(منجملہ احکام طلاق)

اغراض نکاح کے فوت ہونے اور ضرورت طلاق کے پیش آنے پر بہی طلاق کی طرف مبادرت جایز نہین ہے بلکہ جہان تک ممکن اور جایز ہو اس مین صبر و تدریج سے کام لینا مناسب ہے۔

صبر اس صورت مین جبکہ قدرتی اسباب (امراض وغیرہ غیر اختیاری امور) سے

یہ جبر مفہوم ہوتا ہی تو صرف نصیحتاً اور عیسائی مذہب کی ہدایت سی ہے پہر بہی ہم اسبات کے کبہی مجاز نہین کہ انسان اس شادی کو جو قانون کی علت غائی کے مخالف ہو یعنی اسکی بالکل نقیض ہو فسخ کر سکتا ہی اور اس صورت مین وہ قانون کی مخالفت نہین کرتا کیونکہ خود نفس قانون ہی ان معنو پر دلالت کرتا ہی لہذا یہ کہنا چاہئے کہ خدا نی اپنی سچے منصفانہ اور پاک قانون مین طلاق کی اجازت نہ صرف معمولی طور سے دی ہی بلکہ بعض حالتون مین اسکی لابد اور ضروری ہونیکی تاکید فرمائی ہی (کتاب دوم تورات فصل ۲۱ آیت ۱۰ و ۱۱ کتاب پنجم توریت فصل ۲۱ - آیت ۱۴ و فصل ۲۴ - آیت ۱ - تیسرا مضمون یا سورہ یہ ہی کہ جب مرد نے عورت سی نکاح کیا اور پہر اس عورت نی اس مرد کی آنکہون مین کوئی کمال ظاہر نہین کیا اور اپنی آپکو اسکی نظر مین عزیز نہین بنایا کیونکہ اس مرد نی کچہہ ناصفائی اس عورت مین پائی ہی تب اس مرد کو اجازت ہی کہ وہ ایک طلاقنامہ اسکو لکہہ دیوی اور اسکی ہاتھہ مین دیکر گہر سی نکالدیوی یہان سخت دلی کا الزام دینی کے لئی کوئی گنجایش نہین ہی کیونکہ سبب کو رہ سچائی بتاوٹی نہین ہے کیونکہ ابتداء مین مرد کو عورت اسیواسطی عطا ہوئی تہی کہ وہ اسکی مددگار - دل خوش کرنیوالی بنجاوے اور اگر وہ برخلاف اسکی جیسا کہ بعض وقت اتفاق ہوتا ہی - از دست غم - بیعزتی تباہی اور تکلیف کا باعث ہو تو پہر ہمین کیونکر خیال کرنا چاہئی کہ ایسی عورت کو طلاق دینی سی خدا ناخوش ہوتا ہی بلکہ سخت دلی کا الزام اس شخص کیطرف لگانا چاہئی جو اسکو رکہتا ہی اور مطلقہ نہین کر دیتا - حرف مین ہی نہین کہتا بلکہ خود حضرت سلیمان یا خود وحی الٰہی سلیمان کی زبان پر فرماتے ہین + تا آخر جو خطبات احمدیہ مین درج ہے

تفسیر حاشیہ صفحہ ۲۸۶

اغراض فوت ہون تدریج اُس صورت مین جبکہ اختیاری اسباب (نافرمانی - ایذا رسانی وغیرہ) مفوت اغراض نکاح ہون - اس صورت مین پہلے زبانی فہمایش اور ازالۂ اسباب مخالفت مین عملی کوشش مناسب ہے اس سے کچھہ اصلاح نہو تو دوسرے درجہ پر کمیشن قایم کرنا ضروری ہے (جو اسباب مخالفت کی تحقیق کرکے ان کے ازالے کے لئے سعی کرے اور اصلاح و اتفاق بہم پہنچاسئے) کمیشن سے کچھ نہ ہوسکے تو تیسرے درجہ پر طلاق ہے - اس طلاق مین پھر جلدی کرنا اور ہرحال مین وبہرکیف اس کا جاری کردینا اور یکبارگی علیحدگی اختیار کرنا اور عورت کو گھر سے نکالدینا جایز نہین بلکہ اُس مین ٭ شروط ذیل کی پابندی واجب ہے -

٭ اس حکم سے وہ طلاق مستثنیٰ ہے جو لعان کے بعد دیجاتی ہے کیونکہ لعان جس صورت (مرد کی جانب سے دعوی زنا اور عورت کی طرف سے دعوی اتہام) مین ہوتا ہے اس صورت کا یہی فیصلہ مناسب ہے کہ عورت و مرد مین فوراً علیحدگی ہو - اور پھر ان مین ملاپ نہو۔

ہم بستری سے پہلے کوی طلاق دی تو وہ بھی اس ترتیب و شروط کا محل نہین - اس طلاق مین کسی عملی کاروائی کا ابطال نہین ہوتا صرف زبانی معاہدہ کا (جسپر کوئی عمل واثر ظاہر نہین ہوا اور نہ اس سے ایک کو دوسرے سے کوئی نفع یا نقصان پہنچا ہے) انفساخ ہوتا ہے جو اس ترتیب کا محتاج نہین -

خلع مین بھی ان شروط کی پابندی لازم نہین کیونکہ خلع طلاق نہین بلکہ فسخ نکاح ہے یہی وجہ ہے کہ عدت اس مین صرف ایک حیض ہے اور اسکے بعد شوہر کو رجوع کا حق نہین رہتا اور دو طلاق کے بعد خلع جایز ہے اور اس کے بعد تیسری طلاق واقعہ ہوسکتی ہے یہ تینون امر طلاق مین نہین پائے جاتے - اسکی تفصیل زاد المعاد مین بصفحہ (۱۹۸) ج ۲ ملاحظہ ہو۔

(۱) عورت کی حالت حیض مین (جو طبعی نفرت کی حالت ہے) اسکو طلاق نہ دے بلکہ پاکی وصفائی کی حالت مین طلاق دے - جسمین عورت مرد کی محبوب و مرغوب ہوتی ہے (جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ طلاق سوچ سمجھ کر کسی نیک نیتی سے دی گئی ہے صرف عارضی نفرت کے سبب سے نہین دی گئی -

(۲) پاکی وصفائی کی حالت مین بھی تب ہی طلاق دے جب وہ اس پاکی کی حالت مین عورت سے ہم بستری (جس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے خوبصورت پیاری عورت سے بھی کم رغبتی ہو جاتی ہے) نکر چکا ہو - بلکہ اس حالت مین دے جبکہ وہ عورت کا حاجتمند وشائق وراغب ہو (جس سے یہ ثابت ہو کہ باوجود شوق وحاجت اسکو طلاق دینا کسی حکمت ومصلحت پر مبنی ہے نہ عارضی استغنا پر)

(۳) اس حالت پاکی مین اور موجودگی شوق وطلب کے ساتھ وہ طلاق دینا چاہے تو بھی ایک طہر مین تین طلاقین یکبارگی یا متفرق نہ دے - بلکہ دو صورتون مین سے ایک صورت اختیار کرے - پہلی صورت (جو بالاتفاق افضل وبہتر ہے) یہ ہے کہ وہ ایک ہی طلاق پر اکتفا نہ کرے اور اس کی عدت تین مہینے یا تین طہر تک اسباب مقتضی طلاق کے رفع کا منتظر رہے ان اسباب کا قبل انقضاء عدت ارتفاع ہو جاوے تو عورت کی طرف رجوع کرے - اور اگر اس عرصہ مین ان اسباب کا ازالہ نہ ہو اور عورت اصلاح پر نہ آوے تو عدت گذر جانے دے اور رجوع نہ کرے - اسی سے عورت جدا ہو جائے گی - وبعد ازان جب وہ اصلاح پر آئیگی اور اس کی اطاعت قبول کر کے اسکے نکاح مین آنا چاہیگی آسکے گی - اس طلاق کی بعد دوسری اور تیسری طلاق نہ دے جس سے وہ کبھی اسکے نکاح مین

نہین ہو سکتی جب تک کہ دوسرے شوہر کے گھر مین نہ بسے اور وہ ہم بستری کے بعد اسکو طلاق نہ دے۔ **دوسری*** صورت (جو محل اختلاف ہے) یہ ہے کہ عدت کے تین طہرون مین متفرق تین طلاقین دے۔ **اس صورت** مین بھی ممکن و محتمل ہے کہ پہلی یا دوسری طلاق کے بعد عورت نادم و منفعل ہوکر اس شخص کی مطیع ہوجاوے اور اسکے نکاح مین رہنا پسند کرے۔

اس **ترتیب** اور **شروط** کی قید سے بانی اسلام کا مقصود یہ ہے کہ جہانتک ممکن ہو مرد و عورت مین علیحدگی وقوع مین نہ آوے اور طلاق نہ ہونی پاوے۔ اور اگر واقع ہو تو ایسی ہو جو سراسر حکمت و معدلت و اصول عقل پر مبنی ہو نہ عداوت بیجا حیست۔ غلطی۔ اور عارضی نفرت پر۔

یہ **حکم** بہ ترتیب و تفصیل مذکور قرآن و حدیث مین وارد ہے اور جملہ مذاہب اسلام کا اسپر اتفاق ہے۔

صبر کا ارشاد اس آیہ سورہ نسار مین ہے جو نمبر ۷ جلد ۱۰ مین بصفحہ ۲۰۴ منقول ہے اور اس حدیث مین جو بصفحہ ۲۲۱ نقل ہو چکی ہے۔

مدارج تدریج سے پہلے اور دوسرے درجہ کا حکم اس آیہ سورہ نسار مین ہے جو صفحہ ۲۰۲ مین **منقول** ہے اور تیسرے درجہ (طلاق) کی رعایت آداب و شروط کا ارشاد حسب تفصیل ذیل ہے:-

یکبارگی تین طلاق کی ممانعت

قرآن مین ارشاد ہے۔ طلاق دو دفعہ کرکے دینی چاہیئے (یعنے اگر کوئی ایک سے زیادہ طلاق دے) اس دفعہ کے بعد یا تو عورت کو دستور کے موافق روک لینا (یعنے اس سے رجوع کرنا) چاہیئے۔ یا سلوک

* اس صورت کی جواز مین امام مالک کو اختلاف ہی وہ اسکو بھی بدعت کہتی ہین دیکھو ہدایہ کی عبارت جو بصفحہ ۳۰۱ رسالہ ہذا منقول ہے

الطلاق مرتان فامساك بمعروف
او تسريح باحسان (البقرہ ۲۹۶)
الطلاق مرتان ولا تعقل العرب
فی لغتها وقوع المرتين الا متعاقبتين
كما قال النبی صلے الله عليه وسلم
من سبح الله دبر كل صلوة ثلثا
وثلثين وحمده ثلثا وثلثين و
كبره اربعا وثلثين ونظائره فانه
لا يعقل من ذلك الا تسبيح
وتكبير وتحميد متوال يتلو بعضه
بعضا فلو قال سبحان الله ثلثا
وثلثين والحمد لله ثلثا و
ثلثين والله اكبر اربعا وثلثين
بهذا اللفظ لكان ثلث
مرات فقط (زاد المعاد ۲۱۶ ج ۲)

کے ساتھہ اوس کو چہوڑ دینا
عرب وعجم کے محاورہ مین دو دفعہ کا
قول یا فعل وہی کہلاتا ہے جو
تکرار کے ساتھ متعدد اوقات مین
واقع ہو - ایک دفعہ کوی تین یا
دو کا لفظ ملا کر کوی بات کہدے
تو اس کو تین یا دو دفعہ کی بات
نہین کہا جاتا - مثلاً تین دفعہ
کا سلام یا تسبیح وہی ہے جو
تین دفعہ سلام - سلام - سلام
یا سبحان الله - سبحان الله -
سبحان الله کہا جاوے - ایک
دفعہ کوی کہدے کہ تین سلام یا
تین تسبیح تو اس کو تین دفعہ کا
سلام وتسبیح کوی نہین کہسکتا -

محمود بن لبید کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی الله علیہ وآلہ

عن محمود بن لبيد قال اخبر رسول
الله صلى الله عليه وسلم عن
رجل طلق امراته ثلث تطليقات
جميعا فقام غضبانا ثم قال
ايلعب بكتاب الله وانا بين

وسلم کے حضور مین ایک شخص کا
حال بیان ہوا - کہ اس نے اپنی عورت
کو تین طلاقین دیدی ہین تو آپ
غصے مین کھڑے ہوکر فرمایا کہ وہ کتاب
الله (یعنے اسکے حکم) کے ساتھ

اظهر کو حتی قام رجل وقال یا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم الا اقتله (نسائی ص۵۳۸)

کھیل کرتا ہے حالانکہ مین تم مین موجود ہون - جبپر ایک شخص نے آپ کے حضور مین معذرت کی - اور اس شخص کے قتل کی اجازت چاہی -

اس حدیث کے اسناد کو حافظ ابن کثیر نے جید کیا ہے - اور حافظ ابن القیم نے

قال ابن کثیر اسناده جید و قال الحافظ فی بلوغ المرام رواته موثقون × × × × واسناده علی شرط مسلم فان ابن وهب قد رواه عن مخرمة بن بکیر بن الاشج عن ابیه قال سمعت محمود بن لبید فذکره ومخرمة ثقة بلاشك وقد احتج مسلم فی صحیحه بحدیثه عن ابیه (زاد المعاد ص۲۱۳)

مسلم کی شرط پر بتایا ہے اور حافظ ابن حجر نے اسکی راویون کو ثقہ کہا ہے اور اس کے راوی مخرمہ کے سماع مین جو بعض محدثین نے کلام کیا ہے اسکا کافی وشافی جواب* حافظ ابن القیم نے زاد المعاد مین دیا ہے -

اس حدیث کے موید اور حکم مخالفت یکبارگی تین طلاق کی مثبت ایک حدیث ابو رکانہ بصفحہ (۲۶۲) منقول ہو چکی ہے اور دو حدیثین بروایت ابن عباس مسئلہ دوازدہم کے ذیل مین بصفحہ (۳۱۰ و ۳۱۱) منقول ہونگی انشا اللہ -

* وهیهو والذین اعلوه قالوا لم یسمع منه وانما هو کتاب قال ابو طالب سالت احمد بن حنبل عن مخرمة بن بکیر فقال هو ثقة ولم یسمع من ابیه انما هو کتاب مخرمة × × × ×

حالت حیض مین اور اس طہر مین جسمین مباشرت ہوئی ہو طلاق دینے کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ اُنہون نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت مین طلاق دی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اسپر غصہ ظاہر فرمایا۔ اور حکم دیا کہ وہ اپنی عورت سے رجوع کرین۔ پھر جب وہ پاک ہو تب مناسب سمجھین تو بہ بستر ہونیسے

عن نافع عن ابن عمر انه طلق امراته وهی حائض فی عهد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فسال عمر بن الخطاب رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم عن ذلك فقال

بقیہ حاشیہ صفحہ (۲۹۲)

والجواب عن هذا من وجهین احدهما ان کتاب ابیه کان عنده محفوظا مضبوطا فلا فرق فی قیام الحجة بالحدیث بین ما حدثه به او راه فی کتابه بل الاخذ عن النسخة احوط اذا یتقن الراوی انها نسخة الشیخ بعینها وهذا طریقة الصحابة والسلف وقد کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یبعث بکتبه الی الملوك وتقوم علیهم بها الحجة وکتب کتبه الی عماله فی بلاد الاسلام فعملوا بها واحتجوا بها ودفع الصدیق کتاب رسول الله صلی علیه وآله وسلم الی انس بن مالك رضی الله عنهما فحمله وعملت به الامة وکذلك کتابه الی عمرو بن حزم وکتابه فی الصدقات الذی کان عند ال عمر ولم یزل السلف والخلف یحتجون بکتاب بعضهم الی بعض ویقول المکتوب الیه کتب

له رسول صلعم مره فليراجعها ثم
ليتركها حتى تطهر ثم تحيض ثم تطهر ثم ان
شاء امسك بعد و ان شاء طلق قبل ان
يمس فتلك العدة التى امر الله ان يطلق
لها النساء ان عبد الله بن عمر طلق
امراته وهى حائض فقال له النبى صلى
الله عليه وسلم ليراجعها فردها وقال
اذا طهرت فليطلق او ليمسك قال ابن
عمر وقرا النبى صلى الله عليه وسلم يا ايها
النبى اذا طلقتم النساء فطلقوهن فى
قبل عدتهن [illegible]

پہلے طلاق دین - پھر آپ نے اس آیت کو
پڑہا - جسمین یہہ ارشاد ہے کہ "عورتون کو
طلاق دو تو شروع عدت مین طلاق دو -
اور فرمایا عدت یہی ہے جسپر طلاق
دینے کا خدا نے حکم دیا ہے -

اس حدیث سے حالت حیض اور
طہر مباشرت مین طلاق کی ممانعت کے
علاوہ **یہہ بھی ثابت** ہوتا ہے کہ
ایک طہر مین تین طلاقین دینا جائز
نہین ہے - کیونکہ اس حدیث مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے

حاشیہ صفحہ (۲۹۳)

الى فلان ان فلانا اخبره ولو بطل الاحتجاج بالكتب
لم يبق بايدى الامة الا ايسر اليسير فان الاعتماد انما
هو على النسخ لا على الحفظ والحفظ خوان والنسخة لا تخون
ولا يحفظ فى زمن من الازمان المتقدمة ان احدا
من اهل العلم رد الاحتجاج بالكتاب وقال لم يشافهنى به الكاتب
فلا اقبله بل كلهم مجمعون على قبول الكتاب والعمل به اذا صح
عنده انه كتابه الجواب الثانى ان قول من قال لم يسمع من ابيه
معارض بقول من قال سمع منه ومعه زيادة علم واثبات
قال عبد الرحمن بن ابى حاتم سئل ابى عن مخرمة بن بكير فقال
صالح الحديث قال وقال ابن ابى ذئب وجدت فى ظهر كتاب مالك

بدست آویز آیہ قران طلاق کا محل شروع عدت کو قرار دیا ہے - اور حقیقی شروع عدت وہی ایک وقت ہے جسمین پہلی طلاق واقع ہو - اسکے بعد دوسری یا تیسری طلاق اس طہر مین واقع ہوگی تو وہ شروع عدت مین واقع نہوگی -

حضرت عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ طلاق چار قسم ہے - دو حلال ہین - دو حرام - حلال طلاق ایک یہہ ہے کہ حالت طہر مین بلا مباشرت طلاق دے دوسری یہہ کہ حالت حمل مین طلاق دے - حرام طلاق ایک یہہ ہے کہ حالت حیض مین طلاق دے - دوسری یہ کہ طہر مین بعد مباشرت طلاق دے اور اس کو یہہ علم نہ ہو کہ اس مباشرت سے حمل رہا ہے یا نہین -

وعن عکرمة قال قال ابن عباس الطلاق علی اربعة اوجه وجهان حلال ووجهان حرام فاما اللذان هما حلال فان یطلق الرجل امرأته طاهرا من غیر جماع او یطلقها حاملا مستبینا حملها واما اللذان هما حرام فان یطلقها حائضا او یطلقها عند الجماع لا یدری اشتمل الرحم علی ولد ام لا رواه الدارقطنی

سالت مخرمة عما یحدث به عن ابیه سمعها* من ابیه فحلف لی ورب البنیة یعنی المسجد سمعت من ابی وقال علی بن المدینی سمعت معن بن عیسی یقول مخرمة سمع من ابیه وعرض علیه ربیعة اشیاء من رای سلیمان بن یسار قال علی ولا اظن مخرمة سمع من ابیه کتاب سلیمان لعله سمع منه الشئ الیسیر ولم اجد احدا بالمدینة یخبرنی عن مخرمة بن بکیر انه کان یقول فی شئ من حدیثه سمعت ابی ومخرمة ثقة انتهی ویکفی ان مالکا اخذ کتابه فنظر فیه واحتج به فی موطئه وکان یقول حدثنی مخرمة

بقیہ حاشیہ صفحہ (۲۹۲)

* ھکذا فی الاصل ولعلہ سمعتھا - اڈیٹر

ایک طلاق پر اکتفا کی اَولویت

ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب مُصنّف مین ابراہیم تابعی سے نقل کیا ہے کہ صحابہؓ اس شخص کے حق مین جو اپنی عورت سے جدا ہونا چاہے یہی پسند کرتے کہ وہ ایک ہی طلاق دے پھر اس سے رجوع نہ کرے یہان تک کہ تین حیض گذر ہو جائین۔

> ابن ابی شیبہ باسناد صحیح عن ابراهیم کانوا (ای الصحابة) یستحبون ان یطلقها واحدة ثم یترکها حتے تحیض ثلث حیض۔
> (تخریج هدایہ حافظ ابن حجر ص ۲۲۶ و شرح هدایہ عینی ص ۱۱۴۲)

اس عمل صحابہ کے موید وہ آیات و احادیث ہین جنسے ثابت ہے کہ طلاق ایک اضطراری امر اور حالت ضرورت سے مقید ہے ۔ اور [illegible] ضرورت [illegible] ہونے کے لئے ایک طلاق کافی ہے ۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک طلاق پر اکتفا کرنا بہتر اور اس اصول کے جو مبنیٔ طلاق کی بنا ہے عین مطابق ہے۔

قرآن مجید کی آیہ منقولہ بہ ضمن صفحہ (۲۹۱) مین جو تین طلاق کی مشروعیت پائی جاتی ہے اس سے تین طلاق کے پورا کرنے کی ترغیب مقصود نہین بلکہ

تتمہ حاشیہ صفحہ (۲۹۲)

> وکان رجلا صالحاً وقال ابو حاتم سالت اسمٰعیل ابن ابی اویس قلت هذا الذی یقول مالك بن انس حدثنی الثقة من هو قال مخرمة بن بکیر وقیل لاحمد بن صالح المصری کان مخرمة من ثقات الرجال قال نعم وقال ابن عدی عن ابن وهب ومعن بن عیسی عن مخرمة احادیث حسان مستقیمة وارجوانه لاباس به (زاد المعاد ص ۲۱۳ ج ۲)

کثرت طلاق کی تین مین تحدید اور تین سے زیادہ کی ممانعت مقصود ہے۔

کتب حدیث اور کتب تفسیر معالم وغیرہ مین لکھا ہے کہ لوگ بلا حصر و شمار طلاقین دے دیا کرتے اور جب عدت گذرنے لگتی عورت کی طرف رجوع کرتے۔ اور عورتون کو تکلیف پہنچاتے اس کثرت کو روکنے اور اس ظلم کو دور کرنے کے لئے یہہ آیت نازل ہوئی۔

کان الناس یطلقون من غیر حصر لا عدد وکان الرجل یطلق امراته فاذا قاربت انقضاء عدتها راجعها ثم طلقها کذلک یقصد مضارتها فنزلت هذه الآیة۔
(معالم التنزیل صفحہ ۱۰۲ ونحوہ فی نیل الاوطار صفحہ ۱۷ جلد ۶)

لہذا اس سے کوئی یہہ نتیجہ نہین نکال سکتا کہ تین طلاق کو پورا کرنا افضل ہے اور اس آیہ مین اس امر کی ترغیب مقصود ہے۔

تین طلاق کو تین طہرون مین متفرق کرنیکا حکم

یہہ حکم آیہ منقولہ صفحہ (۲۹۱) اور حدیث منقولہ (۲۹۳) سے ثابت ہے اس حدیث مین صاف تصریح ہے کہ جس طلاق کا خدا نے حکم دیا ہے وہ شروع عدت مین واقع ہونی چاہیے اور اس آیہ مین یہہ حکم ہے کہ طلاق متعدد دو دفعہ کر کے دیجاوے نہ یکبارگی دو یا تین۔ ان دونون مطالب سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک طہر مین تین طلاق واقع نہونی چاہیے۔ کیونکہ تینون یکبارگی واقع ہونگی تو آیہ کا خلاف ہوگا اور اگر تینون یکے بعد دیگرے ایک طہر مین دیجائینگی تو دوسری و تیسری طلاق شروع عدت مین واقع نہ ہوگی اور اس حدیث کی مخالفت عمل مین آئیگی۔

دارقطنی کی حدیث مین جو حضرت ابن عمر کی طلاقِ حالت حیض کے باب مین مروی

وعن الحسن قال حدثنا عبد الله بن عمر انه طلق امرأته تطليقة وهي حائض ثم اراد ان يتبعها بتطليقتين اخريين عند القرئين فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا ابن عمر ما هكذا امرك الله تعالى انك قد اخطات السنة والسنة ان تستقبل الطهر فتطلق لكل قرءٍ (رواه الدارقطني)

ہے صاف یہہ ذکر آیا ہے کہ حضرت ابن عمر نے اس طلاق کے بعد چاہا تھا کہ اور دو حیضون مین باقیماندہ دو طلاقین دین جسپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ تم سنت کا طریق (یعنے جو تین طلاق دینے کے لئے مقرر ہے) چوک گئے - تین طلاق کے لئے سنت یہہ ہے کہ ہر ایک طہر مین ایک طلاق دینی چاہیے -

اس حدیث کے اسناد مین گو بعض آئمہ حدیث کو ایک راوی عطار خراسانی کے

وحديث الحسن في اسناده عطاء الخراساني وهو مختلف فيه وقد وثقه الترمذي وقال النسائي وابو حاتم لا باس به وكذبه سعيد بن المسيب وضعفه غير واحدٍ وقال البخاري ليس فيمن روى عنه مالك من يستحق الترك غيره وقال شعبة كان نسيا وقال ابن حبان خيارًا عباد الله غير انه كان كثير الوهم سيئ الحفظ يخطي ولا يدري فلما كثر ذلك

سبب کچھ کلام ہے مگر اسکے اُس حصہ متن مین جسکو ہم نے نقل کیا ہے - کسیکو کلام نہیں ہے - اس حصہ کا مضمون آیات واحادیث سے ثابت ہے چنانچہ ابھی بیان ہوا ہے - اور اس حدیث کے دوسرے راوی جو حدیث کے حافظ ہین اس حصہ کی روایت مین عطار خراسانی کے ساتھ اتفاق رکھتے ہین - اس حدیث مین محل اعتراض بھی اس کا آخری حصہ ہے جس کو ہم نے

فی روایتہ بطل الاحتجاج بہ وایضاً الزیادۃ التی ھی محل الحجۃ اعنی قولہ ارایت لو طلقتہا الخ مما تفرد بہ عطاء وخالف فیہا الحفاظ فانہم شارکوہ فی اصل الحدیث ولم یذکروا الزیادۃ ـ

نقل نہین کیا - اور اس مین کہا گیا ہے کہ ابن عمر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اگر مین تین طلاقین دیدیتا تو تب بھی رجوع کر سکتا تہا - آپنے فرمایا نہین ہے اس فقرہ کو عطا خراسانی کے سوا کسی راوی حدیث نے ذکر نہین کیا - اسی وجہ سے یہہ محل اعتراض ہوا

قسطلانی نے شرح بخاری مین طلاق کو متفرق نہ یکبارگی دینے کی وجہ یہہ بیان کی ہے کہ نفس انسانی مین جہوٹھ یا غلطی کی عادت ہے - لہذا وہ بعض اوقات عورت

وفی جعلہ عدداً حکمۃ لطیفۃ لان النفس کذوبۃ ربما تظہر عدم الحاجۃ الی المراۃ او الحاجۃ الی ترکہا وتسولہ فاذا وقع حصل الندم وضاق الصدر بہ وعیل الصبر فشرعہ سبحانہ وتعالی ثلاثا لیجرب نفسہ فی المرۃ الاولی فان کان الواقع صدقہا استمر حتی تنقضی العدۃ والا امکنہ التدارک بالرجعۃ ثم اذا عادت النفس لمثل الاول وغلبتہ حتی عاد الی طلاقہا نظر ایضا فیما یحدث لہ فما یوقع الثالثۃ الا وقد جرب وفقہ فی حال نفسہ ثم حرمہا علیہ بعد انتہاء العدۃ قبل ان تتزوج

کی عدم ضرورت یا اسکے چہوڑ دینے کی ضرورت کا جہوٹا خیال انسان مین پیدا کرتا ہے جسکو انسان پسند کرلیتا ہے - اور عورت کو چہوڑ دیتا ہے مگر پیچہے کر اسکو ندامت حاصل ہوتی ہے اور اس کا دل تنگ ہوتا ہے اور صبر جاتا رہتا ہی اسلئے خداتعالی نے تین طلاق کو مشروع فرمایا ہے کہ انسان پہلی دفعہ کی طلاق مین اپنی نفس کا امتحان کرے وہ سچا ہوگا تو اسی خیال پر قایم رہے گا اور عدت گذر جائے گی اور عورت علیحدہ ہوگی اور اگر عدت کی اثنا مین انکو اپنے نفس کے دھوکہ اور جہوٹ کا علم

[illegible] فتح القدیر مین ہے جو حنفی مذہب کی ایک مستند مشہور کتاب ہے ۔

آخر لیتاب بما فیہ غیظہ وھو الزوج الثانی علی ما علیہ من جبلۃ الفحولیۃ بحکمتہ ولطفہ تعالی بالعبادہ۔

(قسطلانی صفحہ ۱۴۰ جلد ۸)

ہوگیا تو وہ رجوع کریگا۔ اور اس غلطی کا تدارک کریگا۔ پھر بھی اُس نے دھوکہ دیا اور دوسری طلاق پر مجبور کیا تو وہ دوسرے طلاق کی عدت مین اس کا امتحان کریگا تیسری دفعہ تب ہی طلاق دے گا جب اس کا خوب امتحان کر چکے گا۔ تیسری طلاق کے بعد اسکو رجوع کا اختیار اسلئے نہین دیا بلکہ اسکی عورت کو (جب تک کہ وہ دوسرے شوہر کے گھر مین آباد ہوکر اس سے علیحدہ نہو) اسپر حلال نہ کیا کہ وہ اپنی عورت کو دوسرے شوہر کے گھر مین آباد دیکھکر اسکا رنج اوٹھاے (جو نر حیوانون کے لئے ایک نیچرل (طبعی) امر ہے اور اپنے فعل طلاق کا بدلہ پاوے۔ یہ محض خداوند تعالی کی حکمت اور بندون کے حال پر لطف ہے کہ وہ بلا ضرورت طلاق پر اقدام نکرین۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین اقسام طلاق واجب وحرام وغیرہ

اما الحرام ففی صور احدھا فی الحیض بلا عوض منہا ولا سوالھا۔ الثانی فی طہر جامعہا فیہ قبل بیان الحمل والثالث اذا کان عندہ زوجات تقسم لھن وطلق واحدۃ قبل ان یوفیہا قسمہا۔

(شرح نووی صفحہ ۴۷۶)

بیان کر کے عبارت منقولہ صفحہ ۲۸۲ کے ضمن مین فرمایا ہے۔ تین صورتون مین طلاق دینا حرام ہے۔ ایک بحالت حیض بشرطیکہ خلع نہو۔ یعنی مال دیکر عورت نے خود جدائی نہ کرای ہو۔ دوم بحالت طہر اگر وہ اُس طہر مین عورت سے مباشرت کر چکا ہو۔ اور حمل کا حال معلوم نہوا ہو سوم صورت یہہ ہے کہ ایک شخص کے نکاح مین کئی عورتین ہو۔ وہ ان مین سے ایک کو بلا ادا و استیفاء حقوق (نوبت وغیرہ) کے طلاق دیدے۔

ہدایہ مین (جو حنفی مذہب کی ایک مشہور و معتبر کتاب ہے) لکھا ہے - طلاق تین قسم ہے

الطلاق علی ثلثة اوجه حسن واحسن
وبدعی فالاحسن ان یطلق الرجل امرأته
تطلیقة واحدةً فی طهر لم یجامعها فیه و یترکها
حتی تنقضی عدتها لان الصحابة رض
کانوا یستحبون ان لا یزید وا فی الطلاق
علی واحدةٍ حتے تنقضی العدة وان هذا
افضل عندهم من ان یطلق الرجل
ثلثاً عند کل طهر واحدة × × ×
والحسن هو طلاق السنة وهو ان یطلق
المدخول بها ثلثاً فی ثلثة اطهار
وقال مالک انه بدعة ولا یباح
الا واحدة لان الاصل فی الطلاق هو
الحظر والاباحة لحاجة الخلاص و
قد اندفعت بالواحدة ولنا قوله
علیه السلام فی حدیث عمر رض
السنة ان یستقبل الطهر استقبالا
فیطلقها لکل قرء تطلیقة × × ×
وطلاق البدعة ان یطلقها ثلثاً
بکلمة واحدة او احدا و ثلثاً فی
طهر واحدٍ (هدایہ صہ ۳۳۲)

حسن - احسن - اور بدعت - احسن طلاق
کی یہہ صورت ہے - کہ حالت طہر مین
(جس مین شوہر نے عورت سے مباشرت
نہ کی ہو) ایک طلاق دے پھر اس کو
انقضاء عدت تک چھوڑ رکھے - صحابہ کو
یہی بات پسند تھی - کہ ایک طلاق سے
زیادہ طلاق نہ دی جائین یہانتک کہ
عدت گذر جاوے اس طلاق کو وہ تین
طلاق کی نسبت جو تین طہرون مین متفرق
[illegible] بہتر سمجھتے تھے
حسن طلاق یہ ہے کہ اپنی عورت کو جو اس
سے ہم بستر ہو چکی ہو - تین طہرون مین
تین طلاق دے - امام مالک فرماتے
ہین کہ یہہ طلاق بھی بدعت ہے - اور
ایک طلاق ہی جائز ہے - کیونکہ دراصل
طلاق ممنوع ہے - اسکی اباحت صرف
ضرورت کی حالت مین ہوتی ہے اور وہ
ضرورت ایک طلاق سے رفع ہو سکتی ہے
ہماری دلیل تین کے جواز پر وہ حدیث ابن
عمر ہے جس مین یہ ذکر ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تین طہرون مین تین طلاق دینے کی اجازت دی تھی - طلاق بدعت یہ ہے کہ تین طلاقین یکبارگی یا متفرق ایک ہی طہر مین دیجاوین - اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ یہہ حکم کتاب اللہ اور حدیث مین بہ تفصیلہ وارد ہے اور جملہ مذاہب اسلام کا اسپر عمل ہے اسکے ضمن مین یہہ بہی ثابت ہوا - کہ یہہ حکم عقل و اخلاق وانصاف کے مطابق ہے اور انسانی ضرورت تمدنی (جو قدرت نے ان کو عطا کی ہے) سے بہی اسکو توافق ہے -

گیارہوان حکم

(منجملہ احکام طلاق)

مرد کا عورت کو بلا ضرورت و بلا قصور باوجود حصول اغراض نکاح صرف شہوت پرستی کے غرض سے طلاق دینا یا عورت کا [illegible] محض طلاق کی درخواست کرنا جائز نہین ہے -

یہہ حکم احکام سابق اور اسکے دلائل اور شواہد سے بخوبی ثابت ہے اور ان ہی دلایل وشواہد سے یہ بہی معلوم ہوچکا ہے کہ اہل اسلام کا اس حکم پر بالاتفاق عمل ہے اسکا ذکر علیحدہ اور مستقل طور پر اس غرض سے ہوا ہے کہ اس حکم کی تاکید اور طلاق بلا ضرورت پر بانی اسلام اور ان کے نایبون کی تشدید ظاہر ہو اور معترضین کو اس امر کا یقین ہو کہ بے ضرورت طلاق کا اسلام سختی کے ساتھ مانع ہے نہ اسکا مجوز -

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو عورت بجز کسی نقصان کے اپنے خاوند سے طلاق کی خواستگار ہو وہ بہشت کی خوشبو نہ پائیگی - اور فرمایا ہے کہ جو عورتین اپنی خاوندون یا اون کی اطاعت

عن ثوبان قال ایما امرأة سألت زوجها الطلاق من غیر باس حرام علیها رائحة الجنة (ابو داود ص۳۰۳ والترمذی ص۱۵۰)

عن ابی ھریرة ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال المنتزعات المختلعات ھن المنافقات (نسائی ص۵۴۷)

عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تطلق الا من ریبة فان اللہ لا یحب الذواقین ولا الذواقات

(اخرجہ [illegible] الدارقطنی و [illegible] الطبرانی)

ان اللہ لعن الذواقین والذواقات (حجة اللہ البالغة ص۳۲۵ وفتح القدیر ص۱۳۶ وعینی ص۲۱۴)

ولفظھا لعن اللہ کل ذواق مطلاق

عن ابن عمر عن النبی صلعم ابغض الحلال الی اللہ الطلاق (ابو داود ص۲۹۲)

عن معاذ قال قال رسول اللہ صلعم ما خلق اللہ شیئًا علی وجہ الارض احب الیہ من العتاق ولا خلق شیئًا علی وجہ الارض ابغض الیہ من الطلاق -

(رواہ الدارقطنی)

چھوٹ جانا اور خلع کرانا چاہتی ہین وہ منافق ہین -

مردون کو فرمایا تم عورتون کو بجز اس حالت کے کہ تم کو ان کی عصمت مین شک ہو طلاق نہ دو خدا ان لوگون سے خوش نہین ہے جو صرف نئی عورتون کی لذت حاصل کرنے کی غرض سے پہلی عورتون کو طلاق دیتے ہین - نہ ان عورتون سے خوش ہے جو مزہ لینے کو طلاق چاہتی ہین -

بعض احادیث مین ذکر ہے کہ خداوند تعالے مزہ اڑانے والے مردون اور عورتون کو لعنت کرتا ہے -

ایک حدیث مین ارشاد ہوا ہے مباحات مین (یعنی٭ جو بعض اوقات مین اور بشرط ضرورت مباح ہوتے ہین) طلاق سے بڑھ کر بری اور خدا کے نزدیک ناپسند کوئی چیز نہین ہے ٭

بلا ضرورت طلاق کی برائی مین علماء اسلام کا اختلاف نہین ہے - اختلاف ہے تو

٭ یہی معنی اس حدیث کے فتح القدیر مین ابن ہمام نے کئے ہین اسکے الفاظ یہ ہین ویحمل لفظ المباح علی ما ابیح فی بعض الاوقات لتحقق الحاجة الیہ

اس مین ہے کہ وہ کس درجہ تک بری ہے۔ بعض اسکو مکروہ کہتے ہین اور محققین معانی شناس (جیسے امام ابوحنیفہ و امام مالک وغیرہ) اسکے حرام ہونے کے قایل ہین۔ اور اس طلاق کے ذریعہ سے نئے مال* تلاش کرنے والون کو درحقیقت زانی و بدکار قرار دیتے ہین گو ظاہری صورت مین وہ ناکح کہلاتے ہین۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی نے **میزان کبرے** مین کہا ہے علماء اسلام کا اسپر اتفاق ہے کہ زوجین کا حالت استقامت مین طلاق دینا مکروہ ہے بلکہ امام حنیفہ رح فرماتے ہین کہ طلاق بحالت استقامت) حرام ہے۔

> اتفقوا علی ان الطلاق مکروہ فی حالة استقامة الزوجین بل قال ابوحنیفه بتحریمه (میزان شعرانی ص ۱۳۵)

قاضی محمد بن علی الشوکانی نے حدیث مذکورہ ثوبان کی شرح مین کہا ہے اس حدیث سے ثابت ہے کہ عورت کا طلاق چاہنا سخت حرام ہے۔ کیونکہ اسپر بہشت کی خوشبو نہ پانے کی وعید وارد ہے اور جو خوشبو نہ پاے گا بہشت مین داخل بھی نہوگا اور جو گناہ مرتکب کو اس حد تک پہنچائے وہ بڑا ہی بڑا گناہ ہے۔

> فیه دلیل علی ان سؤال المرأة الطلاق من زوجها محرم علیه تحریما شدیدا لان من لم یرح رائحة الجنة غیر داخلها وکفی بذنب یبلغ بصاحبه الی ذلك المبلغ علی فظاعته وشدته (نیل الاوطار ص ۱۴۳)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب **حجۃ اللہ البالغہ** مین فرماتے ہین کہ طلاق کی کثرت مین اور بے پرواہی کے

> اعلم ان فی الاکثار من الطلاق وجریان الرسم بعدم المبالاة به مفاسد کثیرة وذلك ان ناسا ینقادون لشهوة

* پنجاب مین ایسے لوگ "ہری چر" کہلاتے ہین یعنے ہمیشہ سبز کھیت سے چرنے والے۔

الفرج ولا یقصدون اقامة تدبیر المنزل ولا التعاون فی الارتفاقات ولا تحصین الفرج وانما مطمح ابصارهم التلذذ بالنسآء وذوق لذة کل امرأة فیهیجهم ذلک الی ان یکثروا الطلاق والنکاح ولا فرق بینهم وبین الزناة من جهة ما یرجع الی نفوسهم وان تمیزوا عنهم باقامة سنة النکاح والموافقة لسیاسة المدنیة وهو قوله صلی الله علیه وسلم لعن الله الذواقین والذواقات۔

(حجۃ الله البالغہ ص)

ساتھ اسکی رسم جاری ہونے مین بہت سے فساد ہین بعض لوگ شہوت پرست اپنی شرمگاہ کے فرمانبردار ہوتے ہین اور وہ خانہ داری کی تدبیر اور تمدنی کامون مین معاونت اور اپنی عفت کا قصد نہین رکھتے انکی نظر صرف (نئی) عورتون سے لذت حاصل کرنے اور ہر ایک نئی عورت کے مزہ لینے کی طرف رہتی ہے یہی خیال ان کو کثرت طلاق پر باعث ہوتا ہے ان کے دلی ارادے کو دیکھا جاوے تو ان اور زانیون مین کوئی فرق معلوم نہین ہوتا اگرچہ ظاہری اسم نکاح کو وہ پورا کر لیتے ہین انہین لوگون کے حق مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مزہ چکھنے والے مردون اور عورتون کو خدا لعنت کرتا ہے +

بارہوان حکم

(منجملہ احکام طلاق)

جو طلاق ناجائز ہو (بلا ضرورت واقع ہو خواہ مخالف طریق و ہدایت شریعت) وہ قابل فسخ ہے قایم و بحال رکھنے کے لائق نہین ہے

یہ حکم بعض اقسام ناجائز طلاق (جیسے طلاق بلا قصور و بے ضرورت اور

طلاق بحالت حیض و بحالت طہر مباشرت) کی نسبت تو جملہ مذاہب اسلامیہ مشہورہ مین بالاتفاق مسلم و لایق عمل سمجھا جاتا ہے - اس قسم کے متعلق ان کا اختلاف ہے تو اس مین ہے کہ اس طلاق کا فسخ کرنا واجب ہے یا مستحب اور فسخ شدہ طلاق ان تینون طلاقون مین جنکا ہر شخص مالک ہے محسوب ہوگی یا نہوگی اور بعض اقسام ناجایز طلاق (جیسے طلاق ثلثہ جو ایک طہر مین دیجاوین) کی نسبت اس حکم کی تسلیم مین علماء کا اختلاف ہے جس کا ذکر اشاعۃ السنۃ نمبر (۳) جلد ۱۰ کے صفحہ (۹۸) مین ہو چکا ہے -

اس مقام مین ہم ان اختلافات سے بحث کرنا پسند نہین کرتے موقع ملا تو اس بحث مین مستقل مضمون لکھا جاویگا - اس مقام مین صرف یہہ بتانا چاہتے ہین کہ شارع شریعت اسلام نے جملہ اقسام جایز طلاق کو قابل فسخ قرار دیا ہے [illegible] بالاتفاق اہل اسلام مسلم ہے ان ہی اقسام کے فسخ کیطرف ہم اہل اسلام اور گورنمنٹ کو توجہ دلانا چاہتے ہین اختلافی اقسام کے فسخ سے ہماری مقامی غرض متعلق نہین ہے -

انحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے چنانچہ متفق علیہ حدیث مین آیا ہے کہ جو عمل ہمارے حکم یا اجازت کے مخالف ہو وہ قابل فسخ ہے بعض روایات

عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم من احدث فی امرنا ہذا مالیس منہ فہو رد اخرجہ الشیخان وزاد ابو داود من عمل عملا لیس علیہ امرنا فہو رد (تیسیر الوصول ص ۱۳)	مین یون آیا ہے کہ جو بات دین مین ایسی نکالی جاوے جو ہمارے دین سے نہ ہو (یعنے اوس کی اصل اس مین نہو) وہ رد کیجاوے - اور یہ بات بھی بالاتفاق مسلم ہے کہ ناجایز طلاق کے دین مین کوئی اصل

نہین پائی جاتی وہ بدعت وحرام یا مکروہ ہے اس سے صاف طور پر نتیجہ نکلتا ہے کہ ناجائز طلاق (خواہ کسی قسم سے ہو) شارع کے نزدیک لائق فسخ ہے نہ قابلِ بحالی۔

محمود بن لبید کی حدیث جو بصفحہ (۲۹۱) گذر چکی ہے صاف تصریح ہے کہ ایک شخص نے تین طلاقین یکبارگی دین تو آپ نے ایسا غصہ ظاہر فرمایا جس سے ایک آدمی اوسکے قتل پر مستعد ہو گیا اس سے تین طلاقون کا جو ایک طہر مین دیجاوین قابل فسخ ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ جب اس فعل کے باعث اُسکا فاعل و مرتکب قابل قتل سمجھا گیا تو وہ فعل خود کیون قابل قتل یعنے فسخ نہو گا۔

ابن جریج کی حدیث ابو رکانہ کے مقدمہ طلاق مین جو صفحہ (۲۶۲) مین گذر چکی ہے صاف مظہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے تین

قال ابو داود وحدیث نافع بن عجیر وعبد اللہ بن علی بن یزید بن رکانۃ عن ابیہ عن جدہ ان رکانۃ طلق امراتہ فردھا الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصح لانھم ولد الرجل واھلہ اعلم بہ ان رکانۃ انما طلق امراتہ البتۃ فجعلھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم واحدۃ ھذا اصح من حدیث ابن جریج ان رکانۃ طلق امراتہ ثلاثا لانھم اھل بیتہ وھم اعلم بہ وحدیث ابن جریج رواہ عن بعض بنی ابی رافع عن عکرمۃ عن ابن عباس۔ (ابو داود صفحہ ۲۹۸ و صفحہ ۳۰۰)

طلاق کو فسخ کر دیا اور تینوں کو ایک قرار دیکر اوسکو مراجعت کا حکم دیا تھا اس حدیث کے مضمون طلاق پر ابو داود نے یہہ گفتگو کی ہے کہ "نافع بن عجیر (جو ابو رکانہ کی اولاد سے ہے) اس روایت مین ابن جریج کا مخالف ہے اور وہ یہہ کہتا ہے کہ ابو رکانہ نے ایک طلاق دی تہی یعنے بلفظ البتہ جو قطع اور جدا کرنے کے معنے رکہتا ہے) یہ روایت ابن جریج کی روایت سے جس مین تین طلاق کا ذکر ہے زیادہ ترصحیح ہے"

* یہ بھی ایک نوع فسخ ہے اگرچہ اس مین کلیۃ ابطال پایا نہین جاتا۔

اسکا جواب حافظ ابن القیم نے یہ دیا ہے کہ ابن عجیر کی روایت کو ابن جریج وغیرہ کی روایت سے صحت مین مقدم سمجھنا تعجب کا محل ہے ابن عجیر خود مجہول الحال ہے معلوم نہین وہ کون ہے اور کیسا آدمی ہے اور اسکی اس روایت کو امام بخاری نے مضطرب کہا ہے چنانچہ ترمذی نے نقل کیا ہے اور امام احمد نے اس حدیث کے سبھی طریقونکو ضعیف کہا ہے ایسا ہی امام بخاری نے اسکو ضعیف کہا ہے چنانچہ منذری نے نقل کیا ہے پھر ایسے مجہول الحال کی [illegible] اور مضطرب روایت کو ابن جریج کی روایت سے جس مین ایک راوی (جو ابو رافع کی اولاد سے ہے اور وہ سب کے سب تابعی ہین اور ان مین تہمت کذب سے متہم ایک بھی نہین ہے) مجہول الاسم ہے کیونکر مقدم کہہ سکتے ہین باوجودیکہ ابن عجیر کی روایت جہالت راوی مین اس سے بڑھکر ہے - اور اگر دونون روایت کو جہالت راوی کے سبب ناقابل اعتبار سمجھا جاوے تو ہم سعد بن ابراہیم کی روایت کو (جو طلاق ابو رکانہ کے

واما حدیث نافع بن عجیر الذی رواہ ابوداود ان رکانة طلق امرأة البتة فاحلفه رسول الله صلی الله علیه وسلم ما اراد الا واحدة فمن العجب تقدیمه نافع بن عجیر المجهول الذی لا یعرف حاله البتة ولا یدری من هو ولا ما هو علی ابن جریج ومعمر وعبد الله بن طاوس فی قصة ابی الصهباء وقد شهد امام الحدیث محمد بن اسمعیل البخاری بان فیه اضطرابا هکذا قال الترمذی فی الجامع وذکر عنه فی موضع اخر انه مضطرب فتارة یقول طلقها ثلثا وتارة یقول واحدة وتارة یقول البتة وقال الامام احمد وطرقه کلها ضعیفة وضعفه ایضا البخاری حکاه المنذری عنه ثم کیف یقدم هذا الحدیث المضطرب المجهول روایة علی حدیث عبد الرزاق عن ابن جریج لجهالة بعض بنی ابی رافع هذا واولاده تابعون وان کان

عبید الله اشهرهم ولیس فیهم متهم بالکذب وقد روی عنه ابن جریج ومن یقبل روایة المجهول او یقول روایة العدل عنه تعدیل له فهذا حجة عنده فاما ان یضعفه ویقدم علیه روایة من هو مثله من الجهالة و اشد فکلا فغایة الامران یتساقطا روایتا هذین المجهولین ویعدل الی غیرهما واذا فعلنا ذلک نظرنا فی حدیث [illegible] بن ابراهیم فوجدناه صحیح الاسناد وقد زالت علة تدلیس محمد بن اسحق بقوله حدثنی داؤد بن الحصین ولکن رواه ابو عبد الله الحاکم فی مستدرکه وقال اسناده صحیح فوجدنا الحدیث لاعلة له وقد احتج احمد باسناده فی مواضع وقد صحح هو وغیره بهذا الاسناد بعینه ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم رد زینب علی زوجها ابی العاص بن

مقدمہ مین ہے) لے سکتے ہین اس حدیث کے اسناد کو ہمنے صحیح پایا ہے۔ اس کے راوی محمد بن اسحاق پر جو تدلیس (یعنی روایت کو سنی ہوئی جتا کر روایت کرنی) کا اعتراض ہے اور اسوجہ سے اسکی ایسی روایت جسمین "عن فلان" کے لفظ سے حکایت ہو لایق استناد نہین ہے اس حدیث کے اسناد پر وارد نہین ہوتا کیونکہ اس حدیث کی سند مین اوس نے حدثنی کا لفظ کہا ہے (اسی نظر سے) حاکم نے مستدرک مین اسی حدیث کے اسناد کو صحیح کہا ہے اس اسناد سے جس سے یہ حدیث مروی ہے امام احمد نے بہت جگہ اپنی کتاب مین تمسک کیا ہے یہ وہی اسناد ہے جس سے یہ حدیث آنحضرت صلی الله علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی جاتی ہے کہ آنحضرت صلی الله علیہ وآلہ وسلم نے (اپنے لخت جگر) بی بی زینب کو اس کے پہلے نکاح سے اسکے شوہر ابو العاص کے جب وہ اسلام

الربیع بالنکاح الاول ولم یحدث شیئاً واما داؤد بن الحصین عن عکرمۃ فلم تزل الائمۃ تحتج بہ

(زاد المعاد [illegible])

لایا حوالہ کیا۔ اس حدیث مین جو داود بن الحصین کا سلسلہ روایت عکرمہ سے ملایا گیا ہے اس سے ائمہ حدیث ہمیشہ سے متمسک ہوتے چلے آئے ہین"

سعد بن ابراہیم کی حدیث یہ ہے جسکو حافظ ابن القیم نے اس کلام کے پہلے صفحہ ۲۱۶ مین نقل کیا ہے جسکے الفاظ یہ ہین۔

وقال الامام احمد حدثنا سعد بن ابراھیم قال ثنا ابی عن محمد بن اسحٰق قال حدثنی داود بن الحصین عن عکرمۃ مولی ابن عباس رضی اللہ عنہما عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قال طلق رکانۃ [illegible] اخو بنی المطلب امرأتہ ثلثا فی مجلس واحد فحزن علیہا حزنا شدیدا قال فسألہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف طلقتہا فقال طلقتہا ثلثا فقال فی مجلس واحد قال نعم قال فانما تلک واحدۃ فارجعہا ان شئت قال فراجعہا وکان ابن عباس یروی انما الطلاق عند کل طہر۔

(زاد المعاد صـ ۲۱۶)

امام احمد نے کہا ہے مجکو سعد بن ابراہیم نے حدیث سنائی ہے وہ کہتے ہین اسکے باپ ابراہیم کو محمد بن اسحٰق نے کہا کہ اوسکو داود بن الحصین نے عکرمہ سے اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہین کہا ہے کہ ابورکانہ نے اپنی زوجہ کو ایک مجلس مین تین طلاقین دین۔ تو اس پر ان کو بہت غم ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کیفیت طلاق پوچھی تو انہون نے عرض کیا کہ مینے ایک مجلس مین تین طلاقین دین تسپر آپ نے اوس کو رجوع کرنے کا حکم دیا۔

صحیح مسلم مین حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے عہد سعادت مہد اور خلافت صدیقی اور دو برس تک خلافت

عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلاث واحدۃً فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لہم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیہم فامضاہ علیہم۔ (مسلم ص ۴۷۷)

عمری مین تین طلاق کو ایک قرار دیا جاتا تھا پھر حضرت عمر نے فرمایا کہ جس امر مین لوگون کو سہولت تھی اس مین اب انہون نے جلدی کی (یعنی کثرت طلاق ثلاثہ اختیار کر لی) ہے ہم ان تین کو تین ہی کر دین (یعنے تین طلاق کے بعد رجوع سے روک دین) تو یہ امر ان کے مناسب حال ہوگا۔ پھر انہون نے ایسا ہی کیا۔

یہ حدیث (جسکی صحت مین کسی کو کلام نہین) صاف فیصلہ کرتی ہی کہ آنحضرت اور خلیفہ اول کے عہد مین اور دو سال تک خلیفہ ثانی کے عہد مین تین طلاق کو فسخ کر کے ایک قرار دیا جاتا تھا اس حدیث مین جو آخر حضرت عمر فاروق کا تین کو تین قرار دینا پایا جاتا ہے وہ آپ کے نزدیک شریعت کا اصلی حکم نہ تہا بلکہ ایک قسم کا تعزیری حکم تہا چنانچہ اشاعۃ السنتہ نمبر ۱ (۲ جلد ۱۰ مین بصفحہ (۸۹) ثابت ہو چکا ہے ؛

سعید بن منصور نے آپ سے بہ سند صحیح روایت کیا ہے کہ جب

وعند سعید بن المسیب بسند صحیح ان عمر کان اذا اتی برجل طلق امراتہ ثلثا اوجع ظہرہ (قسطلانی ص ۱۴۸ جلد ۸)

آپ کے پاس ایسے شخص کو جس نے اپنی عورت کو تین طلاق دیئے ہوتے لایا جاتا تو آپ اوس کو خوب پٹواتے۔

یہ دوسرا **قسم تعزیر** ہے جس سے یہ مقصود ہو سکتا ہے کہ طلاق دہندہ اپنی طلاق کو فسخ کرکے عورت کی طرف رجوع کرے اور آیندہ کوئی اس قسم کی ناجائز طلاق نہ دے اسباب مین جو فریق ثانی کے خیالات و مقالات ہین ان کا بیان و جواب ہماری مستقل مضمون مین ہوگا اگر وہ شائع ہوا۔

ابن عمر کی حدیث مین جو صفحہ (۲۹۳) منقول ہے۔ صاف **تصریح** ہے کہ ان کی طلاق حالت حیض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فسخ کردیا اور ان کو رجوع کا حکم دیا تھا۔ اس حدیث کی صحت بہی مسلم ہے اور اس کا مضمون فسخ طلاق بھی مسلم ہے اس حدیث کے متعلق اختلاف ہے تو اس امر مین ہے کہ وہ طلاق جو حضرت ابن عمر نے حالت حیض مین دی تہی محسوب ہوئی یا نہ ہوئی (جس سے ہمکو اس مقام مین بحث نہین ہے)

بالجملہ ان احادیث سے بخوبی ثابت ہے کہ ناجائز طلاق کو (خواہ کسی قسم سے ہو) صاحب شریعت نے قابل فسخ قرار دیا ہے۔ اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہین کہ از انجملہ بعض اقسام کا قابل فسخ ہونا اہل اسلام مین بالاتفاق مسلم ہے۔

قسطلانی نے **شرح بخاری** مین لکھا ہے کہ طلاق حیض کے بعد جو رجوع

فلیراجعها الامر للندب عند الشافعية والحنبلية والحنفية وقال المالكية وصححه صاحب الهداية من الحنفية للوجوب ويجبر على مراجعتها ما بقى من العدة شئ قال ابن القاسم واشهب وابن المواز يجبر عنونا بالضرب والسجن والتهديد۔ (قسطلانی صـ۱۲۱ جلد ۸)

کا حکم وارد ہے شافعیون حنبلیون اور حنفیون کے نزدیک استحبابی حکم ہے مالکی اس حکم کو وجوبی کہتے ہین اور جب تک عدت سے کچھہ مدت باقی ہو اس رجوع پر شوہر کو مجبور کرنا تجویز کرتے ہین اسی امر کو صاحب ہدایہ نے صحیح کہا ہے ابن قاسم

- اشہب اور ابن المواز (مالکیون) نے کہا ہے کہ شوہر کو مار پیٹ کر اور جیلخانہ مین قید رکھکر یا اور وجہ سے ڈرا کر رجوع پر مجبور کیا جائے -

ہدایہ مین ہے جو شخص اپنی عورت کو حالت حیض مین طلاق دے اوسکو عورت کیطرف

اذا طلق امرأته فی حالة الحیض وقع الطلاق ویستحب له ان یراجعها لقوله علیه السلام مر ابنك فلیراجعها وقد طلقها فی حالة الحیض ثم الاستحباب قول بعض المشائخ والاصح انه واجب عملاً بحقیقة الامر ودفعا للمعصیة بالقدر الممکن برفع اثره وهو العدة

(ہدایہ صفحہ ۳۳۶)

رجوع کرنا یعنی اس طلاق کو فسخ کرنا مستحب ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن عمر کو (جنہون نے حیض مین طلاق دی تہی) رجوع کا حکم دیا تہا اس رجوع کو مستحب کہنا صرف بعض علما کا قول ہے مگر صحیح یہ ہے کہ رجوع واجب ہے آنحضرت صلی اللہ [illegible] کے حکم کی تعمیل حقیقۃً اسی واجب کہنے سے ہوتی ہے اور اسی سے حتی الامکان طلاق کا گناہ دور ہو سکتا ہے - اسکی اثر یعنی عدت کو اٹہا دینے سے ۔

شوکانی نے نیل الاوطار مین کہا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ظاہراً وجوب ثابت ہوتا ہے - اور یہی امام مالک کا اور ایک روایت کی شہادت

ظاهر الامر الوجوب فیکون مراجعة من طلقها زوجها علی تلك الصفة واجبة وقد ذهب الی ذلك مالك واحمد فی روایة والمشهور عنه هو قول الجمهور الاستحباب فقط قال فی الفتح واحتجوا بان ابتداء النکاح

سے امام احمد کا قول ہے اور امام احمد کا مشہور قول (جو جمہور کا قول ہے) یہ ہے کہ وہ رجوع صرف مستحب ہے - فتح الباری مین لکہا ہے کہ مذہب استحباب پر علماء نے دلیل پیش کی ہے کہ جس حالت مین ابتداءً

لا یجب فاسند اهمته کذلك - لكن صحح صاحب الهدایة من الحنفیة انها واجبة والحجة لمن قال بالوجوب ورود الامر بها ولان الطلاق لما كان محرما فی الحیض كانت استدامة النكاح فیه واجبة قوله قبل ان یمسها استدل بذلك علی ان الطلاق فی طهر جامع فیه حرام وبه صرح الجمهور وهل یجبر علی الرجعة اذا طلقها فی طهر وطئها فیه كما یجبر اذا طلقها حائضا قال بذلك بعض المالكیة والمشهور عندهم الاجبار اذا طلق فی الحیض لا اذا طلق فی طهر وطئ فیه وقال داود یجبر اذا طلقها حائضا لا اذا طلقها نفساء (نیل الاوطار صفحہ ۱۲۶)

نکاح کرنا واجب نہین تو اس کا قائم رکھنا یعنی ناجائز طلاق سے رجوع کرنا بھی واجب نہونا چاہئے - ولیکن صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ رجوع واجب ہی اور وجوب پر ایک دلیل یہ ہے کہ وجوب کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہوچکا ہے جسکا ظاہری مطلب وجوب ہی دوسری دلیل یہ کہ حالت حیض مین طلاق دینا حرام ہے تو اس کی نقیض نکاح کو قائم رکھنا یعنی عورت کی طرف رجوع کرنا واجب ہوا*

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے کہ طہر مین بھی ہم صحبت ہونے سے پہلے طلاق دینا چاہئے یہہ ثابت

* اس دلیل مین انہون نے محض ہو کہ کہایا ہی اولا اسلئے کہ بعض حالتوں مین نکاح واجب ہوتا ہی جبکہ ترک نکاح مین خوف معصیت ہو اس حالتمین اس دلیل کی شہادت سے بھی رجوع واجب ہوتا ہی ثانیاً اسلئے کہ عام حالتوںمین گو ابتدا نکاح کرنا جائز ہے مگر جب نکاح ہوجاتا ہی تو وہ ہمیشہ کے لئے واجب الایفا معاہدہ ہوجاتا ہی اور بحکم نصوص کثیرہ (واخذن منکم میثاقا غلیظا وغیرہ) ہمیشہ کے لئے ایفا کا ذمہ وار بنا دیتا ہی جبتک کہ ایسے مقتضات فسخ پیش نہ آوین جو اوسکو اس معاہدہ کے وجوب ایفا سے بری کردین تعجب ہی کہ ایسی بودی و نکمی دلیل سے اسپر کار بنے استدلال کیا ہی (ولا غرفان لکل عالم ھفوۃ ولکل جواد کبوۃ)

ہوتا ہے کہ اس طہر مین جس مین صحبت کر چکا ہو طلاق دینا حرام ہے اور یہی جمہور کا قول ہے پھر کیا اگر کوئی شخص طہر مین ہم بستری کیے بعد طلاق دی تو وہ بھی رجوع پر مجبور کیا جائے بعض ملکی اسکی قایل ہین گو ان سے مشہور صرف حالت حیض مین مجبور کرنے کا حکم ہے امام داود نے کہا ہے کہ جو شخص عورت کی حالت حیض مین طلاق دے وہ رجوع پر مجبور کیا جائے نہ وہ جس نے حالت نفاس مین طلاق دی ہو +

ان اقوال سے طلاق حالت حیض اور طلاق طہر مباشرت کا علماء اسلام کے نزدیک قابل فسخ ہونا ثابت ہے **یہی اس ایک یا دو طلاق کا حکم** ہے **جو بلا قصور** وبے ضرورت واقع ہون - اس طلاق (بے ضرورت) کا قابل فسخ ہونا بھی محل اختلاف نہین ہو سکتا اور اوس مین وہ اختلاف جو تین طلاق طہر واحد کے قابل فسخ ہونے مین ہے جاری نہین ہو سکتا کیونکہ تین طلاق کے بعد ان لوگون کے نزدیک [illegible] کے نافذ کہتے ہین عورت رجوع کا محل نہین رہتی اسلیئے ان کے نزدیک وہ طلاق قابل فسخ نہین ہے اور ایک طلاق یا دو طلاق کے بعد بالاتفاق عورت رجوع کا محل رہتی ہے اسلئے اس (ایک یا دو) طلاق کا قابل فسخ ہونا محل اختلاف نہین ہو سکتا -

اس طلاق کو فسخ کرنا اور عورت کی طرف رجوع کرنا گو بعض آئمہ کے نزدیک (جو طلاق بلا ضرورت کو صرف مکروہ جانتے ہین) مستحب ہے مگر امام مالکؒ و امام ابو حنیفہ کے مذہب کے روسے (جو طلاق بلا ضرورت کو حرام جانتے ہین) یہ فسخ **واجب** ہے **اس** وجوب فسخ کا اثر و **نتیجہ** یہہ ہے کہ اگر کوی ان مذاہب کا پیرو بلا ضرورت و بلا قصور اپنی عورت کو طلاق دے تو حاکم وقت اُس شخص کو طلاق کے فسخ کرنے اور عورت کو گھر بسانے پر مجبور کر سکتا ہے ایسا ہی اگر کوئی

عورت بلاوجہ وبے قصور شوہر سے طلاق چاہے اور اس کے گھر مین آباد ہونے سے انکاری ہو تو حاکم وقت اس عورت کو شوہر کے گھر مین آباد ہونے پر مجبور کرسکتا ہی حکم دوازدہم مین یہی امر ہے جسکی طرف ہم گورنمنٹ کو توجہ دلانا چاہتے ہین چنانچہ بمقام گزارش گورنمنٹ مین ہم اس امر کو پیش کرینگے۔

اس منتجہ سے ایک یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام نے مرد وعورت کو طلاق کا مساوی حق واختیار دیا ہے - مرد کو طلاق دینے کا اسیقدر اور اسی حد تک حق دیا ہے جسقدر اور جس حد تک عورت کو طلاق لینے کا حق دیا ہے مرد کو طلاق دینے کا عام اور کلی اختیار نہین دیا جیسا کہ عورت کو طلاق لینے کا کلی اختیار نہین ہے۔

طلاق کے متعلق بھی احکام اسلام اور بہت ہین (جیسکہ نکاح کے متعلق ہین) مگر اس مقام پر ہم انہی احکام اسلام کے بیان پر اکتفا کرتے ہین جنکو جواب اعتراض مخالفین سے پورا تعلق نہین ہے۔

نکاح وطلاق کے متعلق احکام اسلام بیان ہو چکے تو اب ہم اعتراضات مخالفین کا جواب دیتے ہین ٭

جواب اعتراضات مخالفین اسلام

پہلے اعتراض کا جواب

جن شروط وقیود کے ساتھ اسلام نے تعدد نکاح کی اجازت دی ہے - انکو غور وانصاف کی نظر سے پڑھ کر یقین حاصل ہو سکتا ہی کہ تعدد نکاح ایک ایسا حکم ہی

جس سے انسانی زندگی تلخ نہیں ہوتی بلکہ ترقی پاتی ہے - مرد و عورت مین نیچرل (طبعی) قاعدہ مساوات (جہان تک کہ وہ صحیح وسلم و مغالطہ اوہام سے مبرا ہے) ٹوٹ نہین جاتا بلکہ اور مستحکم ہو جاتا ہے۔ مرد کو اس کے ذاتی حق سے کچھ زیادہ نہین دیا گیا - بلکہ قدرتی پیمانہ سے ناپ کر پورا حق عطا کیا گیا ہے۔

ہمارے ہر ایک دعوی کی تصدیق **مسایل ہشتگانہ** متعلقہ نکاح کو پڑھنے سے بخوبی ہو سکتی ہے تاہم بعض کم توجہ ناظرین ومعترضین کو ان مسایل کیطرف شوق و توجہ دلانے کی غرض سے احکام مذکورہ سے ان دعاوی کا ثبوت ظاہر کرتے ہین *

حکم اول و دوم وسوم سے صاف ثابت ہے کہ اسلام نے تعدد نکاح کی اجازت ان ہی لوگون کو دی ہے جن کے اغراض نکاح (صحت عفت اور طلب اولاد - یا یون کہو کہ حفظ شخص اور حفظ نوع) ایک عورت سے پورے نہون *

اور ان اغراض کو پیش نظر رکھنے کی ہدایت سے انپر یہ **شرط** لگا دی ہے کہ دو عورتون سے ان کے اغراض پورے ہو جاوین تو تیسرے کا قصد نہ کرین تین سے کام چلے تو چوتھی کا نام نہ لین و **مع ہذا متعدد** عورتون کے ادائے حقوق عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ دین - یہہ نہو سکے تو صرف ایک عورت پر قناعت کرین اور صبر کو کام مین لاوین - اور یہ صاف ظاہر ہے کہ ایسے لوگون کے لئے ان حالات و شروط کے ساتھ تعدد نکاح کی اجازت دینا انکی زندگی کو تلخ نہین کرتا بلکہ انکو ایک ہی عورت کے نکاح مین مقید و محدود کرنا ان کی زندگی کو تباہ کرتا ہے اور ان کی صحت وقوی کو باطل و معطل کر دیتا ہے ایسے لوگون کی اخلاقی حالت بھی تب ہی درست رہتی ہے جبکہ وہ متعدد

نکاح کے مجاز ہون انکو ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت نہ دیجاوی تو وہ زنا سے بچ نہین سکتے اور اپنی اخلاقی حالت کو تباہ کر بیٹھتے ہین۔

عورتون کو بھی اس حکم (تعدد ازدواج بوقت ضرورت) کے اصل اصول سے اسلام نے **محروم نہین** رکھا اور نیچرل قاعدہ مساوات کو ہاتھ سے نہین دیا بلکہ حکم چہارم ہشتم۔ نہم وغیرہ کی تجویز سے **اون کو** اس امر کا **مستحق** و مجاز کر دیا ہے۔ کہ اگر کسی عورت کی اغراض نکاح کسی ایک شوہر سے حاصل نہون (مثلاً وہ اوسکی نفسانی ضرورت کو پورا نہ کرسکے یا پورا کرنے کے قابل نہ رہا ہو یا اوس کا قابل تولید نہونا ثابت ہوچکا ہو اور اس امر کو چھپا کر اوس نے اس عورت سے نکاح کر لیا ہو یا وہ اس کے نان ونفقہ کی خبرگیری سے عاجز ہوگیا ہو یا عمداً اوس مین کوتاہی کرتا ہو۔ یا وہ عورت کی جائز شرط کو جو بوقت نکاح تسلیم کر چکا ہو پورا نہ کرے یا وہ حسن سلوک کے ساتھ (جو نکاح کے اعلے مقاصد سے ہے) پیش نہ آوے یا [illegible] سخت گو یا بد عمل ہو [illegible] وعلی ہذا القیاس) تو وہ اس سے باضابطہ **علیحدگی** (بذریعہ خلع یا طلاق یا فسخ نکاح) **حاصل کرتی**۔ اور اپنی اغراض کو دوسرے شوہر سے پورا کرے اس سے بھی اس کے اغراض حاصل نہ ہون تو تیسرے سے وعلی ہذا القیاس **جتنے خصم چاہے کرتی جاوے***

اسپر جو **مخالفین** اسلام کا یہ **اعتراض** ہے (چنانچہ نوٹ صفحہ ۱۳۲ مین بھی نقل ہوچکا ہے) کہ عورت کو ایک وقت مین دو یا تین شوہرون کی اجازت کیون نہ دی جیسا کہ مرد کو ایک وقت مین متعدد عورتون کی اجازت دی ہے اس تفاوت کے ساتھ نیچرل مساوات کہان قایم رہتی ہے؟

اسکا جواب یہہ ہے کہ نیچرل مساوات یہ معنی نہین کہ جو کچھہ مرد کرے وہی

* عرب خصوصاً مکہ معظمہ مین عورتون کا یہی حال ہے۔

عورت کرے - اور جملہ افعال وصفات مین وہ باہم مساوی ہون - یہہ ہو تو
مرد کو مرد اور عورت کو عورت کہنا کوئی معنی نرکھے - اور ان مین کوی تفاوت
باقی نرہے **نیچرل مساواۃ** کے تو یہہ **معنے** ہین کہ جو حق خدا تعالے نے
مرد کو اس کے نیچر (طبیعت) کے موافق عطا کیا ہے ویسا ہے اور اس کی
مثل عورت کو اس کے نیچر کے موافق عطا کیا ہے اور اس معنی کر مساوات اس
حکم (جواز تعدد ازواج) مین موجود ہے - مرد کا نیچر خدا تعالی نے اس قسم کا
بنایا ہے کہ وہ ایک وقت مین متعدد ازواج سے کام لے سکے لہذا مرد کو
ایک وقت مین متعدد ازواج کی اجازت دی ہے **عورت** کا نیچر اس قسم کا
نہین بنایا کہ وہ ایک وقت مین متعدد ازواج سے اغراض نکاح کو پورا کر سکی
بلکہ اسکا نیچر اس قسم کا بنایا ہے کہ ایک وقت ایک ہی شوہر سے اغراض نکاح
حاصل کرے - جب ایک سے وہ اغراض پورے نہون تو دوسرے شوہر سے دوسری
وقت مین حصول اغراض کا قصد کرے لہذا اسکو ایک وقت مین تعدد
ازواج کی اجازت نہین دی - بلکہ متعدد اوقات مین تعدد کی اجازت
عطا فرمائی ہے -

مرد کے نیچر کا ایک وقت مین متعدد ازواج سے کام لینے کے لایق ہونا
رسالہ نمبرہ جلد ۱۰ مین ثابت ہوچکا ہے **عورت کے نیچر کا اس قابل**
نہونا اس دلیل سے ثابت ہے کہ اغراض نکاح (چنانچہ ابہی بیان ہوا ہی)
دو ہین (۱) حفظ شخص - (۲) حفظ نوع - اور یہ دونو غرضین عورت کو ایک وقت
مین ایک ہی شوہر سے حاصل ہوسکتی ہین نہ متعدد ازواج سے -
ایک وقت مین ایک عورت کے متعدد خاوند ہون - اور ہر ایک اپنی اپنی
ضرورت و مطلب کے وقت اسکو اپنا فراش بناوے تو اسکے حفظ شخص مین

بہی فرق آتا ہے (یعنی اس کی صحت قایم نہین رہتی) اور حفظ نوع (یعنے اولاد ہونا) بہی ناممکن ہے۔ کسی خاص تدبیر سے اسکی صحت قایم رہے اور اولاد بھی ہو جائے تو اس اولاد کو کسی خاص شوہر کی طرف نسبت نہین کیا جا سکتا نہ وہ کسی کا وارث ہو سکتا ہے۔ نہ کوئی اوسکا وارث اور اس وجہ سے اسکی تربیت وحفاظت کا (جو انسان کو انسان بنا کر اس کے نوع کی محافظ ہو) کوئی ذمہ دار نہین* ہو سکتا۔ اس امر کی تصدیق بازاری عورتون اور اون کی اولاد کے حالات دیکھنے سننے سے بخوبی ہو سکتی ہے اور کسیقدر اسکی تصدیق نظائر ذیل مین پائی جاتی ہے۔

(۱) جس زرعی زمین کے مختلف مالک ہون اور ہر ایک اپنی خواہش کے وقت اس مین ہل چلاتا ہے تو اس زمین کی صورت بھی بگڑ جاتی ہے اور وہ زراعت کے قابل بھی نہین [illegible] ہے وہ ہر ایک مالک کے ہر وقت کی قلبہ رانی سے محفوظ رہے اور قابل زراعت بہی ہو جائے تو ہر ایک مالک کی خواہش کے موافق مختلف اقسام کی تخم ریزی سے اس مین زراعت نہین ہوتی اور اگر ان اقسام تخم کے باہم متناسب ہونے سے اسمین زراعت ہو بھی جائے تو ایسی عمدہ اور کامل نہین ہوتی جیسی ایک تخم کی زراعت ہوتی ہے۔ اور اگر مختلف مالکون کے تخم ہم جنس ہون اور کہیتی عمدہ اور کامل ہو تو اس پہل یا پیداوار کا کوئی ایسا مالک معین نہین ہو سکتا جو اسکو اپنا حق سمجھکر تربیت کرے اور پختہ ہونے پر اوس کو کاٹ کر گھر مین لا سکے۔

* کیونکہ وہ نطفہ بے تحقیق ہے اسکا مربی و ذمہ دار کون ہو۔ یہ بات نمبر ۵ جلد ۱ مین صفحہ (۱۴۵) بہی جتائی گئی ہے۔

ایسا ہی بعینہ اس عورت کا حال سمجھنا چاہئے جسکو ایک وقت مین متعدد شوہر اپنے کام مین لادین ۔ اور اس فعل سے وہ عورت یا اسکے متعدد شوہر اغراض نکاح کے حصول کی امید رکھین ۔

(۲) مادین حیوانات سے (باستثنا اس مادہ کے جسکے رحم مین متعدد تخمون کا استقرار و تربیت ممکن ہے جیسے کتیا خوک مادہ وغیرہ) وہی تندرست رہتی اور بچہ دیتی ہے جس سے صرف ایک نر جفت ہو اور اگر کسی مادین سے متعدد نر ہمیشہ جفت ہوتے رہین تو وہ بارور نہین ہوتی اتفاقاً ہو بھی جاے تو پھر کثرت فعل مذکور سے حمل کو ساقط کر دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ قانون قدرت نے حاملہ حیوان مادہ مین بعد استقرار حمل نر کے (ایک ہو خواہ متعدد) جفت ہونے سے طبعی روک رکھی ہے اور کوئی مادین حمل کی حالت مین نر کو پاس آنے نہین دیتی ۔ [illegible] کے سبب نسل حیوانات قطع ہو جاتی ۔

ایسا ہی بعینہ عورت کا حال ہے ۔ وہ مختلف اشخاص کی مختلف خواہشون کے وقت ان کی فراش ہوتی رہے تو تندرست بھی نرہے اور وہ صاحب اولاد بھی نہ ہو*

خداوند تعالےٰ نے چونکہ انسان کو عقل عطا فرمائی ہے اسلئے عورت کے حمل کی حفاظت کے لئے اوس مین طبعی روک ایسی نہین رکھی کہ وہ حمل کے بعد اپنے جوڑے کو نزدیک نہ آنے دے بلکہ بجاے اسکے یہ عقلی اور مذہبی روک رکھی ہے کہ وہ ایک ہی خاوند کی ہو رہے جب تک کہ اس خاوند سے اس کے اغراض نکاح پورے ہوتے رہین ۔ وہ حمل کی حالت مین بھی اس سے ہم صحبت ہوگا تو اس کے حمل کی خود حفاظت کریگا اپنے فعل کے ضرر سے حمل کو بچاتا رہیگا ۔

* آخری زمانہ حمل مین تو ایک ہی دفعہ کے فعل سے اسقاط حمل ہو سکتا ہے ۔

اور اس مین وہ اپنی نسل کی محافظت سمجھے گا - ایک عورت کے متعدد
خاوند ہون تو اس حمل کا محافظ کوئی نہو گا کیونکہ کسی کو اس صورت مین یہ
یقین نہین ہوسکتا - کہ وہ اس کا حمل ہے - اور اس کے ضائع ہونے سے اسکی
نسل قطع ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جملہ اہل عقل (ملل سماویہ کے پابند ہین - خواہ
مذاہب عقلیہ کے پیرو) ایک عورت کے لئے باضابطہ دو شوہر ایک وقت
مین تجویز نہین کرتے - گو بعض انسان صورت بہائم سیرت عملاً اس اصول کا
خلاف کرتے ہین دلیل اور شواہد و نظائر مذکور کو چہوڑ کر بہی اگر کوئی
یہ کہے کہ مرد کے لئے متعدد عورتین ایک وقت جائز ہین تو عورت کے
لئے متعدد شوہر ایک وقت مین جائز ہونے چاہئین ورنہ نیچرل قاعدہ
مساوات ٹوٹ جائیگا تو وہ عورت کو حیوانات اور زمین سے بدتر سمجہتا ہے
اور مرد و عورت [illegible] عقل اور فہم سے وہ
اسقدر حصہ نہین رکہتا ہے جسکے ذریعہ سے وہ سمجہہ سکے کہ جو معنی نیچرل مساوات
کے وہ سمجہا ہے وہ مرد و عورت مین کیونکر پائے جاسکتی ہین جبکہ وہ مردون
اور عورتون کی اپنی اپنی امثال و افراد مین پائی نہین جاتی نہ سبہی مرد جملہ صفات و
افعال مین باہم مساوی ہین نہ سبہی عورتین اسی نظر سے کہا گیا ہے ؎

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد
خدا پنج انگشت یکسان نہ کرد

مرد و عورت پر کیا حصر ہے اس معنی کر مساوات تو دنیا کی کسی چیز مین جو محل تکثر
ہے پائی نہین جاتی نہ گدہون مین نہ گہوڑون مین نہ پتہرون مین نہ درختون
مین وعلی ہذا القیاس اور جہان تکثر و تعدد پایا جاتا ہے وہان مابہ الاتحاد
(امور مشترکہ) کے ساتہ مابہ الامتیاز (امور ممیزہ) کا پایا جانا بہی ضروری ہے ایسا نہو تو

تکثر کا وجود نہ ہے اور وحدتِ وجود متعین ہو۔

بالجملہ مردون سے تعداد ازدواج کی تجویز مین نہ نیچرل مساوات کا قاعدہ ٹوٹتا ہے نہ انسانی زندگی کو نقصان پہنچتا ہے نہ اخلاقی حالت انسان مین تنزل واقع ہوتا ہے بلکہ ہر ایک بات کا عکس ظہور مین آتا ہے ٭

دوسرے اعتراض کا جواب

اسلام نے عورتون کو جائداد منقولہ یا غلامون کی مانند نہین ٹھہرایا۔ بلکہ ان اختیارات مین جو قدرت نے ان کو عطا کئے ہین خود مختار و آزاد بنایا ہے اور جملہ حقوق مین جنکی وہ قدرتاً مستحق ہین ان کو مردون کے مساوی کردیا ہے حتی کہ طلاق کے استحقاق و اختیار مین بہی وہ مردون سے کم نہین ہین او دیکھو حکم چہارم سیپارہ وغیرہ [illegible] اعتراض [illegible] اسلام مین عورتون کو غلام یا جائداد منقولہ سمجہا جاتا ہے اور تمام عمر کے لئے خواہ کیسی ہی مقتضیات علیحدگی پیش آوین مرد کی قید سے آزاد نہین کیا جاتا محض غلط اور ناواقفی یا تعصب کی دلیل نہین تو کیا ہے ؟

ہان اس صورت مین عورت کو مرد کی قید مین رکہا جاتا ہے اور آزاد ہونے نہین دیا جاتا جبکہ عورت کو کسی شوہر کے نکاح مین کسی قسم کی تکلیف نہو اور کوی سبب قوی علیحدگی کا مجوز نہو اور وہ صرف بدچلنی اور بدمعاشی کے لئے اوس سے علیحدگی کی خواستگار ہو۔ اور یہ امر عقل اور انصاف کے روسے اوسکو غلام نہین بناتا۔ بلکہ اسکی عزت و قدر و منزلت کو اور بڑہاتا ہے۔ اسلام مین (اور ایسا ہی سنا ہے ہندوؤن٭ کے مذہب مین) عورت مرد سے وہ

٭ ایسا ہی انجیل مین ہے دیکھو صفحہ (۳۳۸) رسالہ ہذا۔

تعلق رکھتی ہے۔ جو انسان کے اجزاء بدن اور اعضاء کو اس سے تعلق ہے۔ جس کے سبب انسان کبھی اپنے اعضاء کو اپنے بدن سے جدا کرنا نہین چاہتا اُسی حالت مین کسی عضو کی جدائی کو جائز رکھتا ہے جب وہ عضو فاسد ہو جائے اور وہ کسی لاعلاج مرض مین مبتلا ہو کر دوسرے اعضا کے ضرر و نقصان کا باعث ہو۔

یہی حال عورت کا ہی جسکی مرد سے جدائی کو بجز اس حالت کے کہ مرد یا عورت کو نقصان پہنچے اور حسن معاشرت مین فرق آئے اسلام پسند نہین کرتا اس سے کوئی عورت کا غلام ہونا اور جائداد منقولہ کی مانند ہونا نکال لے تو یہ اس کی خوش فہمی ہے نہ اسلام کا قصور ہ

تیسرے اعتراض کا جواب

یہ اعتراض بہی معترضین کی محض ناواقفی اور غلط فہمی پر مبنی ہے اور اس اعتراض مین وہ اپنے اعتراض دوم سے تناقض و تخالف کے مرتکب بھی ہوئے ہین وہان تو یہ اون کا اعتراض تہا کہ عورت تمام عمر کے لئے نکاح مین قید رکھی جاتی ہے اور خواہ کیسے ہی مقتضیات علیحدگی پیش آوین وہ علیحدہ ہونے کی مجاز نہین سمجھی جاتی جو انصاف اور قانون قدرت کے برخلاف ہے۔ یہان اسکے برخلاف یہ اعتراض قایم ہوا ہے کہ وہ علیحدہ کیون کی جاتی ہے اور یہ امر اخلاق اور انسانی ہمدردی کے مخالف ہے اور سلسلہ نظام کا ناقض لہذا اس اعتراض کے جواب مین یہ کہنا کافی ہے کہ اعتراض دوم مین تم تسلیم کر چکے ہو کہ عورت کو تمام عمر کے لئے قید نکاح مین رکھنا اور اسکو باوجود پیش آنے حالات و

و متقضیات علیحدگی علیحدہ نکرنا انصاف و قانون قدرت کے مخالف ہے - اسی اصول پر اسلام نے طلاق کو جائز رکہا اور خاصکر ان ہی حالات مین جبکہ زوجین مین قدرتی یا اختیاری اسباب سے نااتفاقی ہو جائے اور اغراضِ نکاح فوت ہون طلاق کو مشروع کیا ہے طلاق کا اسلام مین اذن عام نہین ہے اور ہر حال اور ہر صورت مین طلاق دینے کا کوئی شخص شرعاً مجاز نہین ہے - بلکہ حالت استقامت و عافیت مین طلاق دینے کو اسلام نے حرام کیا ہے - اور اس طلاق کے مرتکب کو اس طلاق کے فسخ کرنے اور عورت کو گہر مین بسانے پر مجبور کیا ہے - پہر اسلام تجویزِ طلاق کے سبب کیونکر محلِ الزام ہے -

اعتراض سوم کے اخیر مین **معترضین** نے جو یہہ کہا ہے کہ اسلام مین طلاق کا استحقاق صرف مرد کو ہی حاصل ہے عورتین اس سے محروم کی گئی ہیں محض [illegible] اسلام نے مرد و **عورت** کو طلاق دینے یا **نہ دینے کا** مساوی **حق دیا** ہے - جن حالات مین مرد عورت کو طلاق دے سکتا ہے ان ہی حالات مین عورت مرد سے طلاق لے سکتی ہے - یا یون کہو کہ وہ اسکو طلاق دلا* سکتی ہے - اور جن حالات کی موجودگی تک مرد عورت کو اپنی قید مین رکہہ سکتا ہے ان ہی یا ویسے حالات کی موجودگی تک عورت مرد کے نکاح مین رہ سکتی ہے یا یون کہو کہ اسکو اپنی قید سے نکلنے نہین دیتی - اور طلاق دینے سے روک سکتی ہے چنانچہ احکام نکاح و طلاق مین مفصل بیان ہو چکا ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ طلاق کی تجویز مین اسلام نے مرد و عورت کی مساوات کا نیچرل قاعدہ توڑا نہین بلکہ پختہ کیا ہے **ہان طلاق کے** باب مین اسلام نے **مرد کو** عورت سے **دو امر** مین **ممتاز** کیا ہے اس امتیاز مین بہی اسلام نے **قانون قدرت کا** خلاف نہین کیا بلکہ عین **توافق** کیا ہے **ایک امر** یہہ کہ

*دیکہو وہ اثر حضرت عمر فاروق جو صفحہ (۲۵۸) مین منقول ہے جس مین حضرت عمر کے حضور مین ایک (دیکہو برصفحہ ۳۲۶)

کہ طلاق کو جاری کرنا مرد کی زبان سے مقرر کیا ہے اور عورت کی درخواست طلاق پر بہی اسکے شوہر یا اسکے قایم مقام قاضی یا حاکم وقت کی منظوری کو شرط نفاذ طلاق ٹہرایا ہے۔ یہ امر اس افسری کا حق و نتیجہ ہے جو اوسکو خداداد قدرتی فضیلت اور مالی ذمہ واری کی سبب سے حاصل ہے جس کا ذکر آیہ منقولہ حاشیہ مین ہے

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض وبما انفقوا (النساء ۲۶)

اور اس کا مفصل ثبوت رسالہ نمبر (ج ۱۰) صفحہ (۲۹۹) مین گذر چکا ہے یہہ حق افسری اس حق کی مانند ہے جو ایک میٹنگ (مجلس) یا کمیٹی مین اوس کے پریزیڈنٹ (میر مجلس) کو حاصل ہوتا ہے جسکو کوئی شخص نامساواتی مخالف انصاف اور مناقض قانون قدرت نہین سمجہتا میٹنگ یا کمیٹی کے پریزیڈنٹ یا افسر کو یہ حق حاصل نہین ہے کہ وہ اپنی راے ظاہر کرنے یا آخری تجویز کے [illegible] ممبرون کی راے کو اکیلا توڑ سکے اسکا حق صرف اسیقدر مانا جاتا ہے کہ وہ میجارٹی کی راے کو طوعاً خواہ کرہاً منظور کرے اور اپنی اخیری تقریر مین اسکی منظوری ظاہر کرکے رویداد جلسہ پر دستخط کرے۔ اس امر سے وہ تجاوز کرے تو اوسکی راے فسخ کیجاتی ہے۔ اور بعض اوقات اس کی پریزیڈنٹی یا افسری بہی چہین جاتی ہے۔ یہی حال طلاق کے باب مین شوہر کا ہے وہ طلاق کو اوسی حالت مین جاری کرسکتا ہے جبکہ میجارٹی (اوسکی عورت قاضی۔ حاکم وقت اور وہ

شخص کا (جسکی عورت کو حضرت عمرؓ نے شرط کے سبب سفر مین اسکی ساتھ جانے سے انکار کا اختیار دیا تہا) بعینہا یہ کلمہ کہنا منقول ہے۔ اس طلاق دینے کے معنی یہہ ہین کہ عورت مرد کو طلاق دینے پر مجبور کرسکتی ہے وہ نہ دے تو حاکم وقت سے طلاق لے سکتی ہے۔

کمیشن جو (مخالفت زوجین کے وقت قایم ہوتا ہے) طلاق سے اپنا اتفاق
رای ظاہر کرین - اس صورت مین وہ منظوری طلاق مین کچھ تامل کرے تو قاضی
و حاکم وقت اسکو منظوری طلاق پر مجبور کر سکتے ہین اور اگر وہ صرف اپنی راے سے
طلاق دینا چاہتے اور ہیجارٹی اس طلاق کو بیجا سمجھکر اسکی راے سے اتفاق نکرے
تو وہ اپنی راے کو واپس لینے بلکہ دی ہوی طلاق کو فسخ کرنے پر مجبور کیا جاسکتا
ہے اور اس وقت اسکی افسری کسی کام مین نہین آتی لھذا مرد کی اس
حق افسری کو نامساواتی خلاف انصاف و مخالف قانون قدرت نہ سمجھنا
چاہئے - جیسا کہ پریزیڈنٹ کے حق افسری کو جو اسکا ہمرنگ ہی مخالف نہین سمجھا جاتا ہے
دوسرا یہ امر کہ مرد کو عورت سے قدرتی یا اختیاری اسباب سے یا بلا سبب
نفرت ہو جائے وہ اس کے حقوق اپنی جان اور مال سے ادا نہ کرے اور عورت جانی
اور مالی تکالیف مین مبتلا ہو تو عورت کو اسلام کی طرف سے دو اختیار
حاصل ہو جاتے ہین

(۱) اسی شوہر کے نکاح مین رہنا چاہتے تو ان تکالیف پر صبر رکھی اور اپنے حقوق
سے دست بردار ہو کر اسکی نکاح مین رہی -
(۲) اگر وہ ان تکالیف سے نجات چاہے اور اپنے حقوق کی طالب ہو تو اس شوہر سے
طلاق حاصل کر کے دوسرے شخص سے نکاح کرلے جو اس کے حقوق ادا کری -
یہ دونو اختیار عورت کو سورہ نسا کی اس آیہ مین دی گئے ہین جو نمبر ۱ مین بصفحہ ۲۱۰
منقول ہے -
اور اگر عورت کو مرد سے بلا وجہ محض بدنیتی یا کج خیالی سے نفرت پیدا ہو جاے*

* اس شرط مین عورت کو بہ نظر اسکی عجز و ناتوانی کی رعایت دی گئی - عورت کسی سبب معقول سے متنفر ہو تو مرد کو اسپر
جبر کا حق نہین دیا گیا - بلکہ عورت کو جبراً طلاق لینے کا حق دیا گیا ہے -

اور خاص کام مین اوسکی اطاعت نہ کرے یا اس کے گھر مین رہنا نہ چاہے تو مرد کو اسلام کی طرف سے چار اختیار حاصل ہو جاتے ہین **دو تو یہی** جو عورت کو حاصل ہوتے ہین (اسکی اس موجودہ حالت پر صبر کرنا یا اسکو احسان کے ساتھ طلاق دینا جو اسی آیہ سورہ نساء مین مذکور ہین) اور علاوہ بر آن **تیسرا اختیار** یہہ ہے کہ وہ حکم حاکم اور جبر سے اس کو گھر مین بساوے اور اس سے بہر حال (وہ ناخوش ہو یا خوش) اپنا خاص کام لے۔

(یہ اختیار ان آیات و احادیث مین پایا جاتا ہے۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خاص کام مین شوہر کی اطاعت لازمی امر ہے جس سے انکار اسکو نہین پہنچتا اور بلا وجہ طلاق لینے کا بھی عورت کو حق نہین جیسا کہ مرد کو بلا وجہ طلاق دینے کا حق نہین وہ آیات و احادیث حکم چہارم مین بصفحہ ۱۹۷ و صفحہ ۲۰۲ و صفحہ ۲۲۱ و صفحہ ۲۲۴ وغیرہ اور حکم یازدہم ۳۰۳ و دوازدہم بصفحہ ۲۰۴ وغیرہ منقول ہین)

چوتھا اختیار یہ کہ وہ اُس عورت کی موجودگی مین دوسری عورت سے نکاح کرے اور اس سے اپنی حاجت پوری کرے مگر یہ اختیار دو حالتون مین سے ایک حالت مین حاصل ہوتا ہے۔ **ایک یہ** کہ تعدد نکاح کی شروط (عدل و استطاعت جسمانی و مالی) اوسمین موجود ہون اور وہ دونون ازواج کی مساوی حق رسانی کرے۔

دوسرے یہ کہ اسکی موجودہ اور متنفرہ زوجہ اپنے حقوق سے دست بردار ہوکر دوسری زوجہ کی اجازت دی (یہ اختیار اون آیات مین پایا جاتا ہی جس مین تعدد نکاح کا جواز بحالت موجودگی شرائط یا بحالت اجازت زوجہ اولی پایا جاتا ہے اور وہ حکم سوم مین بصفحہ ۱۴۹ وغیرہ مین اور حکم چہارم مین بصفحہ ۴۱۷ منقول ہین)

ان دونوز ائد اختیاروں مین مرد کو عورت پر ترجیح دینا اور عورت کو اون اختیارات سے محروم رکہنا قانون قدرت اور مرد و عورت کی **فطرت** کے عین **مطابق ہے** - یہ ابہی ثابت کیا گیا ہے کہ ایک شوہر کے ہوتے عورت دوسرا خاوند نہین کرسکتی اس سے اسکی فطرت انکاری ہے **یہ بہی** ثابت ہو گیا ہے کہ مرد مین متعدد عورتون سے نکاح کی استطاعت ہو یا ایک عورت اپنے حقوق معاف کردے تو اوسکو دوسری عورت سے نکاح کرنا جائز ہے اور یہہ امر فطرت مرد کے مطابق ہے رہا **صرف** ایک **یہ سوال** کہ جیسا مرد کو عورت کے جبراً گہر بسانے اور اس سے جبراً اپنی حاجت روائی کرنے کا اختیار دیا گیا ہے ویسا ہی عورت کو جبراً خاوند کے گہر مین بسنے اور اس سے جبراً حاجت پوری کرانیکا اختیار کیون نہین دیا - اور یہ فرق قانون قدرت و انصاف کے کیونکر مطابق ہے **اس کا جواب** یہ ہے کہ اسلام نے اتنا جبر تو مرد پر بھی کیا ہے کہ وہ عورت کو بلا ضرورت طلاق نہ دے ایسی طلاق وہ دے چکا ہو تو اوسکو واپس لے اور عورت کو گہر مین لبا دے اور نان نفقہ وغیرہ ضروریات جو اسکے اختیار مین ہین مہیا کردے صرف ایک فعل خاص کے بجالانے پر اسکو مجبور نہین کیا جیسا کہ اس فعل کے قبول کرنے پر عورت کو مجبور کیا ہے اس جبر مین فرق کی مقتضی مرد و عورت کی فطرت ہے - حکم اسلام اسی فطرت کے مطابق ہوا ہے مرد کا کام **فاعلیت** ہی اور وہ نشاط خاطر اور رغبت پر موقوف ہے اور نشاط و رغبت اختیاری امر نہین ہوتی اور عورت **کا کام مفعولیت** یا قابلیت ہے جو بدون نشاط و رغبت دل بہی نہین ہوسکتا ہے **یہی وجہ** ہے کہ اگر **عورت** مرد پر یہہ **دعوی** کرے کہ اس نے میری نشاط و رغبت کے بغیر مجہہ سے **زنا بالجبر** کیا ہے

تو اس کا دعوی عدالت مین سنا جاتا ہے اور اگر مرد عورت پر یہہ دعوی کرے کہ اسنے میری بے رغبتی و عدم نشاط خاطر* کی حالت مین مجہہ سے جبراً زنا کرایا ہے تو اوسکا دعوی قابل سماعت نہین ہوتا اِسیوجہ سے اسلام نے مرد کو بلاوجہ متنفر عورت سے جبراً کام لینے کا اختیار دیا ہے عورت کو متنفر مرد سے جبراً کام کرانے کا اختیار نہین دیا - یہ فرق مرد و عورت کی فطرت سے مطابق ہے تو عقل و انصاف اصول اخلاق کو بہی اس فرق کی تسلیم سے اتفاق ہوگا وہ قانون قدرت کے مخالف ہرگز یہ تجویز نہین کیسکتی کہ جو کام کسی کے اختیار مین نہو اوس سے وہ جبراً کرایا جاوے اور جسکے اختیار مین کوئی کام ہو اوسکو کام کے کرنے نہ کرنے مین جبکہ دوسرے کا حق اوس کے متعلق ہو خود مختار و آزاد کیا جائے - اس مضمون مین یہی ایک بڑا بہاری امر ہے جسکی طرف ہم گورنمنٹ کو توجہ دلانا چاہتے ہین اور اس کے ذریعہ سے عورتون کو جو بوجہ [illegible] کے درخواست کرتی ہین جسکی تفصیل گزارش آیندہ مین ہوگی -

* اس لفظ مین اس سوال کا جواب ہے کہ زنا کرانے مین بہی جبر ہو سکتا ہی جبکہ مرد کو قتل سے ڈرایا جاوی اور اوسکو قتل کا یقین ہوجائے حاصل جواب یہہ ہے کہ یہہ جبر فعل زنا سے پہلے ہو سکتا ہے اور جب زانی کو قتل کا یقین ہوجاے اور وہ زنا کرنے کو مرجانے پر ترجیح دیکر پسند کرلے اور وہ زنا کا ارادہ کرلے تو اوس وقت اسکو رغبت پیدا ہوجاتی ہے یہہ رغبت نہو تو اسکو زنا پر قدرت نہو - لہذا یہہ کہنا ٹہیک ہے کہ بے رغبتی کی حالت مین مرد کا زنا کرنے پر مجبور ہونا نا ممکن ہے اور عورت کو گہر مین بسانے کے لئے شوہر پر اس قسم کا جبر بخوف قتل نہ اسلام نے جائز رکہا ہے نہ کسی اور ملت یا سلطنت کے قانون نے - لہذا

معترضین کے تینون اعتراض کا جواب ادا ہوا اب احکام اسلام و احکام مذاہب معترضین مین موازنہ کیا جاتا ہے ۔

موازنہ احکام اسلام و احکام مذاہب معترضین

جو لوگ اسلامی احکام متعلقہ نکاح و طلاق پر معترض ہین وہ عیسائی کہلاتے ہین جو مذہب یہودی کو بھی برحق مانتے ہین ۔ اور عہد عتیق (تورات و صحف قدیمہ) اور عہد جدید (اناجیل اور اس کے ملحقات) دونون کی پیروی کے مدعی ہین لہذا انکے مقابلہ مین احکام اسلام کا عہد عتیق و عہد جدید (دونو) سے موازنہ مناسب ہے ۔

عہد عتیق مین نکاح کو اسقدر وسیع کیا ہے کہ اوس مین نہ ایک کی قید ہے نہ دو کی نہ سو کی ۔ اور عہد جدید مین اوسکو اسقدر تنگ کیا ہے کہ اس مین ایک نکاح کی اجازت بھی مشکل سے ملسکتی ہے ۔

عہد عتیق کی وسعت فعل انبیاء سابقین کی حکایت اور تعدد نکاح کی بے قید اجازت سے ثابت ہوتی ہے ۔ رسالہ نمبر ۶ جلد ۱۰ مین بصفحہ ۱۹۴ بشہادت عہد عتیق ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت داؤدؑ کی بیویان سات سو اوپر تہین اور حضرت سلیمانؑ کی سات سو بیویان تہین اور تین سو حرم اور کتاب پیدایش باب ۱۶ - آیت ۳ مین ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی ایک وقت مین دو بیویان تھین ۔ اور پیدایش باب ۲۹ - آیت ۱۵ و ۳۰ مین ہے کہ حضرت یعقوبؑ کی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۴

...ر مین جبر سے رغبت کا پیدا ہونا ناممکن ہے اس لئے اسلام نے شوہر کو اس فعل پر مجبور نہین کیا جیسا کہ عورت کو مفعولیت پر مجبور کیا ہے ۔

ایک وقت مین دو بیویان تہین اور دو حرم ایسے ہی حضرت موسیٰ کی دو بیویان بیان ہوئی ہین جس مین ایک کا ذکر کتاب خروج باب ۲ - آیت ۲۱ مین ہے اور دوسری کا ذکر یوسف یہودی کی تاریخ حصہ ۲ باب ۱۰ مین ہے -

استثنا باب ۲۱ مین آیہ ۱۰ سے ۱۴ تک اسیر عورتون کو جورو بنانیکی* بے قید اجازت ہے جس سے ایک وقت مین سیکڑون عورتون کو جورو بنانا جائز ہوسکتا ہے ◆

عہد جدید کی تنگی اس کی ثابت ہے کہ حضرت مسیح کی طرف سے اجازت تعدد نکاح کی پائی نہین گئی اور آپ کے* فعل کو دیکہا جاتا ہے تو اس سے ایک نکاح کی بہی اجازت نہین نکلتی یا یون کہو کہ مشکل سے نکلتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے پیروانِ مذہب کی ایک بڑی بہاری پارٹی (راہبین) نے ایک نکاح کوبہی پسند نہین کیا اور تمام عمر کے لئے مجرد (چہڑے) رہنا اختیار کرلیا ہے - اور لوگون نے آپ کے فعل کو فضیلت اور کمال پر حمل کرکے اپنے لئے ایک نکاح کو جائز اور ایک زائد نکاح کو حرام قرار دیا -

اسلام نے (جسکو خدا تعالیٰ نے ان دولون مذہبون کی اصلاح کے لئے قایم کیا ہے) مذہب یہود کی افراط اور مذہب نصاریٰ کی تفریط دولون کو اوٹہایا -

* اصل عبارت استثناء کے باب ۲۱ کی یہہ ہے ۱۰ جب تو لڑائی کے لئے اپنے دشمنون پر خروج کرے اور خداوند تیرا خدا اون کو تیرے ہاتہون مین گرفتار کرے اور تو انہین اسیر کرلائے (۱۱) اور اون اسیرون مین خوبصورت عورت دیکہے اور تیرا جی چاہے کہ تو اوسے جورو بنائے (۱۲) تو تو اوسے گہر مین لا اسکا سر منڈوا اور ناخن کٹوا (۱۳) تو وہ اپنا اسیری کا لباس اتارے اور تیرے گہر مین رہے اور ایک مہینے بہر اپنے باپ اور اپنی ماں کے سوگ مین بیٹہے بعد اسکے تو اسکی ساتہہ خلوت کر اور اوسکا خصم بن اور وہ تیری جورو بنے ◆

* آپ کے مدعیان پیروی سے پولوس کے فعل اور قول دونو کا یہی حال ہے دیکہو پولوس کا پہلا خط قرنتیون کے نام باب (۷) آیۃ ۱ سے ۳ - ۷ سے ۱۰ - ۲۵ سے ۲۶

اٹھایا عیسائی تنگی کو مناسب و لابدی حالتون مین ایک سے زیادہ ازدواج کی اباحت سے دور کیا اور یہودی کثرت کو مناسب قیود و شروط لگا کر ہزار سے چار تک پہنچایا اور گھٹایا اور افراط و تفریط کے مابین اعتدال کا راستہ نکال دیا۔ اب اہل انصاف داد دین کہ ان تینون مذاہب کے موازنہ سے کس مذہب کا پلڑا بھاری ہوتا ہے۔ اور عقل و اخلاق و قانون کی موافقت کس مذہب مین پائی جاتی ہے۔ جو شخص عقل و انصاف سے کچھہ بھی بہرہ رکھتا ہوگا وہ صاف اقرار کریگا کہ مذہب یہود کی افراط (یعنے وسعت بے قید) مین[‡] عام انسانونکی اخلاقی حالت تباہ ہوتی ہے۔ عورتون کے حقوق مین مساوات قایم نہین رہتی اور عیسائی مذہب کی (تفریط) غایت درجہ کی تنگی قانون قدرت کے مخالف ہی اس مین انسانی فطرت اور اس کی مختلف حالتون اور ضرورتون کا بالکل لحاظ نہین کیا گیا اور اسلام کا حکم عقل اور اصول اخلاق کے بھی مطابق ہے اور قانون قدرت کے بھی موافق۔ لہذا اس موازنہ مین اسی حکم کو ترجیح ہے۔ اسی نظر سے منصف مزاج عیسائیون[*] نے اس حکم اسلام کو تسلیم کیا اور کثرت ازدواج کو ضرورت کی حالتون مین جائز مان لیا ہے *

طلاق کو بھی عہد عتیق مین ایسی وسعت دی گئی ہی جس سے ادنی قصور پر (مثلاً ہنڈیا مین نمک زیادہ ہو جائے یا کھانا دیر مین پکے) طلاق دینے کا جواز ثابت ہو سکتا ہے اور عہد جدید مین اسکو ایسا مقید و محدود کیا گیا ہے۔ کہ

---

‡ اس لفظ مین اسکی طرف اشارہ ہے کہ جو وسعت و کثرت انبیاء کو عین آئی ہے وہ (بفرض صحت وقوع) اس قسم سے نہین ہے۔ انبیا کی روحانی و جسمانی طاقت عام انسانون سے بڑھکر اور خلاف عادت ہوتی ہے دیکھو رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر (۶) جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۴

* ازان جملہ جان ملٹن صاحب جان دیون پورٹ صاحب - اور پادری کینن ایزک ٹیلر

اس سے کسی حالت مین (بجز حالتِ زنا) طلاق کا جواز نہین نکلتا۔
کتاب استثنا کی باب ۲۴ ۲ مین ہے اگر کوئی مرد کوئی عورت لیکے اس سے بیاہ کرے اور بعد اس کے ایسا ہو کہ وہ اس کی نگاہ مین عزیز نہ ہو اس سبب سے کہ اس نے اس مین کچھ عیب نقصان کی بات پائی تو وہ اس کا طلاقنامہ لکھ کے

ہین۔ جن کے چند فقرات ہم ذیل مین درج کرتے ہین:۔

جان دیون پورٹ صاحب اپنی کتاب "عذر از طرف محمد و قران" مین لکھتے ہین:۔

مونٹسکو صاحب جغرافیہ نی کی علم پر ایک سے زیادہ بی بیبیان مجتمع کرنے کی دلیل کو لکھتے ہین کہ گرم ملکون مین عورتین آٹھ یا نو یا دس برس کی عمر مین شادی کے لایق ہو جاتی ہین۔ پس اون کی شادی اور بچپن دونون ہمزمانہ ہوتے ہین اور وہ بیس برس کی عمر مین بڈھی ہو جاتی ہین لہذا حسن کے زمانہ مین اونہین عقل نہین ہوتی جبتک اون کا حسن یہ چاہتا ہے کہ مین حکمرانی کرون عدم موجودگی عقل اس کی مانع ہی ہوتی ہے اور جب عقل آجاتی ہے تو حسن نہین رہتا لہذا ناچار یہ عورتین آزاد نہین ہو سکتین کیونکہ بڑھاپے مین عقل اونہین حکومت نہین دلوا سکتی جو جوانی اور حسن دونو حاصل کرین اس واسطے ان ملکون مین جہان ایک سے زیادہ نکاح کی ممانعت نہین ہے یہ بات کچھ تعجب کی نہین ہے کہ لوگ ایک سے زیادہ عورتین جمع کرتے ہین اور ایک کو چھوڑتے ہین اور دوسری کرتے ہین اور سب سے نکاح جایز چاہتے ہین۔ اور معتدل ملکون مین جہان عورتون کا حُسن دیرپا ہے اور جہان عورتین بڑی عمر مین بالغ ہوتی ہین اور بچے جنتی ہین اور اون کے خاوندکا بڑھاپا بھی اون کے بڑھاپے کے ساتھ ہی آتا ہے اور چونکہ اونہین اپنی شادی کے وقت عقل و علم زیادہ ہوتا ہے اگرچہ وہ علم معرف ان کی کبرسنی کے سبب سے

[illegible] صفحہ ۳۳۴

اس کے ہاتھ دے اور اسے اپنے گھر سے باہر کرے (۲) اور جب وہ اس کے گھر
سے نکل گئی تو جاکے دوسرے مرد کی ہوئی (۳) پر اگر دوسرا شوہر بھی اس سے
ناخوش ہوجائے اور اس کا طلاقنامہ لکھہ کے اس کے ہاتھ مین دیوے اور اپنے
گھر سے نکالدے یا اگر دوسرا شوہر ایسی جورو کرکے مرجائے (۴) تو روا نہین

کیون نہو اس سبب سے مرد و عورت مین ایک قسم کی مساوات ہوجاتی ہے اور یہی
سبب ہے کہ وہان ایک نکاح کرنے کا دستور ہوگیا ہے خدا تعالی نے مردونکو عقل
اور طاقت جسمانی سے عورتون پر فوق دیا ہے اور انہین دونو عقل و طاقت کے سوا
اور کوئی فضیلت نہین دی اللہ تعالی نے عورتون کو حُسن عطا کیا ہے اور یہہ قاعدہ
مُقرر کیا ہے کہ جب اون کا حُسن جاتا رہے تو اون کا اختیار بھی مردون پر سے جاتا ہے
لیکن گرم ولایتون مین حُسن صرف شروع جوانی مین ہوتا ہے اور جون جون عمر زیادہ
ہوتی جاتی ہے حسن [illegible] ایک جورو
کرنی چاہیے خاصیت ملکی کے لحاظ سے صرف یوروپ کے واسطے مناسب ہے ایشیا
کے واسطے مناسب نہین ہے یہی دلیل ہے کہ اسلام ایسی آسانی سے ایشیا مین پھیل
گیا اور یوروپ مین ایسی مشکل سے پھیلا یہی دلیل ہے کہ مذہب عیسائی یوروپ مین
پایا جاتا ہے اور ایشیا سے معدوم ہوگیا اور آخر الامر یہی دلیل ہے کہ اہل اسلام کے
چلن مین اسقدر ترقی پائی جاتی ہے اور عیسائیون مین اسقدر کم × × × × × × ×
سیلڈن صاحب اپنی کتاب موسوم بہ "یوکزہبرایکا" مین ثابت کرتے ہین کہ بہت سی
بیبیان مجتمع کرنی صرف یہودیون ہی مین جایز نہ تہین۔ بلکہ تمام قومون مین جایز تہین
مگر سب مین بڑا مشہور آدمی جو ایک سے زیادہ عورتین جمع کرنے کی رسم کی حمایت کرتا ہے
جان ملٹن تہا اس شخص نے اپنی کتاب موسوم بہ "جواب مضمون دربابِ مذہب عیسائی"

کہ اسکا پہلا شوہر جسنے اسے نکالدیا تھا اسے پھر لے اور بعد اس کے کہ وہ ناپاک ہو چکی اسے پھر اپنی جورو کرے کیونکہ وہ خداوند کے حضور نفرتی کام ہے سو تو اس زمین کو جس کا وارث خداوند تیرا خدا تجھے کرتا ہے۔ ناپاک مت کر“۔

ہیں اس امر کے ثبوت میں انجیل کے بہت سے فقرے نقل کئے ہیں۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ علاوہ اس کے خدا تعالی نے اپنے تئیں ایک استعارہ کی حکایت (ازی کل باب ۲۳) میں ایک مرد بنایا ہے جس نے آہولا اور اہولیا دو بیبیوں سے نکاح کیا اگر یہ رسم اصل میں بری ہوتی تو خدا تعالی اپنی نسبت استعارہ میں بھی اس رسم کو کبھی نہ اختیار کرتا۔ جس رسم کی انجیل میں ممانعت نہو ہم اوس کو کس دلیل سے برا اور ذلیل کہیں کیونکہ انجیل نے کسی ملکی قانون کو جو اوس سے پہلے رائج تھا برا نہیں کہا انجیل میں صرف یہ حکم ہے کہ ایکقدر اور دینی پادری وہ لوگ بنائے جائیں جو صرف ایک جورو رکھتے ہوں اٹھوے تھے باب ۳ صفحہ ۵ ورس ۲ اور طیطس باب ورس ۶ اسکے یہہ معنی نہیں ہیں کہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا گناہ ہے کیونکہ اگر گناہ ہوتا تو یہہ حکم سب کے واسطے عام ہوتا۔ صرف پادریوں ہی کے واسطے نہوتا اس حکم میں یہہ حکمت ہے کہ ایک جورو والے دنیا کے کاروبار میں اسقدر گرفتار نہونگے جتنا کہ زیادہ جورو والے اس لئے یہ لوگ گرجے کا کام بخوبی کرسکینگے اور چونکہ اس فقرے کے موافق کئی بیبیاں جمع کرنیکی صرف پادریوں کو ممانعت ہے اور لوگوں کو نہیں ہے اور یہہ ممانعت بھی کچھ گناہ ہونے کے سبب سے نہیں ہے اسلئے جو ہمنے اوپر بیان کیا اس سے یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سب کو ایک سے زیادہ بیبیاں جمع کرنے کی اجازت ہے

تفسیر حقانی صفحہ ۳۴۳

انجیل متی باب ۱۹ مین ہے - اور فریسی اس کی آزمایش کے لئے اس پاس آئے اور اس سے کہا کیا روا ہے کہ مرد ہر ایک سبب سے اپنی جورو کو چھوڑ دیوے (۴) اسنے جواب مین ان سے کہا کیا تمنے نہین پڑھا کہ خالق نے شروع مین انہین ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت بنائی - اور فرمایا کہ اسلئے

اور اکثر لوگون نے اس رسم کو اختیار کیا ہے آخر الامر مین عیسائیون کے تیرہ باب پانچ صفحہ چار درس کے موافق اس طرح دلیل دیتا ہون - ایک سے زیادہ بیبیان جمع کرنی یا نکاح یا حرام کاری یا زنا ہو سکتا ہے حضرت موسیٰ نے کوئی چوتھی صورت بیان نہین کی اکثر ہمارے نبیون نے ایک سے زیادہ بیبیان جمع کی ہین - لہذا مجھے یقین ہے کہ کوئی ایسی بے ادبی نکریگا کہ اس رسم کو حرام یا زنا ٹھہراتے - کیونکہ انجیل مین لکھا ہے کہ حرام کارون اور زانیون کو اللہ تعالی سزا دیگا اور خدا تعالی فرماتا ہے [illegible] بیبیان [illegible] ٹھہرا اور نکاح ہر طرح حلال اور درست ہے × × × × × × × وہ لوگ جو کہ بیبیان جمع کرنے کو منع کرتے ہین اون کی دلیلین یہہ ہین وہ کہتے ہین - کہ اس رسم سے خاوند اور زوجہ مین رتبہ کی مساوات جاتی رہتی ہے اور محبت کامل نہین ہوتی اور اس کے سبب سے خانگی جھگڑون اور حسد کی بنیاد قایم ہوتی ہے - اہل مغرب جو یہہ خیال کرتے ہین کہ جس شخص کے حرم سرا مین بہت سی بیبیان مجتمع ہوتی ہونگی وہ اون پر بہت خود سری سے حکومت کرتا ہوگا - یہہ اون کی غلطی ہے - اور چونکہ جو اہل مشرق اہل ایشیا کی رسمون سے واقف نہین ہین اسواسطے انہین ایسا خیال ہوتا ہے جو اہل مشرق افلاس کے باعث سے ایک بی بی سے زیادہ نہین کر سکتے اور جو مرد نیک ہین وہان حال بالکل برعکس ہے - یہہ اکثر ہوتا ہے کہ جس

[illegible] صفحہ ۳۴۳

مرد اپنے مان باپ کو چھوڑیگا اور اپنی جورو سے ملا رہیگا اور وے دونون ایک تن ہونگے اسلئے وے اب دو نہین بلکہ ایک تن ہین پس جسے خدا نے جوڑا اسے انسان نہ توڑے انہون اس سے کہا پہر موسی نے کیون حکم دیا کہ طلاق نامہ اسے دیکے اسے چھوڑ دے اسنے کہا موسی نے تمہاری سخت دلی کے

شخص کی بہت سی بیبیان ہوتی ہین ایک اون مین سب کی حاکم ہوتی ہے - اور خاوند پر رو کن مین حکومت کرتی ہے وہ لوگ جنہون نے اہل مشرق کے مصنفون کی ایسی کتابین پڑھی ہین - جن مین وہان کے رسم و رواج کا کچہہ حال ہے انہین فوراً معلوم ہوجائیگا کہ یہہ جو اہل مغرب کا خیال ہے کہ دنیا کے اوس حصّہ کی عورتون پر بڑے ظلم ہوتے ہین یہہ اون کا وہم ہے اب **ویکنس** صاحب کہتے ہین کہ انگلستان کے لوگ اس کے سوا اور کچہہ نہین جانتے کہ اہل مشرق کی عورتین ہر ایک جگہہ اپنے خاوندون کی لونڈیان نہین اور جن حرمسراؤن مین وہ رہتی ہین وہ اونہین قیدخانون سے کم نہین - مگر صاحب موصوف اسبات سے انکار کرتے ہین اور یہہ ثابت کرتے ہین کہ مسلمانون کی عورتین بہت بااختیار ہوتی ہین - حرم سرا کے قیدخانہ ہونے کا تو کیا ذکر ہے - بلکہ وہ اون کے واسطے ایک ایسا مقامِ آزادی ہے جہان اون کا خاوند بھی ایک اجنبی آدمی معلوم ہوتا ہے -

جونہین خاوند دہلیز پر قدم رکھتا ہے وہین اوسے معلوم ہوتا ہے کہ مین آقا اور مالکِ خانہ نہین ہون بچے اور نوکر اور لونڈی غلام سب بی بی کی تابعداری کرتے ہین - القصہ تمام گھر مین وہی بڑی ہوتی ہے اگر اوس کا مزاج درست ہے تو گھر مین خوشی ہوتی ہے اور اگر اوس کا مزاج بگڑا ہوا ہوتا ہے تو سب

سبب تمکو اپنے جورؤن کو چھوڑ دینے کی اجازت دی پر شروع سے ایسا نہ تہا اور مین تم سے کہتا ہون کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوا زنا کے اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے اور جو کوئی اوس چھوڑی ہوئی عورت کو بیاہے زنا کرتا ہے ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۳

گہر مین لرزان اور ترسان ہوتے ہین اسّی یا ساٹھ برس کا عرصہ ہوا کہ مرزا ابو طالب خان ایک لکھنو کے امیرزادے انگلستان مین آئے تھے اوہنون نے ہماری عادات خانگی اور رسوم کو بہت غور سے دیکہا اور دریافت کیا اوہنون نے ایک کتاب انگلستان کے سیر اور حالات مین لکہی اور چھپوائی چنانچہ اوس کا انگریزی مین بھی ترجمہ ہو گیا ہے وہ بہت بدلایل یہ بات لکھتے ہین کہ مسلمانون کی عورتون کو [illegible] آزادی حاصل ہے اور یہہ جو ہمین خیال تہا کہ کئی بیبیان جمع کرنے سے عورتون پر بہت ظلم ہوتا ہوگا اوہنون نے اس فقرے کے لکھنے سے یہہ حال ہمارے دل سے بہلا دیا ۔ فقرہ یہہ ہے ۔ ”جسقدر مجھے تجربہ ہے اوس سے مین جانتا ہون کہ دو بیبیون کے پاس رہنے سے دو شیرون کے ساتھہ رہنا بہت آسان ہے“ + (مویدالاسلام صفحہ ۱۴۷ لغایت صفحہ ۱۵۰ بحذف و اختصار)

پادری کینن ایزک ٹیلر صاحب اپنے مشہور لکچر مین جو بمقام والور ہیمپٹن اوہنون نے دیا تہا ۔ اور وہ متعدد انگریزی اور اردو اخباروں مین شایع ہوا ہے ۔ کہتے ہین :-

”کثرت ازدواج ایک بڑا دقیق مسئلہ ہے ۔ حضرت موسی علیہ السلام نے اس کو نہین روکا ۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام اسکو عمل مین لائے اور عہد جدید مین

ایساہی مرقس ۱۰-۳-۱۱ (لوقا ۱۶-۱۸) (متی ۵-۳۲) مین ہے ؛

عیسائی عہد جدید کی ہدایت سے طلاق کے دائرہ کو نہایت تنگ کرتے ہین

صاف طور سے منع نہین ہے اگرچہ اس کے مطالب کے خلاف* ہے - حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کثرت ازواج کی بہی اجازت کو محدود کر دیا تہا - صرف ایک عورت سے شادی کرنا شاذ ونادر نہین ہے بلکہ سب سے زیادہ تہذیب یافتہ مسلمان ملکون مین ایک عام قاعدہ ہے - ہمکو یہہ پیش نظر رکہنا چاہیے کہ کثرت ازواج مع تمام اپنی برائیون کے اسی کے ہموزن فوائد بہی رکہتی ہے - اپنے لڑکی کے مارڈالنے کی رسوم کو بالکل موقوف کر دیا ہے اور ہر ایک عورت کا ایک قانونی ولی اسی کے سبب سے ہوتا ہے - کثرت ازواج کے سبب سے مسلمانون کے ملک [illegible] اور یہہ تمام عیسائی ملکون کے زیادہ تر رسوائی کا باعث ہین بہ نسبت کثرت ازواج کے جوکہ اسلام کے لئے ہے اور ٹہیک طور سے ترتیب دی گئی کثرت ازواج مسلمانون کے ملکون کی عورتون کو بہت کم ذلیل کرنے والی ہے اور مردون کے لئے بہت کم نقصان پہنچانے والی ہے بہ نسبت ناجائز کثرت شوہران کے جوکہ عیسائیون کے تمام شہرون کا وبال ہے اور جوکہ اسلام مین بالکل نہین پایا جاتا ہے - ہمکو خبردار ہونا چاہئے کہ شاید ایک برائی کو بے وقت دور کرنے مین ہم اس کی جگہ ایک اس سے زیادہ بڑی برائی کو قایم کر دین - انگریز جوکہ کثرت شوہران کو پسند کرتے ہین مسلمانون پر جوکہ کثرت ازواج کو پسند کرتے ہین - طعن کرنے کا مجاز نہین ہین ہم کو پہلے اس سے کہ ہم کسی کی آنکھ کی پہولی پر نظر ڈالین اپنی آنکہہ کے شہتیر کو خیال کر لینا چاہئے ؛ (پٹنہ انسٹیٹیوٹ گزٹ) مطبوعہ ۵ نومبر ۱۸۸۳ء

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۹

* یعنے انجیل کے مطالب کثرت ازواج کے مخالف ہین -

اور کسی حالت مین (بجز زنا) طلاق دینا جائز نہین سمجھتے - اور حضرت موسی کی کلام
مذکور مین لفظ نقصان یا عیب سے یہی زنا قرار دیتے ہین پر اتنا نہین سمجھتے کہ اوّلاً یہہ
عبرانی لفظ عِروَث* کا ترجمہ ہے - اور عروث زنا سے مخصوص نہین ہے ہر ایک
عیب یا نقصان پر اوسکا طلاق ہوتا ہے **ثانیاً** فریسیون کے کلام مین جو انجیل
متی ۱۹ - ۴ سے منقول ہوا ہے صاف اسکی تفسیر ہر ایک سبب کے لفظ سے
ہو چکی ہے جو زنا کے علاوہ برائیون کو بھی شامل ہے - **ثالثاً** یہ کہ اگر اس
لفظ سے زنا مراد ہوتا تو حضرت مسیح فریسیون کے مقابل اس لفظ ہی دست آویز
کرتے اور صاف کہتے کہ موسی نے صرف تمکو زنا کے سبب طلاق کی اجازت دی
ہے - تم ہر سبب سے طلاق کا جواز کہان سے نکال لیتے ہو اور بجائے اس کے
یہہ تقریر نہ کرتے کہ موسی نے تمہاری سخت دلی کے سبب یہ حکم (ہر سبب سے طلاق
کی اجازت) دیا پر مین تمکو کہتا ہون کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوا زنا کے اور سبب
سے چھوڑے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے - اور **یہودی**
اس لفظ کو عام اور وسیع معنی مین لیتے ہین اور بناءً علیہ ہانڈی مین نمک زیادہ
ہونے اور اپنی عورت کی نسبت دوسری عورت کو خوبصورت پانے پر بھی
طلاق تجویز کرتے ہین - ربی عقبہ** کہتا ہے کہ ”اگر کوئی مرد کسی عورت کو اپنی عورت
سے خوبصورت پاوے تو اپنی عورت کو نکالدے کیونکہ لکھا ہے کہ وہ اس کی نظر

---

* لفظ عَروِث اور عروہ کے معنی لغت عربی مین برہنگی اور اندام نہانی اور گندگی اور
نقصان کے ہین - **لغات عبرانی**

** عقبہ اور ہلل کے اقوال ہمارے دوست مولوی چراغ علی صاحب کے مضمون ”اسلام
کی دنیوی برکتین“ مین منقول ہے -

مین اُسے بھی معلوم نہو"

معلم ہلل کہتا ہے کہ اگر کسی کی عورت اپنے شوہر کا کہانا بہت نمک ڈالکر خراب پکاوے یا اُسے زیادہ بھون دے تو وہ اس عورت کو طلاق دیدے۔"

اس طلاق مین بھی حکم مذہب یہود حدِ افراط تک پہنچا ہوا ہے۔ جس سے انسان کی اخلاقی حالت بالکل تباہ ہوتی ہے اور مرد عورت مین ٹہیک ٹہیک مساوات قایم نہین رہتی۔ اور حکم مذاہب انصاری تفریط مین ہے اور فطرت انسانی کی مخالف جس سے انسان کی تمدّنی ضروریات اور حُسن معاشرت کو سخت مضرت پہنچتی ہے۔

ان دونو مذاہب کے مقابلہ مین جو حکم اسلام نے تجویز کیا ہے اور طلاق کو ناگزیر حالتون مین اور تمدنی ضرورتون کے وقت نہایت ضبط و قیود کے ساتھ مشروع فرمایا ہے۔ وہی معتدل اور عقل و انصاف و اصول اخلاق کے مطابق اور فطرت انسانی کے موافق ہے اور اس حکم کو احکام مذاہب یہود و نصاریٰ کے مقابلہ مین صریح ترجیح ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اب عیسائیون نے بھی اسلام کی شاگردی اختیار کی ہے اور اپنی مقدس کتاب انجیل کو (جس مین بجز حالت زنا کسی حالت مین طلاق کی اجازت نہتھی) بالاے طاق رکھکر زنا کے علاوہ عورت کی بدزبانی ایذا رسانی پر بھی طلاق جائز کر دی ہے اس باب مین فلاسفر مل صاحب کے اور جان ملٹن صاحب کے اقوال نوٹ صفحہ (۲۰۸و۲۷۷) مین منقول ہو چکے ہین۔ اس مقام مین یوروپ کا عملدرآمد سابق و حال مولوی چراغ علی صاحب مضمون سابق الذکر سے نقل کیا جاتا ہے تو اسمین لکھا ہے۔ "یوروپ کے ملکون مین رومن کیتھلک کے مذہب کی رو سے تو جبکہ کونسل آف ترنیٹ ۱۵۶۳ء مین قرار پایا

زنا کے بعد بھی طلاق نہین ہو سکتی - انگلستان وغیرہ ملکون مین جب سی اصلاح
ہوئی ہے تب سے قاعدہ طلاق مین کچھ تبدیل ہوئی - نیویارک مین صرف زنا پر
طلاق ہوتی ہے اور اور ملکون مین زنا پر اور نہایت ظلم سے بدسلوکی پر اور
قصداً مفارقت اختیار کرنے پر اور عرصہ دراز تک نامعلوم غائب رہنے پر
طلاق ہوتی ہے اور انگلنڈ مین طلاق کا باعث زنا اور ایذارسانی ہی ہوتا
ہے اور اسکاٹلینڈ مین زنا یا قصداً چھوڑ کر چلے جانے سے طلاق ہو جاتی ہے
انگلستان مین قانون وکٹوریہ جاری ہونے سے پہلے ایسی عورت کے لئے
جسے اوس کے خاوند نے قصداً چھوڑ دیا ہو چارہ جوئی اور دادرسی کی سبیل
نہتھی اب ایسی صورت مین عدالت سے افتراق ہو جاتا ہے اور اگر مفارقت
کے ساتھ زنا بھی ہمرولیف ہو تو طلاق بھی ممکن ہے"
ان اقوال سے صاف ثابت ہے کہ [illegible] ملک یورپ کے
عیسائیون کا طلاق کے باب مین اپنی مقدس کتاب (انجیل) کی ہدایت پر
عمل نہین ہے - اسلام اور قران ہی کی ہدایت پر ان کا عمل ہے - پھر انصاف
ان کو کب اجازت دیتا ہے کہ اس مسلہ کے سبب وہ قران یا اسلام کو ہدف
طعن بناوین اور اس احسان ہدایت کا شکریہ اور شاگردی کا حق بدگوئی
ادا کرین - جو پادری صاحبان صرف تنخواہون اور روپیہ کے طمع
سے تعلیمات قرآن و اسلام سے محض ناواقف ہونے کے ساتھ قران کی
نسبت یہہ دعوی کرتے ہین - کہ قرآن کی کوئی ضرورت نہ تھی - اور
قران نے کوئی نئی روشنی نہین دکھائی جو پہلی کتابون سے ظاہر ہو چکی
ہو - وہ قران (یا اسلام) کے اس قسم کے احکام کو غور سے پڑہین اور
انصاف سے کہین کہ ان احکام مین جو قران شریف نے روشنی

دکھائی ہے وہ انجیل مقدس مین کہان دکھائی دیتی ہے - کہین نظر نہ آوی
تو ضرورت قرآن کے قایل ہون اور اپنے ایسے فضول و بے معنی دعاوی کو
دو ہرا کرین - (ادالیس امین)

ہمارے شہر لاہور کے مشہور پادری **فورمن** صاحب نے تھوڑے دن ہوئے
ہین لاہور مین اپنے سکول کے نوجوان کے (جو مذہب اسلام سے ناواقف
ہین) سامنے اس عنوان کا (Light from the East.
لائیٹ فرام دی ایسٹ" یعنے روشنی مشرق سے لکچر دیا اور اوس مین
بیان کیا تھا کہ اسلام نے بجز ایسی باتون کے کہ متعدد عورتین نکاح مین لاؤ
اور اون سے عیش و عشرت کرو" کوئی نئی روشنی نہین دکھائی -

وہ صاحب بھی ہمارے اس مضمون کو غور سے پڑہین اور انصاف کو پیش
نظر رکھکر ہمارے [illegible] سوالات کا جواب دین -

(۱) کیا قرآن نے تعدد ازواج کی اجازت مقتضاے فطرت انسانی سے بڑہکر
دی ہے -؟

(۲) کیا اس اجازت کو ایسا بے قید اور وسیع کیا ہے جس سے اخلاق انسانی پر
اثر بد پیدا ہو؟

(۳) ان سوالات کا جواب بشق اثبات ہو تو قرآن کی اُن آیات کی نشاندہی
وہی کرین جن مین ایسی اجازت (مقتضاے فطرت سے بڑہ کر اور
بے قید) پائی جاتی ہے - اور اگر جواب بشق نفی ہو تو انصاف سے
کہین کہ پھر کیا یہہ اسلام کا ریفارمیشن مین کمال نہین ہے ؟ اور
ان تعلیمات کے سبب قرآن کو انجیل پر فوقیت حاصل
نہین ہے -؟

(۴) طلاق کے باب مین جس قانون پر بعض بلاد یورپ کا اس وقت عملدرآمد ہے اسکا ثبوت انجیل مین کہان پایا جاتا ہے بشرط اثبات انجیل کی نشان دہی کرین اور بشرط نفی انصاف سے سوالات ذیل کا جواب دین

(۱) انسانی ضرورت تمدنی کے لحاظ سے ایسے قانون کا ہونا ضروری نہ تہا۔

(۲) اس ضرورت کو (کمال ضبط و احتیاط کے ساتھ) قرآن نے پورا نہین کیا۔

(۳) اسوجہ سے قرآن کی روشنی انجیل سے بڑہ کر نہین ہے۔

ان سوالات کا جواب پادری صاحب سے کچھ بن نہ پڑے تو اپنے اس دعوی کو واپس لین اور اسی عنوان (Light from the East) (لائیٹ فرام دی ایسٹ) کا ایک لکچر اسی مکان مین پہر دین اور اسمین یہ ظاہر کرین [illegible] قرآن [illegible] طلاق ہے جسپر یوروپ کے عیسائیون کا اسوقت عملدرآمد ہے۔

موازنہ احکام اسلام و احکام مذاہب معترضین بہی ہو چکا۔ اب گورنمنٹ کی خدمت مین گزارش کا موقع آیا *

گذارش بحضور گورنمنٹ

اس مضمون کے متعلق ہم **گورنمنٹ** کے حضور مین یہہ مودبانہ اور عاجزانہ گذارش کرنا چاہتے ہین۔ کہ گورنمنٹ مذہب اسلام مین **طلاق کو آسان** اور بہرحال مطلق و مباح **خیال نہ کرے** (جیسا کہ دفعہ ۴ چیٹہی گورنمنٹ ہند مورخہ ۱۷ جون ۱۸۹۴ء نمبری $\frac{14}{991}$) سے ظاہر ہوتا ہے) اور بناءً علیہ

اُس **عورت** کو جو اپنے خاوند کے گھر مین آباد ہونا نہ چاہے بہر حال وبہر صورت طلاق لینی کی مستحق قرار دیکر اوسکو **مطلق آزادی** نہ دے **بلکہ بخیال** اپنی نیوٹرلٹی (غیر طرفداری) کی خاص کر **ان ہی** حالتون مین اوس کو آزادی دے اور طلاق لینے کی مستحق بناوے **جن** حالتون **مین** خود اسلام نے اون کو آزاد کیا اور مستحق طلاق قرار دیا ہے اور ان حالات* کی تفصیل مسایل نکاح وطلاق مین ہوچکی ہے -

اسلام نے **پہلے ہی** سے عورتون کو (جہان تک کہ اخلاق - عقل - انصاف اور قانون قدرت کا مقتضاے ہے) **کافی آزادی** دے رکھی ہے **گورنمنٹ** اب اس آزادی پر **زیادتی** نہ کرے -

اس آزادی پر جسقدر زیادتی ہوگی وہ جادۂ اعتدال سے خارج اور حدِ افراط مین داخل ہوگی اور گورنمنٹ کی نیوٹرلٹی [illegible] آزادی مین فرق لائیگی - اس با افراط و بے قید آزادی مین ایسی صورتون کا بہی بکثرت پیش آنا ممکن ہے جو عقل و انصاف و اصول اخلاق اور مذہب کے مخالف ہین

---

* مثلاً ولی نے اپنی زیر ولایت لڑکی کو رشوت لیکر یا اور بدنیتی سے کسی نااہل (بڑی عمر کے بڈہے یا حرام پیشہ والے) کے نکاح مین پہنسا دیا ہو یا بلا اجازت جوان لڑکی کے اوس کا نکاح ایسے شخص کے ساتھ کر دیا ہو جسکو وہ پسند نہ کرے یا عورت کا شوہر کسی ایسی مرض مین مبتلا ہوگیا ہو جس سے وہ معاشرت کے لایق نہ رہا ہو یا وہ عورت کے نان ونفقہ کی خبرگیری نہ کرتا ہو نادار وناقابل کسب ہوگیا ہو یا بدچلنی سے اوس مین کوتاہی کرتا ہو وعلیٰ ہذا القیاس -

اور نیوٹرلیٹی کی ناقض -

ان بیشمار صورتون مین سے ایک صورت یہہ ہے کہ ایک عورت جسنے اپنے عالم شباب مین اپنے اختیار سے اپنے دلپسند شوہر سے نکاح کیا ہو - ایک مدت تک اوسی شوہر کے گھر مین آباد ہو جس سے وہ صاحب اولاد بھی ہو چکی ہو اور اوسکو اوس شوہر سے کسی قسم کی بدنی اور مالی تکلیف نہو اور اوس کے شوہر مین کسی قسم کا قدرتی یا اختیاری نقصان (نامردی متنفر بیماری - بدچلنی بداخلاقی وغیرہ) پیدا نہوا ہو - ان حالات کے ساتھ وہ عورت کسی دوسرے شخص کی طرف مایل ہو جاوے یا مطلق العنان ہونا پسند کرے وبناءً علیہ وہ اپنے خاوند کو طلاق دیکر اوس آشنا کے پاس جائز یا ناجائز طور پر رہنا چاہے یا بازار مین بیٹھ کر پیشہ حرام کاری کا قصد کرے یہس صورت مین عورت کو آزادی دینا اور خاوند سے طلاق دینا یون ہین کہ اوس کو طلاق دینے کی مجاز و مستحق قرار دینا عقل و انصاف واصول اخلاق کے مخالف ہے ؟ اور اس مین اس کے شوہر کے مذہب مین (جو اپنے مذہب کے روسے ایسی عورت کو جبراً گھر بسالینے کا مجاز ہے اور اوس کو بدکاری کے ارادہ سے روکنے کا مامور ہے) صریح دست اندازی مخالف نیوٹرلٹی ہے - اور جہان تک ہمکو مختلف مذاہب اسلامیہ پر اطلاع ہے اور اہل اسلام کے قومی خادم اور وکیل ہونے کے ذریعہ سے اُنکے خیالات اور رأون کا علم حاصل ہے اوسکے بھروسہ پر ہم یقین کے

ساتھ کہہ سکتے ہین کہ مسلمانون کی عام راے اس آزادی کے مخالف ہے اور اس قسم کی آزادی کی تجویز سے عام ناراضگی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے - ہندوستان کے تمام طبقات رعایاے اہل اسلام سے کم سے کم ایک بھی باخبر* اور پابند مسلمان ایسا نہ نکلیگا جو اس قسم کی آزادی کو پسند کریگا اور اس آزادی کی تجویز کے بعد گورنمنٹ سے خوش رہے اور اسکو نیوٹرل خیال کریگا -

لہذا ہماری نیک نام گورنمنٹ کا (جو نیوٹرلٹی مین اپنی نظیر آپ ہی ہے اور اسی وجہ سے وہ مختلف المذاہب رعایا مین ہردلعزیز ہے) فرض ہے کہ وہ اس آزادی کو اور وسیع نہ کرے جس سے مذہبی دست اندازی کے غرض سے قایم [illegible] جو اسلام نے عورتون کو دے رکھی ہے اور وہ ناواقف مسلمانون کے عمل مین نہین آتی (جس سے گورنمنٹ نہ صرف مذہبی دست اندازی کے اعتراض سے بری رہیگی

---

* مذہب ہنود کے لیڈرون اور سرگروہون سے بھی ہمنے ایسا ہی سُنا ہے - لہذا ہم اہل ہند کے کل اشخاص کی (مسلمان ہون خواہ ہندو) یہی راے اقرار دے سکتے ہین +

* ان قیود مین یہ اشارہ ہے کہ جو لوگ بیعلم یا بدچلن ہین اور وہ اپنی عورتون کو چھوڑکر بازاری عورتون کے کام چلانیکو پسند کرتے ہین وہ اس آزادی کو پسند کرین تو تعجب نہین۔ بلکہ وہ انکی نسبت مذہب اسلام کی راے نہین ہوسکتی +

بلکہ مذہب اسلام کی تائید کے احسان سے مسلمانون کو اپنا ممنون بنائیگی - اور اس سے گورنمنٹ کی یہ دلی خواہش کہ "عورتون کی حیثیت بڑہے اور اون کی قدر و منزلت زیادہ ہو اور وہ ایک جائداد منقولہ کی مانند نہ سمجہی جائین"۔ (جسکا اظہار چٹھی گورنمنٹ بمبی مورخہ ۳ مارچ ۱۹۰۳ء نمبری ۱۹۰۳ کے آخری فقرہ مین ہوا ہے) بہی عمدہ طور سے پوری ہوگی -

اس آزادی (مجوزہ اسلام) کی تفصیل مسایل نکاح و طلاق مین بخوبی ہو چکی ہے اس مقام مین ہم بعض صورتون کو باختصار ذکر کرتے ہین - جن کی طرف گورنمنٹ کو خاص توجہ دلانا ضروری سمجہتے ہین -

(۱) مرد اپنی عورت کے اداے حقوق (مالی و بدنی) مین قصور کرے - اور یہ امر اس کمیشن کے ذریعہ سے جو فریقین کے اقربا سے منتخب ہو ثابت ہو جائے تو بحالت عورت کی درخواست علیحدگی کے مرد کو طلاق دینے پر مجبور کیا جاے - اور اگر عورت طلاق کی خواہان نہ ہو تو مرد کو عورت کے اداے حقوق مالی پر دیوانی ضابطہ کے مطابق مجبور کیا جائے اور اداے حقوق بدنی پر اس فوجداری حکم سے مجبور کیا جاوے کہ وہ دوسری عورت نکاح مین نہ لاوے جبتک کہ پہلی عورت کے حقوق ادا نہ کرے یا اس سے معافی حقوق و اجازت نکاح ثانی کا سارٹیفکٹ حاصل نہ کرے -

(۲) کمیشن کی تحقیقات سے عورت کا قصور ثابت ہو تو عورت کو مرد کے گہر مین آباد رہنے پر مجبور کیا جاے اس سے وہ جس طرح چاہے اپنا کام لے - اس امر کو مرد پسند نہ کرے تو اوسکو عورت کے چہوڑ دینے یا اوس کے ہوتے دوسری عورت کو نکاح مین لانے کا اختیار دیا جائے -

(۳) مرد قدرتی و غیر اختیاری اسباب (امراض وغیرہ) سے عورت کے

حقوق مالی وبدنی اوا کرنے کے لایق نہ رہے تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار
دیا جاے اور اگر عورت ایسی ہی غیر اختیاری اسباب سے مرد کے لایق نہ رہے
تو مرد بحالت مجبوری کہ وہ اس کے نان ونفقہ کی خبر گیری نہ کر سکے طلاق کا مجاز
نہو بلکہ اسکے ہوتے دوسرے نکاح کا مجاز ومختار ہے۔ اگر عورت طلاق کی خواہان ہو
(۴) جب مرد کی کئی عورتین ہون اور وہ ان سب کے اداے حقوق مین برابری
نہ کرے یا کسی عورت کو اس کے حقوق سے بالکل محروم رکھے وہ ان سب مین
مساوات کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اس جبر سے بھی وہ مساوات نہ کرے تو
اوس کی مظلوم یا محروم زوجہ کو (اگر وہ چاہے) فسخ نکاح کا اختیار
دیا جائے۔

(۵) جو مرد اپنی عورت کو بلا وجہ وبلا قصور طلاق دے وہ اوس طلاق کو
واپس لینے پر مجبور کیا جائے (اگر اوس کی عورت اوسی شخص کے نکاح مین
رہنا پسند کرے) اور اجرا اس کی عورت کے نان ونفقہ کی ڈگری ضابطہ
دیوانی کے مطابق ہو۔ اور بدنی حقوق کی ڈگری اس فوجداری کے حکم سے جو پہلی صورتمین بیان ہوا
(۶) جو لوگ اپنی عورتون کو چھوڑ کر مفقود الخبر ہو رہین اور کسی قانون دیوانی یا
فوجداری کے قابو مین نہ لائے جا سکین۔ ان کی عورتون کو چار[*] سال کے بعد

---

[*] حضرت عمر فاروق نے مفقود الخبر کی زوجہ کے لئے یہی میعاد انتظار مقرر کی ہے (دیکھو موطا مالک
صفحہ ۲۰۹) یہی حضرت عثمان وغیرہ صحابہ کا قول ہے (دیکھو زرقانی شرح موطا صفحہ ۹۴ جلد ۳)
یہی امام مالک کا قول اور امام شافعی کا قول قدیم اور امام احمد سے ایک روایت ہے
(دیکھو میزان شعرانی صفحہ ۱۵۱) حنفی مذہب مین بھی اسی مذہب پر فتویٰ دیا گیا ہے
(دیکھو شرح اسبیجابی۔ جامع الفتاوے۔ فتاوے حب المفتین
وغیرہ) اس کی تصدیق اس فتوی سے ہو سکتی ہے جو اس مضمون کے ساتھ ملحق ہے۔

فسخ نکاح کا اختیار دیا جاسے اگر وہ فسخ کو پسند کرین ٭

(۷) جس عورت کا ولی بے دیانتی و خود غرضی سے اسکا نکاح کسی نا اہل سے (جو بہت بڈھا ہو یا لاعلاج متنفر مرض مین مبتلا) کر دے۔ اسکو فسخ نکاح کا (جب اس کو نکاح کا علم ہو اور وہ اوس نکاح مین خوش نہو) اختیار دیا جائے اور ولی کی ولایت ساقط ہو ٭

(۸) نکاح کے وقت یا اوس سے پیشتر جو جائز شروط فریقین مین مقرر ہوں ان شروط کے ایفا و تعمیل پر فریق تسلیم کنندہ کو مجبور کیا جاوے۔ اور در صورت عدم ایفا و تعمیل فریق ثانی کو فسخ نکاح کا اختیار دیا جائے اور ناجائز شروط کو ناقابل عمل قرار دے کر اون کی تعمیل سے فریقین کو بری کیا جائے ٭

جائز شروط کی ایک مثال جسکی طرف ہم گورنمنٹ کو خاص توجہ دلانا چاہتے ہین عورت کی طرف سے یہ شرط ہے کہ اسکا شوہر اس کے ہوتے دوسری شادی نہ کرے اور اگر ایسے ہی مقتضیات پیش آوین جو دوسری شادی کرنے پر اس کو مجبور کرین تو وہ پہلی عورت کو اپنے نکاح مین رہنے نہ رہنے کا اختیار دیدے۔ اس شرط کی پہلے بھی شریف خاندانون مین کسیقدر تعمیل ہوتی ہے (چنانچہ آنریبل مولوی سید امیر علی صاحب نے کتاب سیرت محمدی مین اسکا ذکر کیا ہے) گورنمنٹ کی توجہ اسطرف ہو گئی تو اوس کی پوری تعمیل ہوگی اور اس سے عورتون کی قدر و منزلت بخوبی بڑہے گی۔ جو گورنمنٹ کی دلی خواہش ہے اس کی **دوسری مثال** (جو توجہ گورنمنٹ کے لایق ہے) مرد کی طرف سے ادا مہر کے لئے یہ شرط ہو کہ وہ ایک خاص میعاد پر یکمشت یا باقساط ادا کر دیگا۔ تو طلاق یا موت کی حالت مین بھی اس شرط کا لحاظ ہوا کرے

٭ اسلامی کتب فقہیہ مین صاف تصریح ہے کہ جس مہر کا قسطون سے ادا ہوتا

باقی بر صفحہ ۳۵۲

یعنی اس میعاد سے پہلے مرد و عورت میں (طلاق یا موت کے سبب) علیحدگی ہوجائے تو عورت یا اس کے وارثون کو دم نقد مطالبہ مہر کا حق نہ دیا جائے اور اوس کی نالش کی عدالت مین سماعت نہ ہو اور ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۷۷ء کے ضمیمہ نمبر ۲ ضمن ۱۰۴ کی (جس مین اس نالش کی اجازت ہے) ترمیم عمل مین آوے - اس ایکٹ مین صرف اسقدر ترمیم (یا شرط لگانا) کافی ہے کہ یہ نالش اوس صورت مین ہوسکتی ہے جبکہ ادائے مہر کے لئے کوئی میعاد مقرر نہ ہوچکی ہو۔ ورنہ اس میعاد سے پہلے عورت یا اوس کے وارثون کو نالش کا حق نہین ہے - چنانچہ ایکٹ میعاد متعلق مدتماک مین یہہ شرط لگائی گئی ہے ؎

ناجائز شروط کی مثال (جس کی طرف ہم گورنمنٹ کو توجہ دلانا چاہتے ہین) مقرر کرنے مین زیادتی ہے یہہ زیادتی دو طرح سے ہوتی ہے ایک یہہ کہ جس شخص کی حیثیت سو روپیہ کی نہین ہوتی وہ چالیس پچاس ہزار روپیہ مہر مقرر کردیتا ہے - اس صورت مین مہر گویا

---

۲ مقرر ہوچکا ہو وہ علیحدگی سے علی الفور و یکبارگی وصول نہین کیا جاسکتا بعد طلاق بہی وہ باقساط ہی وصول کیا جائے گا - جیسا کہ قبل طلاق وصول کیا جاتا ہے ؎

ردالمختار حاشیہ درمختار مین کے صفحہ ۳۵۹ مین ہے من جعل بعضہ حالا و بعضہ مؤجلا الی الطلاق او الموت و بعضہ منجما فاوا طلقہا تعجل البعض الموجل لا المنجم فتاخذہ بعد الطلاق علی نجومہ کما تاخذہ قبلہ ؎

برائے نام ہوتا ہے - اور عورتون کو حق مہر سے کچھ وصول نہین ہوتا -
دوسرے یہ کہ جائداد تو بقدر مہر ہوتی ہے مگر وہ اوس مہر مین مستغرق
ہوجاتی ہے جس سے شوہر کے اور وارثون کے لئے کچھ باقی نہین رہتا
بلکہ شوہر بھی اپنی عورت کا دست نگر و محتاج بن جاتا ہے - ان دونون
طرح کی زیادتی سے اہل اسلام کو روکنا اور حیثیت فریقین کے موافق مہر مقرر
کرنا عقل و انصاف و اخلاق کا مقتضا ہے ۔

ان صورتون اور تجویزون کی طرف ہم بہرحال اور بلا شرط
گورنمنٹ کو توجہ دلانا نہین چاہتے بلکہ اس شرط سے اس توجہ
کی درخواست کرتے ہین کہ اگر گورنمنٹ اہل اسلام کے مسایل
نکاح و طلاق مین دخل دینا جائز سمجھتی ہے اور بناءً علیہ ان عورتونکو
جو بلا وجہ اپنے خاوندون سے آزادی چاہتی ہین آزادی
دینا تجویز کرتی اور پسند رکھتی تو بجائے تجویز اس آزادی کے ان صورتون
کی تائید کرے - ان کی تائید سے عورتون کو کافی آزادی حاصل ہوگی -
اور گورنمنٹ کی یہہ دلی خواہش کہ عورتون کی قدر و منزلت بڑھے اور
جائداد منقولہ سے اون کی حیثیت زیادہ ہو نیز بخوبی پوری ہوگی - اور
معہذا گورنمنٹ مذہبی دست اندازی و بیجا مداخلت کے اعتراض سے بچی رہیگی
بلکہ تائید مذہب اسلام کے احسان سے اہل اسلام کو ممنون کرے گی -
اور اگر گورنمنٹ ان صورتون کی تائید کو نیوٹرلٹی کے مخالف اور مذہب
مین مداخلت سمجھتی ہے تو بڑے ادب و عجز سے ہماری گورنمنٹ سے
یہہ درخواست ہے کہ اس صورت مین گورنمنٹ اس آزادی کی تجویز
کو اس سے بڑھ کر نیوٹرلٹی کے مخالف اور مذہب اسلام مین بیجا مداخلت

سمجھو اور اس سے احتیاط عمل مین لاوے - یہہ آزادی عام اہل اسلام کے خیال مین نیوٹرلٹی کے مخالف اور انصاف اور اخلاق اور اصول سلطنت کے مناقض ہے - لہذا اس آزادی کی تجویز سے عام اہل اسلام کی عام ناراضگی پہیلنے کا اندیشہ ہے ٭

آیندہ اختیار ہے -

التماس

اسلامی اخبارون کے ایڈیٹرون اور اسلامی انجمنون کے ارکان و ممبرون کی خدمت مین ہماری یہہ التماس ہے - کہ ہمارے اس مضمون کو وہ پوری توجہ سے پڑہین پہر اگر اون کی رای اس مضمون کے موافق ہون تو اپنے اخبارون اور جمہوری عرائض کے ذریعہ سے گورنمنٹ کو اس مضمون کی طرف توجہ دلاوین ٭ اس مضمون کے موصول ہونے سے پیشتر گورنمنٹ رکما بائی کیس کے متعلق کوئی فیصلہ کر دی تو بھی ہماری ہمعصر و ہم مذہب (اہل اسلام) اس مضمون کی متعلق رائے ظاہر کرنے اور گورنمنٹ کے حضور مین اُسکو پیش کرنے مین تامل نکرین - کیونکہ اس مضمون کو رکما بائی کیس سے خصوصیت نہین ہے اسمین اس امر کے علاوہ جو رکما بائی کیس سے تعلق رکہتا ہی کئی امور کیطرف گورنمنٹ کی توجہ دلائی گئی ہے - وہ توجہ بالخصوص یہین ہو سکتی ہے کہ پبلک اہل اسلام کی اسطرف توجہ ہو - انکو اتفاق اور عام توجہ سے یہہ بہی ممکن ہے کہ رکما بائی کیس پر فیصلہ ہو جانے کے بعد نظر ثانی ہو کر اس فیصلہ کی ترمیم ہو -

فتویٰ درباب نکاح زوجہ مفقود الخبر

کیا فرماتے ہین علمای دین اور مفتیان شرع متین القاہم اللہ تعالی الی یوم الدین اس صورت
مین کہ اس زمانہ مین ابتلای عام ہے کہ اکثر آدمی اپنی عورتون کو چھوڑ کر چلے جاتے ہین
اور مفقود الخبر ہو رہتی ہین اور خرچ بہی نہین بھیجتے ہین اور قرض کا ملنا بھی دشوار ہوتا ہے
اس سبب سے عورت کے حق مین خوف ارتکاب مخش اور بدکاری کا ہے اور
گزارہ عورتون کا بدون دینے نان ونفقہ زوج وغیرہ کے بہی نہایت دشوار ہے
اسصورت مین قاضی حنفی بوجہ ان ضرورتون کے موافق مذہب امام مالک
یا امام شافعی رحمہما اللہ تعالی کے عمل کرے اور اجازت نکاح کے واسطے زوجہ مفقود
کے دیدے تو جائز ہے یا نہین۔ بینوا توجروا۔ **الجواب** بلاریب عمل کرلی
مطابق فتوی حضرت عمر فاروق وعثمان وعبداللہ بن عباس وغیرہ کی چنانچہ فتح الباری
اور تخیص امام رافعی وغیرہ مین بوجہ بسط وتفصیل مذکور ہے اسی طرح جامع الرموز
شرح مختصر وقایہ اور طحطاوی اور رد المحتار حواشی درمختار اور فتاوی حسب المفتین
حنفی مذہب مین بہی بروقت ضرورت کے دوسرے نکاح کرنے کا زن مفقود کے
واسطے فتوی دیا ہے اور قول امام مالک کا معمول بہ لکہا ہے قال فی حسب المفتین قول
مالک رح معمول بہ فی ہذہ المسئلۃ وہو احد قول الشافعی رح ویوافق الحنفی
بذلک یجوز فتواہ لان عمرؓ قضی ہکذا فی الذی استہوتہ الجن بالمدینۃ وکفی
بہ اماما ولانہ منع حقہا بالغیبۃ فیفرق القاضی بینہما بمضی ہذہ المدۃ
اعتبارا بالایلاء فی العدد وبالعنۃ فی السنۃ عملا بالشبہین انتہی کلامہ
یوافق بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لاباس بہ کذا فی الطحطاوی ورد المحتار
وخزانۃ العلماء وقد اخرج عبدالرزاق وسعید بن منصور وابن ابی شیبہ

باسانید صحیحۃ عن عمر منہا ما اخرج سعید بن منصور وعبد الرزاق من
طریق الزہری عن سعید بن المسیب ان عمر وعثمان قضیا بذلک واخرج
سعید بن منصور بسند صحیح عن ابن عمر وابن عباس قالا تنتظر امراۃ
المفقود اربع سنین وثبت فی روایۃ عن عثمان وابن مسعود کلیہما ومن
التابعین الکبار النخعی والزہری ومکحول وعطاء والشعبی کذا فی فتح الباری
وقال الحافظ العسقلانی فی تخریج الرافعی المشہور بالتلخیص ویروی عن عمر و
عثمان وابن عباس امراۃ المفقود تربص اربع سنین وتعتد عدۃ
الوفاۃ ثم تنکح وقال ابن ابی شیبۃ حدثنا عبد الاعلی عن معمر عن الزہری
عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان قالا فی امراۃ المفقود
تتربص اربع سنین وتعتد اربعۃ اشہر وعشرا انتہی ما فی التلخیص مختصراً اور
فتوی دینا اور حکم کرنا اوپر مذہب غیر کے جائز ہے مذہب حنفی میں جیسا کہ فتاوی عالمگیری
اور فصول عمادی اور فتاوی اور بحر الرائق وغیرہ سے [illegible] معلوم ہوتا ہے ذکر فی مجموع
النوازل سئل شیخ الاسلام عطاء بن حمزۃ عن اب الصغیرۃ زوجہا من صغیر
وقبل ابوہ وکبر الصغیران وبینہما غیبۃ منقطعۃ وقد کان التزویج بشہادۃ
الفسقۃ ہل یجوز للقاضی ان یبعث الی شافعی المذہب لیبطل ہذا النکاح بسبب
انہ کان التزویج بشہادۃ الفسقۃ قال نعم وللقاضی الحنفی ان یفعل ذلک بنفسہ
اذا ہذا المذہب وان لم یکن مذہبہ انتہی ما فی الفتاوی العالمگیریۃ وہکذا
فی المعدۃ والفصول العمادیۃ وادعی فی البحر ان المقلد اذا قضی علی خلاف
مذہبہ نفذ واقوی ما تمسک بہ ما فی البزازیۃ ان لم یکن القاضی مجتہدا او
قضی بالفتوی علی خلاف مذہبہ نفذ ولیس لغیرہ نقضہ عن محمد رح
وقال الثانی لیس لہ ان ینقضہ انتہی ما فی البحر مختصرا وہکذا فی الطحطاوی۔

مہر ۱۲۸۹ مولوی محمد عبد القادر	مہر مولوی محمد اسمعیل	مہر مولوی محمد نجیب خان	مہر مولوی منصور الرحمن انصاری	مہر سید محمد نذیر حسین

مضمون "اقسام ملازمت" پر موافق و مخالف کی شہادت

(نمبر ۱)

ہمارے مضمون "اقسام ملازمت" (جو ماہ نومبر ۱۸۸۸ء اشاعۃ السنۃ نمبر ۳ و ۴ جلد ۱۰ مین شائع ہوا ہے) کے صحیح و مدلل ہونے پر موافق و مخالف (یا یون کہین کہ دوست و دشمن) کی شہادت قایم ہوگئی ہے ۔ لہذا اس مضمون کی نسبت اب ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہین کہ وہ باتفاق کل واجب التسلیم ہوگیا ہے ۔

موافقین کی شہادت تو ایک معمولی امر ہے ۔ جس مضمون پر لوگون کا اتفاق ہوتا ہے پس معمولاً اہل اتفاق کی شہادت [illegible] ہے ۔ عجیب (یا یون کہین کہ کرامت) تو یہہ ہے کہ مخالفین سے باوجود قصد مخالفت شہادت ادا ہو ۔ وہ ایک بات بغرض تکذیب کہین اور خدا اُسیکو تصدیق کا سبب بناوے اور اسی سے مخالفین کی تکذیب کرے ۔

اس قسم کی شہادت خداوند تعالی نے اپنے برگزیدہ خواص (انبیا علیہم السلام اور اُن کے صالحین اتباع) کے حقانی دعوون پر قائم کرائی ہے اور اس سے ان دعوؤن کی صداقت و حقانیت روز روشن کی طرح ثابت کر دکھائی ہے جس سے یہ مثل صادق نظر آئی ہے ؎

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد
خمیر مایۂ دکان شیشہ گر سنگ ست

تمثیل

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے توحید عبادت خداوندی کا دعوی کیا تو اس کے مقابلہ مین عرب کے بت پرستون نے عام لوگون کو بہکانیکی غرض سے آنحضرت کو مجنون ۔ شاعر ۔ ساحر ۔ اور کاہن قرار دیا ۔ اور عیسائیون کو یہہ کہکر بہکانا چاہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت مسیح علیہ السلام اور اون کی والدہ صدیقہ کو گالیان دیتے ہین ۔

خداوند تعالی نے ان کی انہی باتون سے (جو محض خلاف واقع تہین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوی کی صداقت ثابت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مخالفون کی دروغگوئی ظاہر کر دکہائی ۔ بہت لوگون نے آپ کا حال بالکمال ان مفتریات کے برخلاف پایا تو ان باتون کے افترا و خلاف واقع ہونیکا اقرار کیا اور آپ کو نبی برحق تسلیم کر لیا ۔

ایسے واقعات کتب حدیث و سیر مین بکثرت پاسے جاتے ہین ۔ ہم اس مقام مین ایک دو واقعہ نقل کرتے ہین ۔

صحیح مسلم مین حدیث ہے کہ حضرت ابوذر رض کا بہائی اُنیس (حالت کفر مین) مکہ معظمہ پہنچا تو اوس نے لوگون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت یہہ کلمات (شاعر ۔ کاہن ۔ ساحر وغیرہ) کہتے سنا ۔ اُنیس خود بہی شاعر تہا ۔ وہ اپنے بہائی ابوذر کے پاس آکر بولا ۔ یعنی کاہنون کی باتین بہی سنی ہین ۔ آنحضرت

عن ابی ذر فی حدیث طویل فقال انیس ان لی حاجة بمکة فاکفنی فانطلق انیس حتی اتی مکة فراث علی ثم جاء فقلت ما صنعت قال لقیت رجلا بمکة علی دینک یزعم ان الله ارسله قلت فما یقول الناس قال یقولون شاعر

کاهن ساحر وکان انیس احد الشعراء قال انیس ولقد سمعت قول الکهنة فما هو بقولهم ولقد وضعت قوله علی الشعراء فما یلتئم علی لسان احد بعدی انه شعر والله انه لصادق وانهم لکاذبون (صحیح مسلم ص ۲۹۶ جلد ۲)

صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی باتین تو اس قسم کی نہین ہین ۔ مینے آپکا کلام بڑی بڑی شاعرون کی کلام سے ملاکر دیکھا وہ ان سے بہی نرالا بخدا وہ سچا (نبی) ہے اور لوگ جہوٹے ہین ۔

صحیح مسلم مین ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص (ضماد نام) مکہ مین آیا

عن ابن عباس رضی الله عنه قال ان ضماداً قدم مكة وكان من ازد شنوءة وكان يرقی من هذه الريح فسمع سفهاء من اهل مكة يقولون ان محمد المجنون فقال لو انی رأيت هذا الرجل لعل الله يشفيه علی يدی قال فلقيه فقال يا محمد انی ارقی من هذه الريح فهل لك فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم ان الحمد لله نحمده و نستعينه من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادی له واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و ان محمداً عبده و رسوله اما بعد فقال اعد علی كلماتك هؤلاء فاعادهن عليه رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم

وہ مجنونون کا علاج رقیہ سے کیا کرتا تہا اسنے حمقاء مکہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجنون کہنا سنا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کہنے لگا کہ مین آپ کو تہاڑ دون ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسکی جواب مین یہہ کلمات الحمد للہ نحمدہ (آلخ جو خطبہ مین پڑہی جاتی ہین) فرمائے ۔ اسکو یہہ کلمات پسند آئے تو اوسنے دوبارہ سننی چاہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ وہ کلمات کہے تو اوس نے عرض کیا کہ مینے کاہنون ۔ جادوگرون اور شاعرون کے کلمات سُنے ہین ایسے کلمات مینے کسی سے نہین سنے یہہ دریائی

ثلث مرات فقال لقد سمعت قول
الكهنة وقول السحرة وقول الشعراء
فما سمعت مثل كلماتك هولاء ولقد
بلغن قاموس البحر قال فقال هات
يدك ابايعك على الاسلام قال فبايعه
(صحیح مسلم صفحہ ۳۵۵)

(حکمت وفصاحت وبلاغت) کی تہ کو پہنچ
رہے ہین۔ ہاتھ (مبارک) لائی۔ مین
آپ کی بیعت اسلام پر کرون۔ پہر وہ
مشرف بہ اسلام ہوا۔
تفسیر معالم التنزیل مین زہری سے
روایت ہے کہ حضرت جعفر طیار
رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کبار رضی اللہ نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی

لما هاجر جعفر بن ابي طالب واناس
من اصحاب رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم الى الحبشة واستقرت
بهم الدار وهاجر النبي صلى الله عليه وآله
وسلم الى المدينة وكان من امر بدر ما
كان اجتمعت قريش في دار الندوة
وقالوا ان لنا في الذين هم عند النجاشي
من اصحاب محمد صلى الله عليه وآله
وسلم ثارا ممن قتل منكم ببدر فا
جمعوا مالا واهدوه الى النجاشي لعله
يدفع اليكم من عنده من قومكم
ولينتدب لذلك رجلان من ذوي
رائكم فبعثوا عمرو بن العاص وعمارة
بن الوليد وعمارة بن ابي معيط مع الهدايا

اور شاہ حبشہ (نجاشی اصحمہ نام) نے
ان کی مدارات کی اور وہان انکی جمعیت
ہوگئی تو قریش مکہ کو یہ بات بہت ناگوار
معلوم ہوئی۔ لہذا اونہون نے شاہ
حبشہ کو ان صحابہ سے متنفر کرنے کی
غرض سے عمرو بن عاص کو (بحالت
کفر) حبشہ مین بہیجا۔ اس نے وہان
جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے خلاف مین بہت سی باتین کہین
(جو معالم مین منقول ہین) از انجملہ ایک
بات یہ تہی کہ یہ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام
اور ان کی والدہ صدیقہ کو برا کہتے
ہین۔ شاہ حبشہ نے حضرت جعفر رض سے
یہ بات دریافت کی تو اونہون نے سورہ

الادم وغیلح × × × فاراد عمرو ان یغضب النجاشی فقال انھم یشتمون عیسی وامہ فقال النجاشی ما تقولون فی عیسی امہ فقرأ جعفر علیھم سورۃ مریم فلما اتی علی ذکر مریم وعیسی علیھما السلام رفع النجاشی نفثتہ من سواکہ قدر ما تقذی العین فقال واللہ مازاد المسیح علی ما تقولون مثل ھذا ثم اقبل علی جعفر واصحابہ رضی اللہ عنہ فقال اذھبوا فانتم سیوم بارضی یقول امنون من سبکم او اذاکم [illegible] × × (معالم صفحہ ۱۶۴ و ۱۶۵)

مریم پڑھ سنائی۔ جس سے شاہ حبشہ کو مسلمانون کی نیک اعتقادی اور صداقت ثابت ہوئی اور عمرو بن عاصؓ وغیرہ مشرکین کی افتراپردازی ثبوت کو پہنچی۔ جس پر بادشاہ نے حضرت جعفر کو کہا کہ تم میرے علاقہ مین با امن رہو جو تمکو گالی یا تکلیف دیگا جرمانہ وغیرہ کی سزا پائیگا۔

دوسری تمثیل

(جو ہمارے گروہ مین زیادہ موثر ہی)

ہمارے فرقہ ناجیہ (اہلحدیث) نے ملک ہندوستان مین توحید و اتباع سنت [illegible] مسلمانون کے عوام نے اس کے جواب مین یہہ باتین مشہور کردین کہ وہابی لوگ اولیا کو برا کہتے ہین۔ کرامات کے منکر ہین۔ نبی کا درجہ اپنے بھائی کے برابر جانتے ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم المرسلین نہین مانتے۔ وعلی ہذا القیاس۔

ان کی یہی باتین بہت سے منصف المزاج وسلیم الطبع اشخاص کی ہدایت اور دعوت اس گروہ کی تصدیق و اجابت کی موجب ہوئین جبکہ اونہون نے اس فرقہ کی کتابون مین ان مفتریات کا کچھ اثر و نشان نہ پایا بلکہ ان کے برخلاف ان مین ایسے مضامین کا مشاہدہ کیا کہ جو کوئی خدا کے ولی سے دشمنی رکھی

قال رسول اللہ صلعم یروی عن ربہ تبارک وتعالی انہ قال من عادی لی ولیا فقد

باذ ن اللہ بالمحاربۃ۔ رواہ ابن ماجہ (مشکوۃ ص ۱۹۷)

باب الکرامات۔ مشکوۃ ص ۵۳۶ وفیہ احادیث کثیرۃ متضمن ذکر الکرامات۔ قال رسول اللہ صلعم لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین۔ قال رسول اللہ صلعم انا خاتم النبین۔ متفق علیہ (مشکوۃ ص ۵۱۲)

وہ خدا سے لڑائی کرنے کو میدان مین نکلا ہے اور کرامات اولیا برحق ہین۔ اور کوئی شخص مومن نہین ہوتا جبتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ماں باپ اور اولاد اور سارے لوگون سے زیادہ دوست نہ رکھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم المرسلین ہین۔ وعلی ہذا القیاس۔

ایک اور تازہ مثال

(جو سریع التاثیر ہے)

تہوڑے دن ہوئے ہین کہ اس گروہ [illegible] کی طرف سے ایک رسالہ موسومہ ”بجامع الشواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد“ (معروف گلابی چو ورقہ) شائع کیا اور اسمین یہہ طوفان باندہا تہا کہ ”وہابیون کے مذہب مین منی شکر ملا کر کہانا جائز ہے“۔ اور ”کتے کا گوہ موت پاک ہے“۔ اور ”سور کی چربی اور خون حلال ہے“ وعلی ہذا القیاس اور بذریعہ اشتہارات و اخبارات شائع کیا تہا۔ کہ سید الطائفہ حضرت مولینا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے بہوپی سے نکاح کو حلال کر دیا ہے پہر مکہ مین جاکر اس مسئلہ اور تمام مسائل مذہب وہابی سے رجوع کیا اور اس کی تائید مین ایک جعلی توبہ نامہ شائع کیا۔ تو ان باتون کے محض کذب ہونے سے (جس کا اظہار بذریعہ رسائل متعدد*ہ و اوسیو وقت ہو گیا تہا) اس طائفہ اور سید الطائفہ

* اشاعۃ السنۃ جلد ۶ نمبر ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱۔ رسالہ کاشف المکائد فی رد جامع الشواہد

(شیخنا و شیخ الکل) کو بری کردیا - اوران مفتریات کے مفتریون کا وم ایسا بند کردیا کہ بجز ایک دو اشخاص کے جن کو حق سے نیچرل (قدرتی) عناد ہی کسی نے لب نہ ہلایا -

اسی کی مثال بعینہ ہمارے مضمون "اقسام ملازمت" اور اس کے مخالفین کا حال ہے -

اس مضمون کی صداقت پر خدا تعالی نے مخالفون سے اسی قسم کی شہادت دلوائی ہے اور ہمکو وراثت انبیا اور ان کے صالحین اتباع کی عطا فرمائی ہے ۔

اس مضمون کے دلایل اور علمی وقایق کا جواب تو اون سے بن نہین پڑا - اسکی جواب مین اونہون نے اسی افک قدیم سے کام لیا اور اسمین سابق مفترین کا (جنہون نے انبیا کو ساحر و مجنون وغیرہ اور مسلمانان عصر نبوی کو نہین مسیح اور گروہ اہلحدیث کو وہابی منکر اولیا قرار دیا تھا) اقتدا کیا - اور اس مضمون کے جواب مین تقریراً و تحریراً مفتریات و بہتانات ذیل کا پل باندھ دیا -

اوّل - صاحب اشاعۃ السنتہ نے سود کو حلال کردیا ہی -

دوم - اُن اقسام ملازمت کو جن مین احکام اسلام کا خلاف پایا جاتا ہے جائز کردیا ہے -

یہ دو افترا عوام کی زبان زد ہین اور افترا دوم ایک استفتا کے ذریعہ سے مشتہر ہوا ہے اور وہ اُن علماء حنفیہ کے پاس بہی ارسال ہوا جنہون نے گلابی چو ورقہ مین

گروہ اہلحدیث کو کافر و مبتدع قرار دیا تہا۔

اس استفتا کا راقم ہمارا ہی ایک شکر گذار اور عاق شاگرد ہے۔ اور اسکی معاون و محرک پانچ نفر اور ہین کہ وہ بہی ہمارے پچیس ۲۵ سال کے تعلیم یافتہ شاگرد ہین پر اب ان کو مصالحہ تیز لگ گیا ہے۔ لہذا وہ دین مین۔ فہم مین۔ تقوی مین۔ اتباع سنت مین ہمپر سبقت کا دعوی کرکے ہماری پیروی سے خارج و سرکش ہو رہے ہین

سوم شروع[*] کلام مین آپ (خاکسار کو مراد رکہتے ہین) اوس ملازمت کو جس مین صریح احکام شرعیہ کے مخالف احکام کو نافذ کرنا پڑتا ہے ناجائز اور ممتنع قطعی فرماتے ہین پہر اوسی ناجائز کو مشتبہ اور مکروہ بنایا پہر اوس اشتباہ اور کراہت کو متقی اور پرہیزگار سے واسطے خاص کیا پہر تقوی اور ورع کو فرشتون مین حصر کر دیا +

** جد پیپیان والی [illegible] علیحدہ ہوے اور اپنے [illegible] احباب اعیان گروہ اہلحدیث کے ساتہہ دوسری مسجد مین جمعہ و جماعت قایم کرنی (جسکا ذکر اخبار شحنہ ہند میرٹہہ کے کسی پرچہ مین انہی حضرت نے شائع کرایا ہے) کی باعث یہی لوگ ہین یہ علیحدگی ان ہی کی آزادی اور بےعلمی کے ساتہ خود اجتہادی کے سبب ہوئی ہے۔ جب وہ درجہ افراط و حد بغاوت تک پہنچگئی۔

اس اجمال کی تفصیل ہم اوسوقت کرینگے جب ہمارے وہ باغی سپاہی ہمارے مقابلہ مین پہر ہتہیار اٹہا ینگے اور انہی ملا صاحب یا کسی اور کو ہمارے مقابلہ مین کہڑا کرکے پہر طوفانی گولے چلائینگے۔

* اس افترا کی تمہید و تفصیل مین بغتری صاحب نے کہا ہے " ان دنون مین ایک رسالہ موسومہ ایک عالم نامی گرامی کا میری نظر سے گذرا۔ جسکی بعض مضامین اور چند مطالب علمائے محققین بلکہ عامہ مسلمین کے نزدیک خلاف صواب اور مخالف کتاب تہے۔ باین ہمہ

چہارم - آپ کی (خاکسار کو کہتے ہیں) تقریر کی رو سے تو معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور جمیع صحابہ بلکہ تمام امت متقیون سے خارج ہیں -

پنجم - ہم سب مسلمان ایسے نامی گرامی عالم کے حال پر بہت افسوس کرتے ہین کہ آپ ان علما اور واعظون پر جو مذہبی تعلیم اور تعلم مین شب و روز مصروف رہتے ہین - خواہ وہ فی الفہم کیسے ہی ہون سخت الفاظ سے طعن و تشنیع کرتے ہین اور ان کی مذمت و برائی چھپوا کر ملکون مین مشتہر و منتشر کرتے ہین تاکہ لوگون کے دلون مین ان سے نفرت پیدا ہو اور عوام الناس ان کی نسبت بدظن اور بداعتقاد ہو جائین نہ خود اُن کی مجلس مین جائین اور نہ اپنی اولاد کو اُن کے حوالہ کرین - اور یہی ترغیب دیتے ہین کہ تمہارے دن تو گذر گئے اب اپنی اولاد کو پادریون - کرانیون - نیچریون کے مدارس مین داخل کرو تاکہ علم معیشت سیکھین اور عزت پیدا کرین اور افلاس و ناداری کی ذلت و خواری سے بچین"

ششم - اس سے زیادہ افسوس کی ایک اور بات ہی کہ اوس ملازمت کو جس مین

تتمہ حاشیہ صفحہ ۱۴۴

اس رسالہ مین اس قسم کا تناقض اور تعارض ہے کہ اس فقیر کو ازبس تعجب آتا ہے کہ ایسے مشہور عالم کی کلام مین ایسا تناقض اور تعارض کس طرح وقوع مین آیا - آپ نمبر ۳ جلد ۱۰ صفحہ ۶ مین فرماتے ہین - قسم ثالث مطلقا بہر دو نوع ناجائز نہین بلکہ اس قسم کی نوع اول ناجائز ہے کیونکہ اس مین صریح احکام شرعیہ کے مخالف حکمون کو نافذ کرنا پڑتا ہے اور بہت آیات اور احادیث جن مین خدا و رسول کے مخالفت پر وعید وارد ہے اس ملازمت کی ممانعت پر دلائل قاطع ہین - اور نمبر ۴ جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۶ مین فرماتے ہین - قسم سوم کی ملازمت جس مین شریعت کے مخالف اور موافق دونون قسم کے کام کرنے پڑتے ہین - یہ قسم مشتبہ ہی - ورع اور تقوی اسمین ہے کہ اس قسم سے اجتناب کرے"۔

خلاف شریعت حکم دینا پڑتا ہے ۔ مولوی صاحب اُن پیشون اور حرفتون پر ترجیح دیتے ہین جن کے کرنے مین شرع نے اجازت دی ہے بلکہ بہت انبیاؑ اور اولیاؒ اور علماؒ بہی پیشے کرتے تہے اور کراتے تہے ۔

ہفتم ۔ جس دن سے اللہ عز و جل نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مبعوث کیا آج دن تک کسی مسلمان سے ثابت نہین کہ کسی کے حق ثابتہ پر یہہ فتویٰ دیا ہو کہ بسبب گزرنے تین سال کے اس حق ثابتہ کا باطل کرنا جائز ہے ۔ آج مولوی صاحب نے برخلاف کل اہل اسلام کے حقوق العباد کی اتلاف و ضیاع کو جائز کر دیا ۔

(یہہ پانچون افترا تین سے سات تک) ایک اردو رسالہ کے ذریعہ سے شائع ہوئے ہین جسکے مولف ایک افغانی ملا صاحب ہین اور اون کے معاون وہی ہمارے پانچ سرکش شاگرد)

ہشتم ۔ افترا ایک طرفہ افترا ہے اور مصرعہ "چہ دلاور ست دزدی کہ بکف چراغ دارد" کا مصداق ہے ۔ اور اوسکو ہماری مضمون اقسام ملازمت" سے کوئی تعلق نہین ہے ۔ اسکی اشاعت ان لوگون مین اور اس مضمون ملازمت کے مقابلہ مین ایسی ہوئی ہے جیسی ایک شخص نے اپنے مشفق ناصح کی اس نصیحت کے "کہ میان تمہاری ازار ٹخنی سے نیچی ہے" جواب مین یہہ بات کہی تہی کہ تمہاری باوا جی کی شادی پہ جو کہانا پکا تہا اوس مین نمک کہان برابر تہا ۔

وہ افترا یہہ ہے کہ صاحب اشاعۃ السنۃ نے اپنے رسالہ مین صاف اور کہلم کہلا کہا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی مخلوق سے بائن نہین ہے بلکہ بذات خود ہر حال مین ہر چیز سے قریب تر ہے ۔

یہ افترا ایک اور رسالہ کے ذریعہ سے شائع ہوا ہے جو خراسانی* عربی مین تصنیف ہوا ہے

* خراسانی عربی وہ ہے جسمین صرف و نحو ادب وغیرہ علوم عربیہ کی رعایت نہو ۔ کیونکہ اہل

اس رسالہ کی اصل عبارت اس افترا کی متضمن ہے کہ رایت لبعض معاصرینا

کی خراسانی (جو صرف و نحو نہین پڑہتی اور قرآن و حدیث فقہ وغیرہ علوم دینی پڑھ لیتی ہین) اسی قسم کی عربی بولتی اور لکھتی ہین - یہی حال ہماری مُلّا صاحب کی عربی کا ہے جسکی پوری تفصیل ہم اس مقام مین نہین کرسکتے - وہ پھر کبھی کرین گے اگر ملا صاحب پہر قلم ہاتہہ مین لین گے - بالفعل بطور تمثیل آپ کے تین رسائل (جو اسوقت تک آپ نے تصنیف کیے ہین) کی عربی کا خراسانی ہونا ظاہر کرتے ہین -

واضح ہو کہ جو آپ نے ایک رسالہ اردو مین ہماری مضمون ملازمت کے جواب (یا یون کہین کہ تائید) مین تالیف کیا اس مین آپ نے صرف اتنی عربی خرچ کی ہے کہ اُس کا نام عربی مین یہ رکھا ہے اعانۃ الملۃ الاسلامیہ [illegible] (باوجودیکہ نام بہت سوچ سمجھ کر رکھے جاتے ہین) آپ نے اپنی خراسانی سنت کا ترک کرنا جائز نہین رکھا اور غلطی سے دریغ نہین فرمایا -

اس مین فعل اشرب کا جو دو مفعول کا خواہان ہے (چنانچہ آیہ اُشربوا فی قلوبھم العجل مین ایک مفعول ضمیر مفعول اشربوا ہے دوسرا عجل) ایک مفعول ضمیر مؤنث ذکر فرمایا ہے دوسرا خورد برد کرلیا ہے -

آپ کا دوسرا رسالہ (جو ہمارے مضمون صفات کے جواب مین آپ نے عربی مین تالیف کیا ہی) سولہ صفحہ کا ہی - ان ۱۶ سولہ صفحہ مین آپ کی عبارت تقریباً ایک صفحہ ہوگی اس ایک صفحہ مین آپ نے بہت غلطیان کی ہین جن مین بعض نحوی ہین بعض ادبی اور جو اقوال غیر اپنے نقل کیے ہین اُن کو بہی اپنی غلطی سے نہین بچایا -

رسایل صحح فیہما بان اللہ لیس مبائنا من خلقہ بل ھو بذاتہ

اس مقام میں مشتے نمونہ خروار دکھایا جاتا وزا بجملہ ۱۷ غلطیون کو بطور تمثیل ذکر کیا جاتا ہی۔ جنمیں سے پانچ غلطیان (نمبر ۹ سے ۱۳ تک) ایک سطر مین ہین۔

نمبر غلطی	نمبر صفحہ	سطر	غلطی	غلط ہونے کی وجہ
۱ و ۲	۱	۴	والباعث علیہم	بعث بلاواسطہ متعدی ہوتا ہے یا بواسطہ "ل" اور ضمیر مجرور کا مرجع "بعض" مفرد ہے نہ "معاصرین" بجمع حق العبارۃ باعثہ علی ذالک او الباعث لہ علیہ
۳	"	۹	مقصودھم عن ذالك	ایک (۱) وہی ضمیر کی غلطی ہے دوسری (۲) کہ مقصود [illegible] عبارت یون چاہئی مقصودہ بذلك
۴ و ۵	۲	۱۱–۱۵	لکن اسند الی نفسہ	دونو "لکن" کا اسم (۱) ندارد ہی اور پہلے "اسند" کا مفعول (۲) نہین ہے۔
۶ و ۷	۲	۱۳	وان کان قرب الملائکہ الذین یکتبون الاعمال ویفسرھا الایۃ	کان کا اسم (۱) یا خبر ندارد ہی اور "ھا" ضمیر کا مرجع (۲) مؤنث کوئی نہین ہی۔
۸	۴	۱۹	لاتجد عن احد	لاتجد کا مفعول ندارد ہی اور یہ لاتجد لغا قلوب سی نہین ہے
۹	۵	۱۶	علی ظاھرھا	(ھا) ضمیر مونث ہے اور مرجع (حدیث) مذکر ہے۔

جد غلطیاں دو ہین محسوب ایک ہوئی دوسری کابل عفو ہے۔ شائع محاورہ میں "ہیئن" بھی بولا جاتا ہے

فی کل مکان قریب الی کل شئی فی کل حال معنا فی الارض"۔

نمبر غلطی	نمبر صفحہ	سطر	غلطی	غلط ہونے کی وجہ
				لفظ حدیث عربی مین مذکر ہے گو خراسان یا ہندوستان مین اسکو مونث سمجھتے ہین اسی نظر سے کہا گیا ہے کہ ملا صاحب کی عربی خراسانی ہے طرفہ یہہ ہے کہ اس سے دوسری سطر مین آپ حدیث کو مذکر ٹھہرا کر اوس کے لیے ضمیر مذکر (ہ) لائے ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس لفظ کی تذکیر یا تانیث کا کچھہ علم نہین رکھتے جو کچھہ ہین اور کہتے ہین۔
۴-۱۱-۱	۵	۲۱	لو طالعت رسایل	(۱) "متعاصرین" موصوف نکرہ ہے اسکی صفت معرفہ
۱۲-۱۳-۱۴	۶	۶	متعاصرین" الذین	(۲) وجدت کا مفعول نہین کیونکہ جملہ
۱۴	۶	۱	ابتدعوا ھذہ المقالۃ	قال الخ" احد کی صفت ہے اور قال"
			ما وجدت فیھا عن احد	الخ اس قال کا مقولہ ہے۔
			من السلف قال فی	(۳) "ہذہ" موصوف واحد مونث
			ھذہ الآیات قال	ہے "مخترعون" اسکی صفت جمع مذکر ہے
			ھذہ المخترعون	(۴) مثلاً "الیہ" "ہذہ" کا "بعض معاصرین" احد مذکر ہے۔
				(۵) لو کے جواب مین (ل) نہین ہے

نقشہ حاشیہ صفحہ (۳۶۶)

اس رسالہ کے مولف بھی وہی ملا صاحب ہین اور وہی ہماری سرکش شاگرد اسکی

نمبر غلطی	نمبر صفحہ	سطر	غلطی	غلط ہونیکی وجہ
۱۵	۷	۷	مقالۃ السلف و ائمۃ السنۃ بل والصحابۃ واللہ رسولہ والمومنون ان اللہ فی السماء	سبحان اللہ کیا صحیح اور فصیح عربی ہے صحت و فصاحت کا ایک دریا ہے کہ موج مار رہی ہے عطف کیا کہہ رہی ہین خصوصاً عطف مومنون مرفوع کا مجرور پر کلام غیر مین ایسا ہی پایا تھا۔ تو اوسپر لوٹ دیا ہوتا یا وجہ صحت کا بیان ہوتا
۱۶	۸	۲۰	قد طبع منہ الذہلی ضمیمۃ	حال مونث ہے ذوالحال ضمیر مجمع مذکر ہے اور اگر ضمیمہ حال نہین ہے تو اس جملہ کا مطلب ملا صاحب کے پیٹ مین ہے
۱۷	[illegible]	[illegible]	[illegible] الی ہذین الامامین	[illegible] بلا واسطہ متعدی ہوتا ہے یا بواسطہ "من" - گو استماع کا صلہ الی آتا ہے

آپ کا تیسرا رسالہ (جو بیعت و الہام مین ہے) فارسی تھا آپ نے ایک دوست سے اردو مین ترجمہ کراکر چھپوایا ہے اور اوس کے اخیر مین مسئلہ زکوۃ عربی مین تحریر کیا ہے جو تین ورق مین ہے ان تین اوراق مین آپ کی صرف چند سطور ہین باقی اقوال غیر۔

ان چند سطرون مین بھی آپ سنت خراسانی ترک نہین کرتے بہت سی غلطیون کے مرتکب ہوئے ہین انمین آٹھ غلطیان یہ ہین جو بطور نمونہ دکھائی جاتی ہین۔

[illegible] (۱۹۰۴)

اشاعت مین انکے معاون۔

نمبر غلطی	نمبر صفحہ	سطر	غلطی	غلط ہونے کی وجہ
۱	۷۷	۱۲	قول المعترض فی اسنادہ حیف مجروح مبہم۔	خبر (ف) کا محل نہین کیونکہ متبدا معنے شرط کا متضمن نہین۔
۲و۳	؍؍	۱۹	ان الحدیث ان الضعیف اذا کان معمولاً فی القرون المشہود لہا بالخیر مقبول۔	شرط کی جزا جملہ چاہیے نہ صرف "مقبول" مفرد اور اگر یہ ان کی خبر ہے تو اس پر لام چاہیے کما فی قولہ تعالیٰ ان الذی فرض علیک القران لرادک الی معاد و ان اللہ لمع المحسنین۔ و ان اللہ لہادی الذین امنوا وقول کعب "ان الرسول لنور یستضاء بہ"
۴	۱۷۸	۵	ان الماء اذا وقعت فیہ نجاسۃ فغیرت لونا او ریحا او طعما۔	تنکیر بے محل ہے۔ کیونکہ "غیرت" کا عطف "وقعت فیہ" پر ہے اور اس مین "ما" کی ضمیر ہے تو لونا الخ کی جگہہ لونہ الخ چاہیے تاکہ ماء کی طرف ضمائر راجع ہون ورنہ ربط نہوگا۔
۵	؍؍	۱۷	اجمعت سلف الامۃ	سلف مذکر ہے اسکا فعل مؤنث۔
۶	۱۸۹	۱۲	لاتحکم لہ الدلالۃ	تحکم کا صلہ ب چاہیے جیسا کہ "یحکم بہ ذوا عدل" آلایہ مین ہے۔

تصحیح اغلاط شائع شدہ صفحہ (۲۶۶)

ملا صاحب کو ہماری مخالفت اور ہمپر افترا پردازی کی جرات کرنے پر باعث دو امر ہین ایک یہہ کہ ملا صاحب درسی علوم مین جو قرآن و حدیث کے خادم و معاون ہین مداخلت نہین رکھتے نہ صرف جانتے ہین نہ نحو نہ اصول نہ فقہ نہ معانی و بیان نہ ادب وغیرہ علوم جو ہندوستان کے مدارس قدیمہ مین پڑہے پڑہائے جاتی ہین اور ان ہی علوم کے پڑہنے پڑہانے سے علما علما کہلاتی ہین۔ آپ اور آپ کے اخوان و زمرہ احباب نے اپنی ساری عمر مین صرف قرآن و حدیث کا ترجمہ اردو یا فارسی زبان مین سیکہا ہے اسی ترجمہ کے ذریعہ سے آپ اور کتب دینیہ کا جو عربی زبان

نمبر غلطی	نمبر صفحہ	سطر	غلطی	غلط ہونے کی وجہ
۸۷	۱۸۱	۷	لایرفع لها راس	رفع کا صلہ الی چاہیے اور نیز شرح کے طور پر یرتفع لازم چاہیے۔

بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ (۳۷۱)

ان اغلاط کو دیکھ کر شاید ملا صاحب کے اتی معتقد یہہ کہین "نحن امة امیة" یعنے ہم لوگ امی ہین۔ ملا صاحب کی عربی درست نہین تو کیا ہو وہ قران و حدیث تو جانتے ہین۔ اس کے **جواب** مین۔ **اولاً** کہا جائے گا کہ اس صورت مین عربی بولکر اور عربی زبان مین رسالہ چھپوا کر عربیت جتانا کب مناسب تہا ثانیاً یہہ کہ آپ کا قرآن و حدیث جاننا بھی امیون یا کم علمون* کے خیال مین ہے۔ یہہ امر ناظرین کو ملاحظہ **نوٹ** (حاشیہ) صفحہ (۳۷۳) سے معلوم ہو جائے گا۔

---

*: بعض علما جو آپ کی نسبت ایسا خیال رکھتے ہین تو وہ آپ کے حال سے واقف نہین اور آپ کی **افادات و تحریرات** کو توجہ سے نہین دیکھتے۔ دیکھین تو ہمارے ساتھ کلی اتفاق کرین (نوٹ پر نوٹ)

مین ہین اُلٹا سیدھا ترجمہ کر لیتے اور اون کی نقول و عبارات سے اپنی مجالس وعظ اور تحریرات مین استدلال کرتے ہین۔ عربیت کی اصلیت کو آپ ہرگز پہنچ نہین سکتے اور نہ کسی عبارت عربی کے (قرآن و حدیث مین کیون نہو) باریک مطلب کو سمجھ سکتے ہین۔

نوٹ: ہمارے اس دعوی کو شاید ملا صاحب کے معتقد علمیت تعجب سے دیکھین اور یہہ کہین کہ قران حدیث تو ان لوگون کا وظیفہ ہے۔ پھر ان کا قران حدیث کی باریک باتون کو نہ سمجھنا کیا معنی رکھتا ہے ان لوگون کے رفع تعجب و دفع سوال کی غرض سے ہم اس مقام مین ایک دو مثالین پیش کرتے ہین جنسے ان حضرت کا قرآن و حدیث کی باریک باتون کا نہ سمجھنا ان لوگون کو معلوم ہو۔

(۱) ملا صاحب اپنے اردو رسالہ مین آیت و کذالک جعلنا فی کل قریۃ اکابر مجرمیہا کا ترجمہ بالفاظ ذیل کرتے ہین۔ ہر بستی مین رئیس بڑے عہدہ دار عزت والے ہی نافرمان بردار اور گنہگار ہوتے ہین۔

اس ترجمہ مین جو آپنے ہی کا لفظ لگاکر نافرمانی اور گناہگاری کا حصر رئیسون اور عزت والون مین کردیا ہے۔ یہہ آپ کی باریک بات کو نہ سمجھنے پر کافی دلیل ہے۔ یہ حصر نہ قران کی اس آیت سے ثابت ہی نہ کسی تفسیر سے مفہوم ہوتا ہے اور نہ واقع اور نفس الامر مین اس کا اثر پایا جاتا ہی۔ اس آیہ قران کا بلحاظ مابعد یہہ مطلب ہے کہ ہر بستی مین ہمنے اسکے بڑے لوگون کو اس لئے مجرم بنایا کہ وہ ان بستیون مین مکر (بری تدبیرین) کرین دینے اور لوگون کو ایمان سے روکین) اس مطلب مین نہ نافرمانی کا رئیسون مین حصر پایا جاتا ہے اور نہ رئیسون کا نافرمانی پر قصر۔ یعنے اس سے نہ یہہ بات نکلتی ہے کہ بجز رئیسون کے کوئی گنہگار نہین ہوتا۔ اور غریب سبھی فرمان بردار ہوتے ہین۔

یہی حال انکا اردو عبارت کا مطلب سمجھنے میں ہے اور از انجا کہ اشاعۃ السنۃ

نہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رئیس سبھی گنہگار ہوتے ہین ان مین کوئی بھی فرمان بردار نہین ہوتا اس آیہ مین رئیسون کا ذکر خاص اسلئے ہوا ہے کہ مکر پر ان کو عام لوگون کی نسبت زیادہ قدرت حاصل ہوتی ہے۔ غریب بھی لوگون کو بہکاتے اور گناہ کی طرف بلاتے ہین مگر اون کا اثر کم ہوتا ہے۔ یہی مطلب اس آیہ کا مفسرین نے بیان کیا ہے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب ہندی ترجمہ قرآن مین فرماتے ہین۔ "اور یون ہی رکھے ہین ہر بستی مین گناہ گارون کے سردار کہ حیلہ لایا کرین وہان ف یعنی ہمیشہ کافرون کے سردار حیلہ نکالتی ہین تا عوام پیغمبر کے مطیع نہو جاوین۔ جیسے فرعون نے معجزہ دیکھا تو حیلہ نکالا کہ سحر کے زور سے سلطنت لینا چاہتا ہے"

تفسیر بیضاوی مین ہے "خاص رئیسون کو ذکر کرنیکی وجہ یہہ ہے کہ وہ

تخصیص الاکابر لانھم اقوی علی استتباع الناس والمکر بھم بیضاوی صفحہ ۲۶۹	لوگون کو اپنی تابع کرنے اور ایمان سے روکنے پر زیادہ قدرت رکھتے ہین"۔

تفسیر فتح البیان مین ہے کہ "رئیسون کا خاص ذکر اسلئے ہوا ہے کہ وہ

وخصھم بالذکر لانھم اقدر علی الفساد والغدر وترویج الباطل بین الناس من غیرھم (فتح البیان صفحہ ۲۵۰)	غدر و فساد کرنے اور باطل کو رواج دینے پر زیادہ قدرت رکھتے ہین"۔

تفسیر حاشیہ (۱۲)

عربی و اردو مین شائع ہوتا ہے اور بعض مضامین بھی اسکی ایسے نہین ہوتے جنکو ہر شخص

ایسا ہی تفسیر کبیر وغیرہ تفسیرون مین ہے اور ایسی تفسیر ہم نے کوئی نہین دیکھی (شاید	قال الزجاج انما جعل المجرمين اكابرها لانهم لاجل رياستهم اقدر على الغدر والمكر وترويج الباطل على الناس من غيرهم (تفسیر کبیر صفحہ ۲۰۶ ج ۴)

خراسان مین کوئی ہو) جس مین نافرمانی کا حصر رئیسون مین کیا گیا ہو یا رئیسون کا قصر نافرمانی پر -

موجودہ تفاسیر مین مفسرین کا یہہ کہنا کہ رئیس قوت و قدرت اضلال مین زیادہ ہوتے ہین صاف یہہ کہتا ہے کہ غریب اس قوت و قدرت مین ان سے کم ہوتے ہین وہ اس سے بالکل خالی نہین ہوتے اور اس سے مُلّا صاحب کا حصر بالطبع ہی غلط و باطل ہے [illegible] واقع کو دیکھا جاوے - تو اس سے بھی اس حصر کا باطل ہونا ثابت ہے - رئیس بھی مجرم نہین ہوتے اور نہ غریب بھی مطیع - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلے جو لوگ ایمان لائے اور آپ کے یار غار و اصحاب کبار اور مہاجر کہلائے وہ جلیل الشان و معزز رئیس تھے نہ غریب بے عزت - اور بہتیرے غریب فتح مکہ کے دن تک کافر رہے تھے - خدا جانے مُلّا صاحب کا ان دونو گروہ کی نسبت کیا خیال ہے آپ ہماری مخالفت مین کچھہ فرماوینگے تو ہم بھی کچھہ قلم مین لا وینگے -

(۲) آیت کذلک کدنا لیوسف ما کان لیاخذ اخاہ فی دین الملک الا ان یشاء اللہ کے مُلّا صاحب نے یہ معنی سمجھے ہین کہ حضرت یوسف ع

(تتمہ حاشیہ صفحہ ۳۴۲)

ترجمہ خوان سمجھ سکے۔ اور مضمون "اقسام ملازمت" مین تو ایسی دقیق باتین ہین۔ (جنبی مخالف)

سلطنت مصر مین سبجز غلہ فروشی کے کچھہ اختیار نہ رکھتے اور وہ صاحب حکومت نہ تھے اور جو بعض تفاسیر مین ان کا فرمان روائے سلطنت ہونا بیان ہوا ہی یہ محض قصہ خوانون کی بے اصل نقلین ہین آپ فرماتے ہین یہہ دلیل کہ حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے قائم مقام ہو کر سریر سلطنت کے فرمان روا ہوئے تو ان کا عملدرآمد اُسی قانون پر تھا جو مصر کی سلطنت مین مروج تھا اُس مین بعض احکام ایسے بہی ہے جو شریعت یعقوبی سے متغایر اور متفاوت تہے۔ یہ دلیل بے اصل اور بے ثبوت ہے صرف قصہ خوانون اور مورخون کی بے اصل نقلون سے نصوص کتاب و سنت کس طرح چھوڑ دی جاوین۔ یہہ سے قران اور کتب احادیث معتبرہ کہین سے ثابت نہین ہوتا کہ یوسف علیہ السلام کے ذمہ فوجداری و دیوانی مقدمات وغیرہ امور سلطنت کے فیصل کرنیکا عہدہ تفویض تہا بلکہ قران مجید سے تو یہہ ثابت ہوتا ہے کہ خزائن مصر کے جمع وخرچ پر بادشاہ کی طرف سے مقرر تھے قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم اس سے صاف ظاہر ہے کہ یوسف علیہ السلام بادشاہ کی طرف سے خزانون پر مامور تہے اور غلہ کے جمع کرنے اور خرید و فروخت مین مصروف رہے۔ یہہ بات کہین سے ثابت نہین ہوتی کہ آپ مقدمات کا فیصلہ بہی کیا کرتے تہے آیہ کریمہ کذلک کدنا لیوسف ما کان لہ٭ ان یاخذ اخاہ فی دین الملک الا ان یشاء اللہ بہی اسی امر پر دال ہے کہ آپ نے نزدائے

٭ آپکے رسالہ مین ایسا ہی ہے شاید خراسان کی قرات مین یہ لفظ بہی آیا ہو ورنہ عربی مین تو ما کان لیاخذ ہے۔

مغایرت مین فرق ۔ اور نص کا عموم افراد معنے مراد مین معتبر ہونا نہ افراد معنی غیر مراد مین

بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ (۳۷۳)

سر پر سلطنت نہ تھی اور گیر و دار کے اختیارات نہین رکھتے تھے محض تدبیر آلہی اور مشیت ایزدی سے اپنے بھائی کو پکڑا ورنہ بادشاہ کے دین و حکومت مین انکو کہان دسترس تھی کہ بھائی کو پکڑتے

آپ کا یہہ بیان صاف مشعر ہے کہ یہہ بیچارے مسکین* باریک باتین کجا قرآن کا ظاہری ترجمہ بھی نہین سمجھتے اور قرآن مین آپکا حصہ صرف الفاظ خوانی یا اوراق گردانی ہے ۔

اے مسکین ملا صاحب! حضرت یوسف علیہ السلام کا فرمان روائے سلطنت مصر ہو جانا تو منطوق و منصوص قرآن ہے جسپر قرآن کے صریح الفاظ "مکنا" ۔ اور ملک" و "عزیز" وغیرہ صاف ناطق ہین ۔ مفسرین نے اسی منطوق کے اجمال کی تفصیل کی ہے کسی اپنی طرف سے یہہ بات نہین کہی اور اس تفصیل سے کوئی خاص مفسر متفرد نہین ہے بلکہ سبھی مفسرین (جنکی کلام سے آپ بھی استدلال کیا کرتے ہین اور انکو محض قصہ خوان نہین جانتے) اس تفصیل کے مرتکب ہوئے ہین۔

ہم اس مقام مین ملا صاحب کو الفاظ قرآن اور اسکا ترجمہ سناتے ہین

* علم و فہم سے تہیدست ہونے کی نظر سے انکو مسکین کہا گیا ہے مال و دولت دنیا مین تو وہ ہم سے بدرجہا بڑھ کر ہین اسکی تفصیل و دلیل پھر کبھی بیان ہوگی ۔ (نوٹ پر نوٹ)

وعلیٰ ہذا القیاس) لہذا ملا صاحب ہمارے ان مضامین کے اصلی مطلب کو نہین

اس کے بعد اقوال مفسرین کو پیش کرین گے - قران مین ذکر ہے - حضرت
یوسف علیہ السلام شاہ مصر سے ہمکلام ہوئے تو اوسنے کہا آج آپ ہمارے

وقال الملك ائتونی به استخلصه لنفسی فلما كلمه قال انك اليوم لدينا مكين امين قال اجعلنی على خزائن الارض انی حفيظ عليم وكذلك مكنا ليوسف فی الارض يتبوأ منها حيث يشاء ٭ (سورۃ یوسف ع ۷)	پاس رتبہ والے ہین امانتدار - اُنہون نے فرمایا مجھے زمین کے خزانون پر مقرر کرو مین محافظ ہون واقفکار ایسا ہی ہمنے یوسف

کو زمین مین تسلط عطا کیا - وہ جہان چاہتا ملک مصر کی زمین مین
[illegible]

قران مین قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خاتمہ پر حضرت یوسف علیہ السلام سے
یہ کلمات شکریہ و اعترافیہ نقل کئے گئے ہین اے خدا تو نے مجھے

رب قد اتیتنی من الملك وعلمتنی من تاويل الاحاديث فاطر السموات والارض انت ولیی فی الدنيا والاخرة توفنی مسلما والحقنی بالصالحین (یوسف ع ۱۱)	بادشاہت دی اور باتون (خوابون) کا بیان سکھایا اے آسمانون اور زمین کے

خالق تو مجھے اسلام مین مارلو اور نیک بندون سے ملا لو -
ان آیات مین لفظ "مکنا" جسکا ترجمہ بمعنی تسلط کیا ہے اور لفظ "ملک" جسکا
ترجمہ بادشاہت سے ہوا ہے اور جملہ "یتبوأ من الارض حیث یشاء" جسکا ترجمہ

پہنچے اور بحکم "من جہل شیا اعداہ" ان کے مخالف منکران مضامین اور ان کے مؤلف

زمین مین ٹھکانا بنانے سے ہوا ہے صاف ناطق ہین کہ حضرت یوسف علیہ السلام صرف محافظ نہ تھے بلکہ علاوہ بران وہ کل زمین مصر کی مالک و متصرف ہو گئے تھے اور اوس مین قدرت و مکنت (یعنی تسلط) حاصل کر چکے تھے۔ اور آخر مصر کے بادشاہ بھی ہو گئے تھے۔

تفسیر معالم مین ابن عباس سے باسند نقل کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام

وباسنادہ عن عباس رضی اللہ عنہما قال لما انصرمت السنۃ من الیوم الذی سأل الامارۃ دعاہ الملک فتوجہ و ردّاہ بسیفہ ووضع لہ سریرا من ذھب مکلل بالدر والیاقوت × × × امرہ ان یخرج فخرج متوجا فانطلق حتی جلس علی السریر ودانت لہ الملوک ودخل الملک بیتہ وفوض الیہ امر مصر وعزل قطفیر عما کان علیہ وجعل یوسف مکانہ قالہ ابن اسحاق وقال ابن زید وکان لملک مصر خزائن کثیرۃ فسلم سلطانہ

(تفسیر معالم حاشیہ خازن صفحہ ۳۶۳)

کی درخواست پر ایک سال گذرا تو بادشاہ نے اون کو تاج پہنایا اور تخت پر بٹھایا اور تلوار کو انکے زیب تن فرمایا اور عزیز مصر کو موقوف کرکے اون کو نائب سلطنت مقرر کر دیا اور جملہ اختیارات سلطنت کو ان کے سپرد کیا اور بادشاہ خود خانہ نشین ہوا۔ ابن اسحاق نے نقل کیا ہے۔ اور ابن زید نے کہا ہے کہ بادشاہ نے تمام سلطنت کو آپکے سپرد کیا اور ان کے فیصلجات و حکم کو نافذ فرمایا پس سلطنت مصر انکے لئے مستحکم ہو گئی اور اونہون نے عدالت قائم کی اور تمام زن و مرد مین ہر دلعزیزی

کی نسبت افترا و اتہام کے درپے ہو گئے ہین۔

کله الیه وجعل امره وقضاءه نافذا واستوثق لیوسف ملک مصر فاقام فیهم العدل واحبه الرجال والنساء فذلک قوله وکذلک مکنا لیوسف فی الارض ۔ معالم ص ۲۶

حاصل کی خدا تعالی کے اس قول سے کہ ہم نے اون کو مکنت (سلطنت) عطا فرمائی ہے۔ وہ جہان چاہتے ٹہکانا بناتے یہی مراد ہے ۔

ایسا ہی تفسیر فتح البیان مین ہے اور اسمین مکنت (سلطنت یا تسلط) کی تفسیر مین یہ بہی کہا ہے کہ تمکین یا مکنت سے یہ مراد ہے کہ ان کو قدرت پوری

(جلد پنجم صفحہ ۴۶ ۴۷) [illegible]

وکذلک ای مثل ذلک التمکین العجیب مکنا لیوسف ای جعلنا له مکانا فی الارض ای ارض مصر روی انها کانت اربعین فرسخا فی اربعین و التمکین عبارة عن کمال قدرته ونفوذ امره ونهیه حتی لاینازعه منازع

حاصل تہی اور ان کی (احکام) امر و نہی ایسے نافذ تہے کہ کوئی اون کی راے و اختیار مین مزاحم نہوتا تہا یہان تک کہ بادشاہ مصر خود بہی آپ ہی کی راے پر چلتا اور آپ پر اعتراض نکرتا گویا کہ وہ

٭ مکنت یوسفی کی اس تفسیر و تفصیل کے لحاظ سے شاید کسی کو یہہ شبہہ پیدا ہو کہ اس مکنت کے ہوتے حضرت یوسف علیہ السلام کا مقدمہ سرقہ مین شریعت یعقوبی پر خود کبہی فیصلہ نکرنا اور اوسپر قادر نہونا جیسا کہ تمنے مضمون اقسام ملازمت مین دعوی کیا ہے کیا معنی رکہتا ہے اور قرآن مین اسکا ثبوت کہان پایا جاتا ہے اور اس مکنت سے اس عدم فیصلہ یا عدم قدرت کی تطبیق و توفیق

دوسرا باعث یہ کہ ملا صاحب ہم سے ذاتی رنج و عناد رکھتے ہین۔ یہ رنج

بما یراہ ویختارہ وصار الملك یصدر عن رایہ ولا یعترض علیہ فی کل رائ وکان فی حکم التابع وصار الناس یعملون علی امرہ ونھیہ یتبوأ منہا حیث یشاء ای ینزل منہا حیث اراد بعد الضیق والحبس ویتخذہ مباءۃ وھی عبارۃ [illegible] کما تقدم وکانہ یتصرف فی الارض التی امرھا الی سلطان مصر کما یتصرف الرجل فی منزلہ (فتح البیان)

وہ آپ کے حکم کے تابع تہا اور تمام لوگ آپ ہی کے حکم کی تعمیل کرتے یہہ قول خداوندی کہ "جہان وہ چاہتا جگہہ بناتا" بہی یہی معنے رکہتا ہے کہ اون کو مصر کی تمام زمین پر (جو چار ہزار آٹہہ سو میل کمر تہی اور شاہ مصر کے زیر حکومت) تصرف کا اختیار حاصل تہا۔ جیسے کسی کو اپنے گہر کا اختیار حاصل ہوتا [illegible] ہے

تفسیر جامع البیان (جسکو ملا صاحب بڑی معتبر سمجہتے ہین اور آپ کے خاندان مین سبہی لوگ اس تفسیر کو آگے رکہکر ترجمہ قرآن پڑہا کرتے ہین

کیونکر ہو سکتی ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف کا اس قسم کا فیصلہ خود نکرنا اور اوسپر قادر نہونا اس قول خداوندی سے ثابت ہے کہ "یہہ داؤ یوسف کو ہم نے بتایا وہ اسپر قادر نہ تہا کہ بادشاہ کے دین (آئین) کے روسے بہائی کو

بھی اُن کو ہماری کلام کا صحیح مطلب سمجھنے سے ہٹاتا اور ہمارے حسن وصواب کو

آپ ہی لوگون نے اس تفسیر کو چھپوایا اور اس ملک مین پھیلایا تہا اور اس سے بہت سا مالی فایدہ اٹھایا) مین بہی ایسا ہی لکھا ہے جسکو قصۂ بے اصل سمجھا گیا ہے اسکی عربی عبارت ہم حاشیہ مین نقل کرتے ہین اسکا ترجمہ تو ملا صاحب نے پڑھا ہوا ہوگا اسکو ان الفاظ کا جنکو ہم نے جلی قلم سے لکھا ہے ترجمہ [illegible]

ایسا ہی عامہ تفاسیر مین لکھا ہے اور کسی تفسیر مین جو ہندوستان مین ہے (خراسانی تفسیرون کا ذکر نہین ہے) ہمنے یہہ نہین پایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر مین صرف دارو غہ غلہ رہی ہین سلطنت وفرمان روائی ان کو حاصل نہین ہوئی ملا صاحب ان تفاسیر کے بیان کو قصۂ بے اصل سمجھتے ہین۔ تو ہمکو کوئی تفسیر دکھاوین جسمین اسکا خلاف ہو ورنہ اپنے اس دعوی کو کہ یہہ باتین بے اصل اور قصہ خوانون کی نقلین ہین اور قرآن اور حدیث سے حضرت یوسف علیہ السلام کا

قیدین لینا خدا تعالے کا یہ کہنا کہ یہہ داؤ ہمنے بتایا تب ہی صحیح ہو سکتا ہے جبکہ

(۱) تفسیر حاشیہ صفحہ ۳۷۶

قیل ان العزیز توفی او عزل فجعل الملک یوسف مکانہ فزوجہ امرأتہ زلیخا فوجدھا عذراء وولدلہ منہما ابنان وکذلک مکنا لیوسف فی الارض ارض مصر یتبوأ منہا حیث یشاء وبعد الضیق والحبس او یتصرف فیہا کیف یشاء۔ وجاء اخوۃ یوسف لما ولاہ ملک مصر الوزارۃ [illegible] الزراعات قد خلت السنون المجدبۃ وعم القحط حتی وصل الی بلاد کنعان فجاء اخوۃ یشتروا منہ الطعام۔

(جامع البیان ص۲۰۶)

[illegible]

عیب خطا بنا کر دکہاتا ہے - اور ہم پر اتہام کی جرأت دلاتا ہے -

امور سلطنت مین با اختیار ہونا ثابت نہین ہے ندامت کے ساتھ واپس لین

اور اگر ملا صاحب اب یہہ کہین کہ اس دعوی مین ہم زمانہ کی قید لگانا بہول گئے ہین بیشک حضرت یوسف کو بادشاہت اور حکومت اور اختیارات سلطنت حاصل ہوگئے تہی چنانچہ الفاظ قران کے اجمال اور مفسرین کے تفصیل سے ثابت ہے) مگر یہہ اختیارات بہائی کو قید کرنے کے وقت انکو حاصل نہتی - اسوقت تو آپ صرف داروغہ تہے تو اس کے جواب مین کہا جاوے گا کہ یہ دعوی بہی محض دروغ ہے اور قران سے ناواقفی پر مبنی ہے حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بہائی کو قید کرنے کے وقت بلکہ اس سے پیشتر) فنانشل (مالی) اور جوڈیشل (دیوانی و فوجداری) اختیارات کے مالک ہو چکے تہے یہہ امر سیاق اور الفاظ قران سے ثابت ہے ملا صاحب کو کچہہ نظر نہ آوے تو کسکا قصور -

قران مین حضرت یوسف علیہ السلام کا صاحب تمکین و تسلط ہونا جو لفظ مکنا سے ثابت ہے) قصہ اخوان یوسف سے پہلے بیان ہوا ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ وہ تمکین و تسلّط حضرت یوسف علیہ السلام کو بہائیون کے آنے سے پیشتر حاصل ہو چکا تہا قران سے یہہ بات ملا صاحب کو سمجہ مین نہ آوے تو وہ اپنی تفسیر جامع البیان کی عبارت منقولہ سابق کو دیکہین جس مین صاف تصریح ہے کہ یوسف علیہ السلام حاکم ہو چکے تہے تب ان کے بہائی آئے اب ہم وہ الفاظ قران پیش کرتے ہین جن مین صاف طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کا بہائیون کے آنے سے پیشتر فنانشل اور

تفسیر حاشیہ جلالین صفحہ (۳۲/۴)

تفسیر جامع البیان صفحہ ۲۸۰

یوسف علیہ السلام اس فیصلہ پر پہلے کبہی عمل نہوا ہو اور آپ کو اس پر قدرت

چنانچہ کہا گیا ہے **شعر**

جو ذیشل اختیارات مین سلطنت کی طرف سے مختار و ممتاز ہونا ثابت ہے ؛

قرآن مین ذکر ہے کہ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بہائیون کا سامان تیار

> ولما جہزہم بجہازہم قال ائتونی باخ لکم من ابیکم × وقال لفتیانہ اجعلوا بضاعتہم فی رحالہم لعلہم یعرفونہا اذا انقلبوا الی اہلہم لعلہم یرجعون (یوسف ع۶)

کر دیا۔ اور اپنے حقیقی بہائی کو ساتھ لانے کا اونسے سوال کیا تو اپنی ملازمونکو کہدیا کہ ان کی پونجی (جسکو وہ خرید غلہ کے لیے لائے۔ اور یوسف علیہ السلام کو دے چکے تہے) ان کے بوجہون مین رکہدو تاکہ وہ اسکو گہر جاکر پہچانین۔ تو پہر پہیان آوین ؛

> ولما فتحوا امتاعہم وجدوا بضاعتہم ردت الیہم قالوا یا ابانا ما نبغی ہذہ بضاعتنا ردت الینا۔ یوسف ع۸

جب اونہون نے (اپنے گہر پہنچکر) اپنا سامان کہولا تو اوس مین اپنی پونجی کو پایا اور بولے اے باپ یہ ہماری پونجی ہے۔ وہ ہمکو پہیر دی گئی ہے ؛

یہ الفاظ قرآن کے صاف ناطق ہین کہ حضرت یوسف علیہ السلام اوسوقت صرف محافظ غلہ اور امین ہی نہ تہے بلکہ فنانشل اختیارات بہی رکہتے تہے یہ اختیارات نرکہتے تو بہائیون کو غلہ کے دام جو بادشاہ مصر کا حق تہا اور در صورت محض امین ہونیکے انکو مین تصرف کا اختیار نہ تہا واپس نکرتے

حاصل ہو۔ حضرت یوسف علیہ السلام اسپر پہلے عمل کرتے یا اسپر قادر ہوتے تو

فعین الرضا من عیب کلیلۃ ٭ ولکن عین السخط تبدی المساویا

اسکے بعد قرآن مین یہہ ذکر ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دوبارہ

فلما جهزهم بجهازهم جعل السقاية في رحل اخيه ثم اذن موذن ايتها العير انكم لسارقون قالوا واقبلوا عليهم ماذا تفقدون قالوا نفقد صواع الملك ولمن جاء به حمل بعير وانا به زعيم قالوا تالله لقد علمتم ما جئنا لنفسد في الارض وما كنا سارقين قالوا فما جزاؤه ان كنتم كذبين قالوا جزاؤه من وجد في رحله فهو جزاؤه كذلك نجزي الظلمين فبدأ باوعيتهم قبل وعاء اخيه ثم استخرجها من وعاء اخيه كذلك كدنا ليوسف ما كان لياخذ اخاه في دين الملك الا ان يشاء الله نرفع درجات من نشاء وفوق كل ذي علم عليم - سورہ یوسف ع ۹

ان کو سامان تیار کر دیا تو (بادشاہ کا پیمانہ (جس سے پانی بہی پی لیا جاتا تہا) اون کے بوجہ مین رکہہ دیا پہر پکارنے والا (حضرت یوسف علیہ السلام کا ملازم) بولا۔ قافلے والو! تم چور ہو وہ اون کی طرف متوجہ ہو کر بولے تمہارا کیا کہویا گیا ہے اُنہون نے کہا بادشاہ کا پیمانہ [illegible] اونٹ کا بوجہ انعام مین ہلے وہ بولے ہم فساد کرنے کو نہین آئے اور نہ ہم چور ہین انہون نے کہا تم جہوٹے نکلے تو چور کی کیا سزا ہے وہ بولے جسکے بوجہ مین وہ ملے وہی اوسکے بدلے قید مین جائے ظالمون کو ہم یہی سزا دیا کرتے ہین پہر یوسف نے پہلے اُن کی خرجیان دیکہین پہر اپنے بہائی کی خرجی سے اوسکو

یہہ فیصلہ انکا معمولی حکم اور اپنا عمل ہوتا اوسکو خدا سے تعالے اپنا بتایا ہوا

اس رنج و عناد کے موجب و سبب دو امر ہین۔

نکال لیا (خدا فرماتا ہے) یون ہی ہمنے یوسف کو داوٗ بتایا وہ بادشاہ کے آئین کے روسے اپنے بھائی کو نہ لے سکتا تہا،، اسکے بعد ذکر ہے کہ بھائیون نے یوسف کو عزیز مصر کہا یہ الفاظ صاف ناطق ہے کہ اس مقدمہ مین (کیا تحقیقات کے وقت اور کیا بوقت حکمِ اخیر) جو کچھ کیا حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا۔ شاہ مصر یا اوسکی کسی اور آفیسر (پولیس یا مجسٹریٹ) نے اس مین کوئی دخل نہین دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام ہی تہے جنہون نے بھائی کے بوجھہ مین بادشاہ کا پیمانہ چہپایا **وہی تھے** جنہون نے (اپنے ماتحت کے ذریعہ) بھائیون کو چوری کا الزام لگایا **وہی تھے** جنہون نے چوری کی سزا مین قید کا حکم شریعت یعقوبی کے موافق اپنے بھائیون کی زبان سے نکلوایا **وہی تھے** جنہون [illegible] اپنے بھائی کی خرجی سے پیالہ نکالا اور اوسکے بدلے بھائی کو لے لیا۔ جسکو خدا تعالے نے اپنی بتائی ہوئی تدبیر ٹہرایا اور اسکے سبب حضرت یوسف علیہ السلام پر اپنا احسان جتایا۔

یہہ جو کچھ حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا فوجداری کے اختیارات اور **مجسٹریٹی*** کے فرائض کے اقتضا سے کیا حضرت یوسف علیہ السلام صرف محافظ ہوتے تو اس مقدمہ مین کچہہ نکرتے بلکہ اس مقدمہ کو پولیس یا محکمہ مجسٹریٹ مین بہیجتے اور اس کا ذکر قران مین ہوتا۔ قران مین اس مقدمہ کی کارروائی اور فیصلہ کو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف نسبت نکیا جاتا ملا صاحب خدا اور رسول صلعم اور مفسرین اہل اسلام کے بیان کو (جسمین اس کارروائی کو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے) غلط یا مجازیر

داوٗ نفرماتا اور خدا کا یہہ کہنا کہ "بادشاہ کی آئین کے روسے یوسف عہ بھائی کو

امر اوّل یہ کہ ملا صاحب اور اون کے اخوان کو جن مین کئی ہمارے شاگرد

عمل کرتے ہین تو براہ مہربانی و بنظر ہدایت ہمکو اس مقدمہ کی اصلی کیفیت تحقیقات
و تجویز اخیر بتاوین اور اس سے بھی اطلاع دین کہ اسوقت حضرت یوسف
علیہ السلام کے سوا مصر مین افسر پولیس اور مجسٹریٹ کون تہا اور تحقیق و فیصل
مقدمات دیوانی و فوجداری کون کیا کرتا تہا (سردار چند انگہ یا مسٹر واربٹن
یا مسٹر پارکر یا کوئی اور مصری پاشا) ملا صاحب کو اُن کے نام سے ضرور اطلاع
ہوگی اگر وہ قران کے بیان کو غلط قرار دینگے۔
ظاہر مفہوم قران کا غلط ہونا ثابت نہ کر سکین اور اس مقدمہ کی تحقیقات اور حکم
اخیر کا مہتمم و مجوز حضرت یوسف علیہ السلام ہی کو مان لین تو پہر ہمکو یہہ بتاوین کہ
اس ملازمت میں آپکا کام [illegible] کہ آپ فرمان [illegible] سلطنت [illegible] اور
گیرودار کے اختیارات نہین رکہتے تہے۔ بادشاہ کے دین و حکومت مین
آپ کو کہان دسترس تہی کہ بہائی کو پکڑتے) کیا معنی رکہتا ہے اور امور
سلطنت مین مداخلت اور فوجداری کے اختیارات کس چیز کا نام ہے
اگر یہہ کارروائی جو حضرت نے کی ہے فوجداری اور مجسٹریٹی کی کارروائی
نہین ہے۔ اور آپکا عزیز مصر ہونا کس معنے پر تھا
ان دو مثالون کے ملاحظہ سے ہمارے ناظرین کو یقین ہوگا کہ ملا صاحب تو آن
کی موٹی باتون کو بہی (چہ جائے باریک) نہین سمجھتے۔
لیک دو مثالین ملا صاحب کی حدیث کو نہ سمجھنے کی بہی ہم بیان کرنا چاہتے ہے
مگر حاشیہ کی طوالت نے ان باتون کے بیان سے روک دیا ہے وہ آئندہ
سہی۔ یار باقی صحبت باقی۔ جو ناظرین اوسوقت تک صبر نہ کر سکین وہ ہمارے

نہ لے سکتا تہا' بہی تب ہی صحیح اور جائز ہو سکتا ہے۔ جبکہ اسوقت بادشاہ کی آئین

ہی ہیں ہم عالم نہیں سمجھتے اور جیسے اُن کے والد ماجد سے (جو ایک فرشتہ سیرت

ہمارے رسالہ نمبر ۵-۶ جلد ۶ صفحہ ۱۴۴ وغیرہ اور نمبر ۳ جلد ۹ صفحہ ۸۵ وغیرہ کو دیکھیں ان مقامات میں جو جعلی حدیث میں غلط فہمیوں کا بیان ہے وہ ملا صاحب ہی کے اور ان کے اخوان خراسانی کے حق میں ہے۔

دوسری مثال کے بیان سے جو ملا صاحب کی نافہمی کا اظہار ہوا ہے اس بیان میں پنجاب کے اہل علم کو جنہوں نے ملا صاحب کا رسالہ دیکھا ہے ہمارے ساتھ اتفاق ہے ایک نوجوان مشہور عالم گجرات پنجاب کا اس مضمون کا خط ہمارے پاس موجود ہے۔ "مولف الملاقۃ الاسلامیہ نے سخت اور ڈبل غلطی کی ہے کہ یوسف علیہ السلام کی حکومت سے انکاری ہیں"۔ ایسا ہی اور اضلاع پنجاب کے علماء کے اقوال ہمکو بلا واسطہ اور بالواسطہ پہونچے ہیں۔ ملا صاحب ہماری امثلہ کو پڑھ کر اپنی نافہمی کے قایل نہ ہونگے تو ہم آیندہ اون علماء کے اقوال رسالہ میں مشتہر کرینگے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

★★ اسپر بھی شاید معتقدین علمیت ملا صاحب اعتراض کرین کہ ملا صاحب اور اون کے اخوان واحباب قرآن وحدیث پڑھتے پڑھاتے ہین لوگون کو وعظ سُناتے ہین فتوی دیتے رسالے بناتے ہین پھر یہہ عالم کیون کر نہوے اسکا جواب یہہ ہے کہ بہت لوگ ایسے ہین جو صرف اردو بلکہ پنجابی مین قرآن وحدیث کا ترجمہ سیکھہ کر ترجمہ قرآن پڑھاتے ہین لوگون کو فتوی دیتے مسایل سناتے ہین اردو و پنجابی زبان مین کتب و رسایل بنا لیتے ہین اور وعظ ایسا کرتے ہین کہ اون کے وعظ مین اون کی خوش آوازی یا بیان زمانہ سازی یا

(حاشیہ: تتمہ حاشیہ صفحہ (۳۴۲))

تتمہ حاشیہ صفحہ ★★ قانون معقولی کے مغایر ہو اور اوس سے حوصلہ قید مین آنا ممکن ہو اور حضرت یوسف کا

بزرگ سیرت تھے متوکل علی اللہ متبتل الی اللہ عن کل ما سوے اللہ زاھد و متقی و تارک الدنیا) اخلاص و محبت و اعتقاد

افترا پردازی کے سبب ہزارون لوگ جمع ہو جاتے ہین اور ان اشغال کے ساتھ ان لوگون کو یہہ حضرات علما نہین سمجھتے اور غالباً ان کے حق مین یہہ شعر پڑہتے ہونگے۔ **شعر**

واعظا شہر کہ مردم ملکش مے خوانند - پیش ما نیز چنین ست کہ او مردم نیست

دوسرا شعر

صایب دو چیز مے شکند قدر شعر را

تعریف ناشناس و سکوت قدرشناس

اسلیٔے [illegible] ان

و حدیث کے باریک مطالب کا علم رکہتے ہین مجلس اور زمانہ کا رخ دیکھکر اسکے مطابق لوگون کو وعظ سناتے اور مسایل بتاتے ہین) ہمنے اون کو عالم نہ سمجھا تو کیا برا کیا - اور ان ہندی خوان واعظون مفتیون اور مولفون مین اور ان حضرات مین فرق ہے تو کیا ہے - شاید اسپر یہ سوالات وارد ہون (۱) عالم ہونے کے لیٔے علوم عربیہ (صرف - نحو - ادب معانی وغیرہ) کو جاننا شرط ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ صحابہ و تابعین و بعض ائمہ مجتہدین عالم نہون کیونکہ یہہ علوم ان کے وقت مین مدون نہ تہے اور نہ اونہون نے کسی سے پڑہی ہین -

(۲) اسصورت مین ہندی تراجم قران و حدیث کا پڑہنا پڑہانا اور ہندی خوانون کو وعظ کرنا اور مسایل دین لوگون کو سنانا جایز نہوا -

رکہتے تھے ان سے نہین رکہتے اور قصد کرکے ان کو نہین ملتے اور انسے مصافحہ وسلام مین تقدیم نہین کرتے ۔

(۳) اس صورت مین ہندی و پنجابی زبان مین قرآن وحدیث اور مسایل کا ترجمہ کیون کیا جاتا ہے ؟ پہلے علما (شاہ عبدالقادر و مولانا محمد اسحاق) نے ہندی مین قرآن وحدیث کا ترجمہ کیون کیا اور تم خود اشاعۃ السنۃ مین قرآن وحدیث اور ادق مسایل اصول کا ترجمہ کیون کرتے ہو ؟

[illegible]

ان سوالات کا جواب حسب تفصیل ذیل ہے

(۱) صحابہ و تابعین وغیرہ مجتہدین جو علوم مدونہ پڑہنے کے بغیر عالم و مجتہد کہلائے ہین قرآن وحدیث کی زبان (عربی) ان کی مادری یا ملکی زبان تھی لہذا وہ ان علوم پڑہنے کے محتاج نہ تھے ان کی زبان خود ان کی معلم تھی اور قرآن حدیث کے معانی ظاہری و خفی پر ان کی رہنمائی کرتی ۔ ان لوگون پر عجمیون کا بلکہ اسوقت کے عربون کا اجنبی زبان اب اختلاط عجم کے سبب قدیم عربی نہین رہی گڈ مڈ ہو گئی ہے قیاس نہین ہو سکتا اور ان مین کوئی شخص بدون استعداد علوم عربیہ صرف ترجمہ جاننے سے عالم نہین کہلا سکتا چہ جائے کہ مجتہد کہلائے اور قرآن وحدیث مین اجتہاد کرے اور اپنے چھوٹے موہنہ سے اتنی بڑی بات نکالے کہ اس آیہ سے فلان فلان مسایل مستنبط ہوتے ہین ۔

(۲) ہمارے قول سے قرآن کے ترجمہ پڑہنے پڑہانے اور لوگون کو ہندی پنجابی مین وعظ سنانے اور مسایل بتانے کی ممانعت نہین نکلتی

[illegible]

اسوقت کوئی ایسی آیت نہوتی تو اس آیہ مین اسکا ذکر خلاف واقعہ ہرگز نہوتا

کر اسکے سے رنج کرنے مین وہ اتنا نہین سوچتے کہ ہم اپنے والد ماجد سے کیا نسبت رکھتے ہین ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ وہ رحمت الٰہی تہے

اور نہ ہم اس ممانعت کے قایل ہین اور نہ ہندی خوان واعظون کو ان اشتغال سے منع کرتے ہین بشرطیکہ وہ استادسی سُنے ہوئے ترجمہ اور مسایل کے بیان پر اکتفا کرین اور اپنی طرف سے اوپر حاشیہ نہ چڑہاوین اور علوم سے استنباط اجتہاد نکرنے لگین اور اگر وہ بیان مسموعات کے علاوہ اجتہاد و استنباط بہی اختیار کرین تو اُن کو نہ صرف ہم بلکہ جملہ اہل علم بلکہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم گمراہ قرار دے چکے ہین اور ان کے وعظ و افتا و اجتہاد و استنباط کو حسب شہادت احادیث محولہ حاشیہ علامت قیامت ٹہرا چکے ہین

حدیث ابن عمر و ابن عباس وغیرہ جو اشاعۃ السنۃ نمبر ۴ جلد ۱۰ مین بہ صفحہ ۱۱۹ ۔ و صفحہ ۱۲۰ منقول ہین ۔

کتب و رسایل اتباع سنت (معیار الحق منح الباری اشاعۃ السنۃ وغیرہ) مین جو عامی کے لئے عمل بالحدیث جایز بلکہ سعادت تسلیم کیا گیا ہے تو اس سے ظاہر معانی قران و حدیث پر (جو علماء سے اسکو پہنچے ہون) عمل کرنا مراد ہے۔ نہ اپنی فکر نارسا و اجتہاد نارواسے مستنبط مسایل پر بے علمون اور امیون کے لئے اجتہاد و استنباط کو کوئی شخص جایز نہین کرسکتا اس مسئلہ مین کسیکو شک و اعتراض پیدا ہوا ہو تو ہم اس مسئلہ کی تفصیل مستقل مضمون مین لکہین گے اور مسلمات قدیمہ اہل حدیث سے ثابت کر دکہاینگے کہ اجتہاد و استنباط بے علمون کا منصب نہین ہے ۔

اور اگر وہ آئین یوسف علیہ السلام کی عدالت مین متروک اور اون کے لئے

ہم غضب ہین وہ اپنے دشمنون پر حسن ظنی رکھتے اور ان کی ناجائز و ناروا بدگوئی کو نیک نیتی پر حمل کرتے اور اس شخص کے حق مین جو اُن کو جاہل بتاتا تھا صاف فرماتے کہ "او راست میگوید من نہ علم دارم نہ عمل دارم اور اپنے مکفر کے جواب مین فرمایا کرتے کہ فلان کس برائے خدا میگوید او بس غنیمت ست بسیار اشاعت توحید میکند - اور ہم دوستون کو دشمن بنالتے ہین اور ان کی اچھی باتون کو بری بنا کر انکو برا کہتے ہین اور اپنے والد ماجد کی اہل ہوت کا کچھہ لحاظ نہین کرتے جنکی صلہ

(۳) قران و حدیث کے تراجم اسی غرض سے پہلے علماء نے کئے ہین کہ جو لوگ عربی نہین جانتے وہ ان تراجم کو دیکھہ کر مطلب قران و حدیث پر عمل کرین اور وہ مطلب بغیر کمی بیشی اور لوگون کو سناوین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد [illegible] کی طرف سے تبلیغ کرو اگرچہ ایک آیہ کی ہو تعمیل بجا لائین اون تراجم سے یہہ مقصود نہین کہ صرف ترجمہ پڑہکر مجتہد بن بیٹھین -

قال بلغوا عني ولو آية [illegible]

مؤلف اشاعۃ السنۃ تو سالہا سال سے یہہ بات کہولکر کہہ رہا ہے اور اپنے رسالہ کی ہندی مین اشاعت کرنے کا یہی سبب بتا چکا ہے -

ضمیمہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۲ جلد ۱ مطبوعہ جون ۱۸۸۱ء ملاحظہ ہو جس مین ہمارے شیخنا و شیخ الکل سید القوم مولانا سید نذیر حسین صاحب کے اقوال اس مضمون کے مصدق منقول ہین - زیادہ تفصیل ہم اُسوقت کرینگے جب ہمارے اخوان اس مضمون کو نیا خیال قرار دے کر اس کے مقابلہ زبان کہولینگے یا قلم اوٹہاوینگے +

بقیہ: ناممکن العمل ہوتی تب بہی خدا یہہ نفرماتا - کہ اُس آئین کے رو سے یوسف علیہ السلام اپنے

در لحاظ کے ہم شاعر کی طرف سے مامور ہین - وہ زاہد و تارک الدنیا تہے - اور ہم دنیا کے پیچھے مارے مارے پہرتے ہین - پہر ہم کیونکر امید کرین کہ ہمارے باپ کے معتقد اسی اعتقاد و محبت کے ساتھ ہم سے پیش آوین -

اور یہہ بہی نہین سوچتے کہ اس قصور کا مرتکب صرف مولف اشاعۃ السنہ ہی نہین انکے والد ماجد کے معتقدون مین سے فی صدی پانچ شخص بہی ایسے نہین ہین جو ان حضرات کے معتقد رہے ہون اور ان سے وہ معاملہ کرتے ہون جو انکے والد ماجد سے کرتے تہے -

امر دوم یہ کہ ہمنے بد قسمتی سے ان کے رسالہ بیعت و الہام مین اور اس کے مقابل رسالہ مین ایک منصفانہ و آزادانہ محاکمہ تحریر کیا تہا جو اشاعۃ السنہ نمبر ۹ لغایت

۲؎ اسکی دلیل اور تفصیل ہم آیندہ لکہین گے اگر ملا صاحب نے ہماری بیان کا مقابلہ کیا اور اپنی افتراؤن سے رجوع نہ کیا - بالفعل ہمکو ایک مجلس شوری مین اس تفصیل سے روک دیا ہے -

۱؎ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے چنانچہ ابن عمر کی حدیث مین آیا ہے کہ والد کے

اہل مودت سے اوسکی موت کے بعد سلوک کرنا بہاری نیکی ہے (یعنے باپ کے حق مین) رہا یہ کہ جن لوگون	عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم ان من ابر البر صلۃ الرجل اہل ود ابیہ بعد ان یولی رواہ مسلم

سے وہ بجائے نیکی، بدی کرتے ہین وہ ان کے باپ کے اہل مودت سے ہین یا نہین - اس کے ثبوت مین ان کے والد ماجد کی دستخطی خطوط موجود ہین ملا صاحب اس مودت سے انکار کرین گے تو ہم اون خطوط کو چہاپ دین ۔

بہائی کو نہ لے سکتا تہا" یہہ اس ——— لیے کہ

جلد ۱۶ ما مین بعنوان پیری و مریدی ؟ شائع ہوا ہے - اس محاکمہ مین ہمنے
ان کی ذیا دتیون اور بے علمی کی باتون کو رد کیا اور اون کو اصول وغیرہ علوم
کیطرف توجہ کرنیکا شوق دلایا تہا - یہ امر زیادہ تر ان کی رنجیدگی کا باعث ہوا
بلکہ ان کی طرف سے ترک ملاقات و مجالست کا پہلا سبب یہی محاکمہ ہوا ہے
اس امر کا اظہار وہ خود اپنے اور ہمارے احباب ثقات کے روبرو کر چکے
ہین جو اسوقت تک زندہ موجود ہین - اور وہ اس امر کی شہادت دے
سکتے ہین *

ان مفتریات ہشت گانہ سے بھی خدا تعالے نے وہی کام لیا جو افترات مقابل
انبیا اور ان کے صالحین اتباع سے کام لیا تہا - یعنی ان ہی مفتریات کو
صحت و حقیت مضامین اشاعۃ السنۃ پر شہادت بنا دیا جس شخص نے (جو
کچھہ بھی علم و فہم و انصاف رکہتا اور اشاعۃ السنۃ کے مضامین ملاحظہ کر کے
ان کا صحیح مطلب سمجھہ سکتا تہا) ان مفتریات کو دیکہا اوس نے برملا اعتراف
کہہ دیا کہ یہہ رسالہ مضامین اشاعۃ السنۃ کا جواب نہین ہے بلکہ ان مضامین
کی تائید ہے اور یہہ بھی کہا کہ اس رسالہ کے مولف (ملا صاحب) نے اس رسالہ
کی تصنیف سے اپنا بے علم و نافہم ہونا ظاہر کیا - جن لوگون کو پہلی اسبات کا
علم نہ تہا اب اون کو آپ کی بے علمی و نافہمی کا یقین ہو گیا ہے -

سب سے پہلے جو شخص ملا صاحب کا اردو رسالہ ہمارے پاس لایا اوس نے
یہی کلمہ کہا کہ اس رسالہ مین ملا صاحب نے وہی کام کیا ہے جو اہلحدیث کے
مقابلہ مین اہل بدعت کیا کرتے اور یہ کہتے ہین کہ وہابی انبیا کو نہین مانتے
اولیا کو برا جانتے ہین و علی ہذا القیاس -

پہلی دفعہ جلسہ عام مسجد چینیا نوالی لاہور مین یہہ رسالہ پڑھکر سنایا گیا تو اس جلسہ

کہ جو فعل وقوع مین نہ آتا ہو اوسکے نتیجہ کا ذکر کرنا صحیح اور کسی فائدہ کا مثبت نہین ہوتا

مین اکثر لوگون سے بالاخفا اور بعض سے برملا یہ کہدیا تہا کہ یہہ رسالہ مضمون اشاعۃ السنۃ کا جواب نہین ہے بلکہ اسکی تائید ہے۔

لہذا اس رسالہ اور اون افتراؤن کی اشاعت پر پہلے ہمکو خداوند تعالی کا شکرگذار ہونا چاہئے جسنے اپنی قدیم سنت کے مطابق ہمارے مقابلہ مین ہمارے مخالفون کی قلم وزبان سے ایسی باتین نکلوائین جنکا کذب ہونا سامعین وناظرین پر

بلکہ عبث کہلاتا ہے (جس سے خدا تعالی اور اسکا مقدس کلام پاک ہے)

مثلاً جو شخص کبھی چوری یا زنا کا مرتکب نہوا ہو اور کسب حلال سے مالدار ہوگیا ہو اوسکی نسبت کوئی ذی عقل اور بلیغ یہہ نہین کہہ سکتا کہ وہ شخص چوری یا زنا کے ذریعہ سے اسقدر مال پیدا نکر سکتا تہا۔

ایسا ہی جس امر کا وقوع مین آنا ممکن نہو اور یہہ امکان کسی کے وہم وگمان

[illegible]

مین نہو اس چیز کے وقوع سے کوئی نتیجہ نکالنا صحیح اور کسی فائدہ کا مثبت نہین۔ مثلاً کسی انسان کے حق مین جو تیز سواری پر منزل مقصود کو جلد پہنچ گیا ہو کوئی عاقل نہین کہہ سکتا کہ یہہ شخص اوڑکر آتا تب بہی اسقدر جلد نہ پہنچتا۔

اسکا سر اور عقلی کا سبب یہہ ہے کہ نفی قدرت کے لئے امکان قدرت (واقع مین ہو یا مخاطب کے خیال مین) شرط ہے اور قادر وعاجز مین عدم وملکہ کا تقابل ہے مگر اس بات کو سمجھنا کسیقدر علم پر موقوف ہے جو لوگ علم نہین رکھتے اور ملا صاحب کی مانند بے پڑہے مولوی عالم کہلاتے ہین وہ اس بات کو کچھہ نہ سمجہین گے۔

ایسا ہی بعینہ آئین مصری پر حضرت یوسف علیہ السلام کے عمل کو سمجہنا

خوب کھل گیا اور اس سے ہماری مضمون کا صدق ظاہر ہوا پھر ان حضرات اہل افترا کا شکر گزار ہونا مناسب ہے جنکا افترا ہماری کام آیا اور وہ ہمارے مضمون کی حقیقت پر گواہ بنا۔

ہر چند ان مفتریات کا کذب و افترا ہونا ہماری مضمون "اقسام ملازمت" کے ناظرین پر (جو علم و انصاف رکھتے اور کچھ فہم و غور و تامل کا حصہ دیئے گئے ہین)

چاہئے وہ عمل اُسکے وقوع مین نہ آتا یا اوسکی وقوع کا امکان نہوتا تو خدا تعالی ہرگز یہہ نفرماتا کہ "یوسف اپنے بھائی کو بادشاہ کی آئین کی رو سے نہ لے سکتا تھا"

اس قول خداوندی سے حضرت یوسف علیہ السلام کا آئین مصری پر عمل کرنا یا اس عمل کا ممکن ہونا ثابت ہوا اور پہلی قول سے انکا یعقوبی قانون پر عمل نہ کرنا اور اسپر قادر نہونا ثابت ہوا۔ اس سے ہمارا دعوی (دفع اعتراض) اچھی طرح ثبوت کو پہنچا۔

اب رہی اس دعوی کی حکمت مفسرہ و مفصلہ بالا سے تطبیق و توفیق یون ہوسکتی ہے کہ اس حکمت کو باوجود وسعت مذکورہ بالا کے پابندی آئین مصری سے مقید کیا جائے اور یون کہا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو سلطنت مصریہ مین وسیع اختیارات حاصل تھے (جن مین بادشاہ مصر بھی انکا مزاحم نہوتا) مگر اس شرط سے کہ وہ آئین مصری کا خلاف نہ کرین۔

اس صورت مین شریعت یعقوبی پر عمل اس حکمت مین داخل نہوا اور اس عمل سے یوسفؑ کا عاجز و غیر قادر رہنا اس حکمت کے مخالف نہ ٹھہرا۔